حیاتِ احمد

جلد پنجم حصّہ دوم

مرتّبہ

یعقوب علی عرفانی

شائع کردہ.........نظارت اشاعت صدر انجمن احمدیہ پاکستان۔ ربوہ

کمپوزنگ.......... عدیل خرم مربی سلسلہ

طابع............طاہر مہدی امتیاز احمد وڑائچ۔ ضیاء الاسلام پریس ربوہ۔ چناب نگر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْمِ

عرض ناشر

حضرت امام الزمان مسیح موعود و مہدی معہود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سوانح پر مشتمل حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ کی تصنیف منیف حیاتِ احمد کی جلد پنجم کا حصہ دوم طبع ہوکر آپ کے لئے دست یاب ہے۔ اس میں حضور علیہ السلام کے سال ۱۹۰۱ء اور ۱۹۰۲ء کے واقعات درج ہیں۔

محترم عرفانی صاحبؓ نے اکثر حالات وواقعات خود اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پھر عینی شاہد کی حیثیت سے قلمبند کئے ان کی خواہش وارادہ تھا کہ حضور علیہ السلام کے زندگی کے واقعات کو مکمل کرنے کی سعادت پائیں مگر زندگی نے مہلت نہ دی اور ۱۹۰۲ء تک کے سوانح کی یہ جلد آخری ثابت ہوئی اور اس پر ہی یہ سلسلہ تالیف مختتم ہوا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعات وحالات کو جس کیفیت انگیز صورت میں مصنف ضبط تحریر میں لائے ہیں ہر واقعہ کا بیان پڑھتے ہوئے یوں احساس ہوتا ہے کہ قاری خود اس مجلس مبارک میں حاضر اور فیضیاب ہورہا ہے اور وہ اپنے ذوق اور ظرف کے مطابق سیر وسیراب ہوتا ہے۔ بسا اوقات ایسی وجدانی کیفیت جاری وساری ہوتی ہے اور غیر معمولی جذب واثر وارد حال ہوتا ہے کہ دل ودماغ ماحول سے فارغ و بے نیاز ہوجاتا ہے۔

مامور زمانہ کے فرمودات اور سوانح وحالات کو بنظر غائر پڑھنا اور اس کی قوت قدسیہ سے فیضیاب ہونا ایک عظیم سعادت ہے اس برکت کے حصول کے لئے ہر دم کوشاں رہنا چاہیے۔

حضرت مصلح موعودؓ نے ''حیات احمد'' کے بارہ میں فرمایا تھا کہ

''یہ کتاب ہر احمدی گھر میں ہونی چاہیے، وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ''

اب اس کتاب کی تمام جلدیں طبع ہو کر دستیاب ہیں ۔ ہر احمدی گھرانہ سے توقع ہے کہ وہ اس کتاب کو اپنے گھر میں موجود رکھے تا تمام اہل خانہ اس سے استفادہ کرتے رہیں۔اللہ تعالیٰ ہم کو اس کی توفیق بخشے۔آمین ۔

محترم محمد یوسف شاہد صاحب مربی سلسلہ نے کتاب کے موجودہ ایڈیشن کی ترتیب و تیاری میں بھرپور حصہ لیا۔اسی طرح دیگر دوستوں نے بھی اپنے اپنے دائرہ میں معاونت کی ہے۔اللہ تعالیٰ سب کو جزائے خیر دے۔آمین

خالد مسعود

ناظر اشاعت

مارچ ۲۰۱۵ء

فہرست مضامین

حیاتِ احمد جلد پنجم حصّہ دوم

وَلَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

(الہام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

حیات احمد علیہ الصلوٰۃ والسلام

یعنی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سوانح حیات

عہد جدید جلد چہارم بسلسلہ قدیم جلد پنجم ﴿حصہ دوم﴾

حالات زندگی ۱۹۰۱ء لغایت ۱۹۰۲ء

جن کو

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہیچمیرز خادم خاکسار یعقوب علی تراب احمدی عرفانی

الاسدی ایڈیٹر وموسس الحکم ومرتب تفسیر القرآن وغیرہ نے مرتب کیا

اور

مطبع ابراہیمیہ اسٹیشن روڈ حیدر آباد دکن میں چھپوا کر اپریل ۱۹۵۶ء کو شائع کیا

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

عرض حال

اللہ تعالیٰ ہی سزاوار حمد ہے اور اسی کا شکر مقصد حیات ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذکر کو میں عبادت سمجھتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا **یَرْفَعُ اللّٰہُ ذِکْرَکَ** یعنی اللہ تعالیٰ تیرے ذکر کو بلند کرے گا پس آپ کے حالات کا تذکرہ اس منشاء الٰہی کو پورا کرنے کے ثواب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے آغاز شباب سے مجھے اس نعمت سے نوازا کہ میں آپ کے ذکر کو بلند کرسکوں۔ اس وقت تک کہ میں اپنی عمر کے شمسی ۸۳ اور قمری ۸۶ سال پورے کر چکا ہوں مجھے اس نعمت سے محروم نہیں فرمایا گزشتہ سال جب عہد جدید کی دوسری جلد شائع ہوئی تو میں توقع کرتا تھا کہ دسمبر ۱۹۵۸ء تک ایک اور جلد شائع کرسکوں گا مگر حالات نے مساعدت نہ کی اور کچھ میری علالت نے موقع نہ دیا اور پورے سال بعد یہ جلد شائع کرنے کے قابل ہوسکا

عہد جدید کے اس تالیف کے سلسلہ کی اشاعت میں حضرت سیٹھ شیخ حسن احمدی اور حضرت سیٹھ محمد حسین صاحب رضی اللہ عنہما نے اس کام میں اعانت کی اور معین الدین صاحب ساتھ دے رہے ہیں اور حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی صاحب **سَلَّمَہُ اللّٰہُ تَعَالٰی** تو ابتدا ہی سے خاص معاون ہیں اور عزیز مکرم سیّد حسین صاحب ابتداء سے شریک اعانت ہیں عزیز مکرم مولوی محمد اسماعیل فاضل وکیل ہائی کورٹ اور مولوی محمد عبداللہ بی۔ ایس۔ سی۔ ایل۔ ایل۔ بی کا مادی اور اخلاقی امداد کے لیے دائماً شکرگزار رہوں اللہ تعالیٰ ان تمام بزرگوں پر بیش از بیش اپنے دریائے رحمت کو کشادہ کرے۔

اب تک میں نے اس تالیف میں اس امر کو مدّنظر رکھا تھا کہ آنے والے مؤرخ کے لیے میں اسے بطور ریفرنس بک کے بنا دوں لیکن اب بہ تقاضائے عمر میں چاہتا ہوں کہ اسے پورا کرنے کی توفیق پاسکوں میں تفصیلات میں نہیں جاؤں گا واقعات کو مختصر کرنے کی کوشش کروں گا۔ تاکہ اوّل تو ایک ہی جلد میں غایت کار دو جلدوں میں ختم کرسکوں۔ **وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق**

آخر میں مَیں احمدی جماعتوں کو وہ ہندوستان میں ہیں یا پاکستان میں توجہ دلاتا ہوں کہ حضرت امیر المؤمنین نے ایک موقع پر فرمایا کہ **یہ کتاب ہر گھر میں ہونی چاہیے**

پس اس ارشاد کا احترام آپ سے ایک مطالبہ کرتا ہے اور امید کرتا ہوں کہ **وہ اس کی اشاعت میں دل کھول کر حصہ لیں گے۔**

میں اپنے محسن مولیٰ کے فضل وکرم سے امید رکھتا ہوں کہ وہ مجھے اس کی تکمیل کی توفیق دے گا۔ اور جس نے اپنے فضل سے اب تک نوازا ہے اور اس پیرانہ سالی میں توفیق روزی فرمائی آئندہ تکمیل کے سامان بھی وہی پیدا کردے گا۔ **مَا ذَالِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ الْمُسْتَعَانُ۔**

اللہ تعالیٰ ان معاونین کے درجات اپنے قرب میں بلند فرمائے جو آغاز کار میں میرے معاون ہوئے اور اسی سلسلہ میں اللہ تعالیٰ کے حضور پہنچ گئے وہ اپنے پیچھے باقیات صالحات کی ایک جماعت چھوڑ گئے ہیں اور جو زندہ ہیں ان کی عمر میں برکت بخشے اور حیات طیّبہ روزی کرے۔ آمین

ضروری نوٹ

میں ایک عرصہ سے بیمار چلا آرہا ہوں۔ بلڈ پریشر اور اس سے پیدا شدہ عوارض سے فَرِیش ہوں اس عرصہ میں بعض اوقات دنیا کو وداع کا سلام کہنے کی نوبت آ گئی مگر اللہ تعالیٰ نے حالات کو بہتری سے بدل دیا۔ اب بھی ڈاکٹروں نے محنت سے فارغ رہنے کا مشورہ دیا ہوا ہے مگر یہ مشورہ تو اس کے لئے مفید ہوسکتا ہے جو زندگی بیکاری کا دوسرا نام سمجھتا ہو۔ میرے سامنے ایک کام ہے وہ پورا ہو جاوے تو شادکام ہو جاؤں۔ اسی سلسلہ علالت کی وجہ سے کافی نگرانی نہ کرسکا اور اغلاط رہ گئیں اللہ تعالیٰ معاف کرے دوستوں نہیں مخلص بھائیوں سے التجاء ہے کہ توفیق تکمیل کی دعا کریں۔ **جَزَاھُمُ اللّٰہُ اَحْسَنَ الْجَزَاءِ**

یکم مارچ ۱۹۵۶ء　　**اَحْقَرُ الْعِبَاد** عرفانی الاسدی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

خدا کے فضل اور رحم کے ساتھ

ھو الناصر

تمہیدی نوٹ

حمد و ثنا اُسی کی جو ذات جاودانی ہمسر نہیں ہے اُس کا کوئی نہ کوئی ثانی

باقی وہی ہمیشہ غیر اُس کے سب ہیں فانی غیروں سے دل لگانا جھوٹی ہے سب کہانی

(حضرت مسیح موعود علیہ السلام)

ا۔ میری زبان قلم اور قلم زبان میں وہ قوت وقدرت نہیں کہ میں اللہ تعالیٰ کے ان انعامات و احسانات کا ذکر اور شکر کرسکوں جو اس نے ہیچمیرز پر محض اپنے فضل وکرم سے کئے ہیں۔ آغاز شباب سے لے کر اس وقت تک کہ میں ۸۴ ویں سال کو ختم کر رہا ہوں اس نے خدمت دین کا موقع اس بطل اعظم کی خدمت میں رہ کر جو مسیح موعود کے نام سے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر موعود قرار دیا گیا تھا اور جس کے ذریعہ اظہار الدین کی تکمیل عملاً ہونے والی تھی عطا کیا اور سچ یہی ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

۲۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مرفوع ہوئے ۴۷ سال گزر چکے اور اس عرصہ میں سلسلہ پنجاب اور ہندوستان سے نکل کر اکنافِ عالم میں پھیل گیا اسی ربّانی وعدہ کے موافق کہ ''میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔[1] '' مگر یہ دکھ کی بات ہے کہ ہم اس عرصہ میں حضور علیہ السلام کے کام اور کارناموں کے متعلق کوئی مکمل تالیف شائع نہ کر سکے۔

وقت آئے گا اور وہ دور بھی نہیں بلکہ آ چکا کہ ہر ملک اور ہر زبان میں آپ کا ذکر ہوگا اور یہ اللہ تعالیٰ کی پاک وحی میں پیشگوئی ہے جو آپ پر نازل ہوئی یَرْفَعُ اللّٰہُ ذِکْرَکَ[2] یعنی اللہ تعالیٰ تیرے ذکر کو بلند کرے گا۔ میں نے آپ کے حالات زندگی لکھنے کو عبادت یقین کیا اور اللہ تعالیٰ ہی

---

[1] تذکرہ صفحہ ۲۶۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء [2] تذکرہ صفحہ ۳۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء

نے محض اپنے فضل سے مجھے یہ سعادت بخشی کہ آغازِ شباب سے اس ذکر کو بلند کرتا آیا ہوں اور اسی میں اپنے آخری سانس تک مصروف رہنے کی تمنا رکھتا ہوں۔

۳۔ حیاتِ احمد کا کام میں نے ۱۹۱۴ء میں شروع کیا مگر اللہ تعالیٰ کی نہاں در نہاں مصلحت و مشیت نے اس میں تعویق ڈال دی۔ اسباب کچھ بھی ہوں ان پر بحث کرنا مجھے پسند نہیں کہ وہ ایک داستاں درد ہے اس تعویق اور تساہل پر شاید آنے والے مؤرخ بحث کریں مجھے بجائے خود یہ شکوہ ہے کہ علی العموم (اِلَّا مَاشَاءَ اللّٰہ) میرے ساتھ تعاون نہیں ہوا باوجود اس کے کہ حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا تھا کہ

یہ کتاب ہر احمدی گھر میں ہونی چاہیے وہ خواندہ ہو یا ناخواندہ (مفہوم)

میں اپنے بھائیوں سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے اس طرزِ عمل پر نظرِ ثانی کریں یہ تو ان کے اور میرے آقا علیہ السلام کے کارنامہ زندگی کا تذکرہ ہے۔ اور جس کے ذکر کو بلند کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا اور یہ بھی کہ اسے شائع کیا جائے۔

۴۔ میں نے حیات احمد کی تکمیل تین حصوں میں محدود کی تھی (۱) سوانح حیات (۲) آپ کی سیرت جس میں سیرت کے مختلف شعبے بیان کرنا مقصود ہے (۳) آپ کے مکتوبات۔ ان ہر سہ شاخوں میں اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ بہت بڑا کام اللہ تعالیٰ کے کرم سے ہوگیا۔ سوانح حیات ۱۸۳۵ء سے ۱۹۰۰ء تک کے حالات پر مشتمل شائع ہوچکی اور مکتوبات کی صرف آخری جلد زیر طبع ہے اور اس طرح پر سلسلہ بِحَمْدِ اللّٰہ مکمل ہوگیا اور سیرت کے سلسلہ میں تین جلدیں شائع ہوچکی ہیں اور دو باقی ہیں اللہ تعالیٰ کے آستانہ پر گر کر دعا کرتا ہوں کہ مجھے توفیق تکمیل دے۔

۵۔ اس جلد کا آغاز ۱۹۰۱ء کے واقعات سے ہوتا ہے میرا اپنا ارادہ تو یہ ہے کہ اسے مختصر کر کے آپ کے مرفوع ہونے تک کے واقعات پر ختم کردوں مگر میں کچھ نہیں کہہ سکتا کہ آیا اس طرح پر ختم کرسکوں گا یا سابقہ اسلوب مدّنظر رہے گا۔ یہ پروگرام میں نے اپنی صحت کے پیش نظر تجویز کیا ہے اس وقت کہ یہ سطور لکھ رہا ہوں ضعف کے دورے ہوتے ہیں اور بلڈ پریشر کا حملہ ہے۔ مگر

میرے آقا و محسن علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تمام عظیم الشان اور متحدیانہ تصانیف امراض کے سخت حملوں کے ایام ہی میں لکھیں وہ مَامُوْر مِنَ اللّٰہ اور مؤیّد بِاللّٰہ تھے میں تو ایک خطا کار اور ہیچمیرز انسان ہوں ہاں **میں آپ کے ذکر کو بلند کرنا چاہتا ہوں اس لئے امیدوار ہوں کہ اللہ تعالیٰ توفیق روزی کرے۔**

اور میں پُر امید دل سے محسوس کرتا ہوں کہ جس مولیٰ کریم نے اب تک اس خصوص میں توفیق بخشی آئندہ بھی میری راہنمائی فرمائے گا۔ اس لئے کہ یہ اس کا پسندیدہ کام ہے۔

میری علالت

اپریل ۱۹۵۵ء سے میری طبیعت گرنی شروع ہوئی مگر میں نے اسے کچھ زیادہ محسوس نہیں کیا بلکہ اس عرصہ میں تفہیم القرآن کا کام بدستور جاری رہا گو کسی قدر سُستی سے بالآخر اگست میں طبیعت پر زیادہ بوجھ ہوا اور کام کرنے کی ہمت اور شوق تو تھا مگر قوت عمل میں ضعف آ گیا اور اعصابی کمزوری کے ساتھ بلڈ پریشر کا حملہ ہو گیا۔ آخر مَیں مجبور ہو گیا کہ تفہیم القرآن جس قدر لکھ گیا تھا اسے پہلا حصہ قرار دے کر شائع کر دوں چنانچہ میں نے ذیل کا نوٹ لکھ کر بظاہر قلم کو اپنے مولیٰ کو خطاب کر کے رکھ دیا۔ ؎

سپردم بتو مایہءِ خویش را　　تو دانی حساب کم و بیش را

مگر اللہ کریم نے اپنے فضل و کرم سے میرے ڈوبتے ہوئے قلب میں موج امید کو پیدا کر دیا کہ مایوسی کفر ہے یاد رکھو۔

گر نباشد بدوست رہ بردن　　شرط عشق است در طلب مُردن

اس احساس کی چنگاری کو سلگتے رکھو۔ اس پر سُستی اعصاب اور حملہ بلڈ پریشر کے عواقب کو بھول کر میں نے بظاہر رکھے ہوئے قلم کو بوسہ دے کر ہاتھ میں لے لیا۔

اور آج ۷؍ستمبر ۱۹۵۵ء کو پھر اسی معروف ڈگر پر چلنے کے لئے اٹھا ہوں اور اسی کے فضل و کرم پر بھروسہ کرتے ہوئے اپنے قلم سے کہتا ہوں **چل میرے خامہ بسم اللہ**

بالآخر میں ان چند دوستوں کے لئے (جو اس سلسلہ تالیف میں میرے ساتھ تعاون کر رہے ہیں) احباب سے دعا کی درخواست کرتا ہوں ان کے اسماء حسب ذیل ہیں۔

(۱) حضرت سیٹھ عبداللہ بھائی امیر جماعت حیدر آباد و سکندر آباد دو جلد کے لئے ۵۰ (پچاس روپے) دیتے ہیں۔

(۲) مکرم سید حسین صاحب ہر اشاعت کی دس جلدیں تقسیم کے لئے لیتے ہیں۔

(۳) مکرم مولوی سیٹھ معین الدین امیر جماعت چنتہ کنٹہ ۲ جلد لیتے ہیں۔

(۴) مکرم مولوی عبدالحی ابن حضرت سیٹھ حسنؓ یادگیر ۱۵ جلد

(۵) الحاج میر کلیم اللہ شیموگہ ۲ جلد

(۶) مکرم ڈاکٹر محمد لطیف جے پور ۲ جلد

(۷) مکرم ڈاکٹر منصور احمد بہار ۲ جلد

دراصل یہ مستقل خریدار ہیں اگر ہر احمدی انجمن حضرت امیر المومنین کی خواہش کے پیش نظر باقاعدہ خریدار ہو جائے تو یہ کام جلد اور بہترین طریق پر ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ احباب کو اس کی ضرورت محسوس کرنے کی توفیق دے۔ آمین

خاکسار

عرفانی الاسدی

۹؍ستمبر ۱۹۵۵ء

۱۹۰۱ء کے واقعات اور حالات

ابتدائی بیان

سلسلہ عالیہ احمدیہ کی تاریخ اور بانیٔ سلسلہ احمدیہ (علیہ السلام) کے حالات زندگی کی رفتار اپنی نوعیت میں طبعاً اس رنگ کا مظاہرہ کرتی ہے جو ابتدائے آفرینش سے ہر الٰہی سلسلہ کے لازم ہے قرآن مجید نے الٰہی سلسلوں کی ایک مثال دی ہے سورۃ الفتح پارہ ۲۶ آیت آخری

وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنْجِيلِ ۚ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ [1]

یعنی حق یا الٰہی سلسلہ کی مثال (جو انجیل میں دی ہے) اس کھیتی کی طرح ہے جو اپنی سوئی کو نکالتی ہے پھر اسے مضبوط کرتی ہے اور وہ موٹی ہوتی ہے پھر اپنی نالوں پر سیدھی کھڑی ہو جاتی ہے اور وہ کسان کو خوش کرتی ہے (اس نظارۂ ترقی کو دیکھ کر) کفار پیچ وتاب کھاتے ہیں۔

اس مثال میں بتایا ہے کہ حق کس طرح پر ترقی کرتا ہے اور اس کی ترقی معاندین حق کے لئے غیظ وغضب کا موجب ہوتی ہے وہ حسد وبغض سے اپنے قلب میں غم وغصہ کی موجیں اٹھتے ہوئے پاتے ہیں اور اسی غم وغصہ میں ہلاک ہو جاتے ہیں اور وہ بیج **کامل نشوونما پا کر ایک باردار درخت بن جاتا ہے** اور سدابہار ہوتا ہے۔ اس مثال میں بتایا ہے کہ حق مخالفت کی ہواؤں میں پرورش پاتا ہے یہاں تک کہ **اس کے مقابلہ میں کفر ہار جاتا ہے۔**

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ترقی اور کامیابی میں اسی اصل کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس نے مخالفت کے طوفان میں پرورش پائی۔ نہایت تیز وتند ہوائیں اس پر چلیں اس کے مٹانے کے لئے کونسی تجویز اور منصوبہ تھا جو اٹھا رکھا گیا ہو مگر **حق بڑھتا ہی رہا اور کفر مٹتا ہی رہا۔**

---

[1] الفتح: ۳۰

آغاز سلسلہ کے واقعات کی رفتار میں یہی رنگ چلا آتا ہے کہ مخالفت کی شدت نے اس چراغ کو بجھنے نہیں دیا بلکہ اس کی روشنی میں ترقی کی اور یہ ترقی برابر بڑھتی جارہی ہے اور میں اب ۱۹۰۱ء کے واقعات کے بیان کے سلسلہ میں انشاءاللہ العزیز دکھاؤں گا کہ ہر نیا دن مخالفت کی تیز وتند ہواؤں کے جھکڑوں میں طلوع ہوا۔ اور وہ ساری مخالفتیں سلسلہ کی کامیابی کے لئے **کھاد کا کام** دیتی رہیں۔

۱۹۰۱ء کے واقعات کے سلسلہ میں کچھ واقعات تو ایسے ہیں جو پچھلے طوفانی سلسلہ کی ہی آخری کڑی ہیں جن کا ذکر پچھلی جلد میں شروع ہوا تھا چونکہ وہ سلسلہ لمبا ہوتا گیا تھا اس کی تکمیل اب ہوتی ہے قبل اس کے کہ میں واقعات کی تفصیل بیان کروں اس کا آغاز اس وحی الٰہی سے کرتا ہوں جو ۱۹۰۱ء کے مختلف اوقات میں حضرت مسیح موعودؑ پر نازل ہوئی تا کہ اُس علیم وخبیر ہستی پر ایمان میں ترقی ہو میں نے اس وحی کو اخبار الحکم میں متفرق طور پر شائع کر دیا تھا اور تذکرہ میں سلسلہ کے ایک ممتاز بزرگؓ نے اسے جمع کر دیا تھا اس وحی میں سلسلہ کی تاریخ کے واقعات مرموز ہیں۔

حضرت اُمّ المؤمنین علیہا السلام کی طبیعت ۳؍جنوری ۱۹۰۱ء کو کسی قدر ناساز ہوگئی تھی اس کے متعلق حضرت اقدسؑ نے سیر کے وقت فرمایا کہ

> ''چند روز ہوئے میں نے اپنے گھر میں کہا کہ میں نے کشف میں دیکھا ہے کہ کوئی عورت آئی ہے اور اس نے آکر کہا ہے کہ تمہیں[1] کچھ ہوگیا ہے اور پھر الہام ہوا۔ **اَصِحَّ زَوْجَتِیْ**۔ چنانچہ کل ۳؍جنوری ۱۹۰۱ء کو یہ کشف اور الہام پورا ہوگیا۔ یکا یک بیہوشی ہوگئی اور جس طرح پر مجھے دکھایا گیا تھا اسی طرح ایک عورت نے آکر بتا دیا۔''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

قَالُوْا اِنَّ التَّفْسِیْرَ لَیْسَ بِشَیْءٍ۔[2]

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۸)

---

[1] حضرت ام المومنین علیہا السلام مراد ہیں (ایڈیٹر) [2] (ترجمہ از مرتب) انہوں نے کہا کہ یہ تفسیر کچھ بھی نہیں۔

(ا) فرمایا آج رات کو الہام ہوا مَنَعَهُ مَا نِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ.

یعنی اس تفسیر نویسی میں کوئی تیرا مقابلہ نہ کر سکے گا۔ خدا نے مخالفین سے سلبِ طاقت اور سلبِ علم کرلیا ہے۔

اگرچہ ضمیر واحد مذکر غائب ایک شخص یعنی مہر شاہ کی طرف ہے لیکن خدا نے ہمیں سمجھایا ہے کہ اس شخص کے وجود میں تمام مخالفین کا وجود شامل کر کے ایک ہی کا حکم رکھا ہے تا کہ اعلیٰ سے اعلیٰ اور اعظم سے اعظم معجزہ ثابت ہو۔ کہ تمام مخالفین ایک وجود یا کئی جان ایک قالب بن کر اس تفسیر کے مقابلہ میں لکھنا چاہیں تو ہرگز نہ لکھ سکیں گے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍ جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

(ب) ☆ ’’وَاِنِّیْ اُرِیْتُ مُبَشِّرَةً فِیْ لَیْلَةِ الثُّلٰثَآءِ . اِذْ دَعَوْ تُ اللّٰهَ اَنْ یَّجْعَلَهٗ مُعْجِزَةً لِّلْعُلَمَآءِ. وَدَعَوْتُ اَنْ لَایَقْدِرَ عَلٰی مِثْلِهٖ أَحَدٌ مِّنَ الْاُدَبَاءِ . وَلَا یُعْطٰی لَهُمْ قُدْرَةٌ عَلَی الْاِنْشَآءِ . فَاُجِیْبَ دُعَآئِیْ فِیْ تِلْکَ اللَّیْلَةِ الْمُبَارِکَةِ مِنْ حَضْرَةِ الْکِبْرِیَآءِ. وَبَشَّرَنِیْ رَبِّیْ .وَقَالَ’’مَنَعَهُ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ‘‘ فَفَهِمْتُ .اَنَّهٗ یُشِیْرُ اِلٰی اَنَّ الْعِدَا لَا یَقْدِرُوْنَ عَلَیْهِ. وَلَا یَأْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَا کَصِفَتَیْهِ. وَکَانَتْ هٰذِهِ الْبَشَارَةُ مِنَ اللّٰهِ الْمَنَّانِ. فِی الْعَشْرِ الْاٰخِرِ مِنْ رَمَضَانَ.‘‘

(اعجاز المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۸ و ۶۹۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

(ج) ’’جب بالمقابل تفسیر نویسی میں مخالف مولوی عاجز آ گئے اور مہر علی شاہ گولڑی نے کئی

☆ (ترجمہ از مرتب) مجھے منگل کی رات میں جبکہ میں نے اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی۔ کہ اس کتاب (اعجاز المسیح) کو علماء کے لئے معجزہ بنا دے اور یہ کہ کوئی ادیب اس کی مثل نہ لا سکے اور انہیں اس کے انشاء کی توفیق ہی نہ ملے اور میری دعا اسی رات خدا تعالیٰ کی جناب میں قبول ہوگئی اور میں نے ایک مبشر خواب دیکھی اور میرے رب نے مجھے یہ بشارت بھی دی اور فرمایا کہ مَنَعَهُ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ یعنی جو مقابل پر آئے گا اس کو آسمانی روکوں کے ساتھ مقابلہ سے روک دیا جائے گا۔ پس میں سمجھ گیا کہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دشمن لوگ اس کی مثل نہیں لا سکیں گے اور یہ بشارت مجھے رمضان شریف کے آخری عشرے میں ملی تھی۔

طرح کی قابل شرم کارروائیاں کیں تو اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کو یک طرفہ طور پر تفسیر القرآن کا معجزہ عطا فرمایا اور ستر روز کے عرصہ میں رسالہ اعجاز المسیح لکھا گیا۔ اس عرصہ میں طرح طرح کی رکاوٹیں پیش آئیں اور بہت سا وقت بیماری میں گزرا...... انہیں دنوں میں اس رسالہ کے متعلق یہ الہام ہوا کہ مَنَعَهُ مَانِعٌ مِّنَ السَّمَآءِ یعنی روک دیا اس کو روکنے والے نے آسمان سے۔ سو یہ الہام اس صفائی سے پورا ہوا ہے کہ اب تک میاں مہر علی اس کا جواب نہیں دے سکا اور نہ اُن کا کوئی حامی جواب دینے پر قادر ہو سکا۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۰۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

''کتاب اعجاز المسیح کے بارے میں یہ الہام ہوا تھا کہ '' مَنْ[1] قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ. فَسَوْفَ يَرٰى اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ'' یعنی جو شخص غصّہ سے بھر کر اس کتاب کا جواب لکھنے کے لئے طیار ہوگا۔ وہ عنقریب دیکھ لے گا کہ وہ نادم ہوا اور حسرت کے ساتھ اس کا خاتمہ ہوا۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۷۱، ۵۷۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۲۳ رفروری ۱۹۰۱ء سے قبل کی رات فرمایا۔ ''رات ایک پُھنسی نے جو کئی دن سے نکلی ہوئی ہے اور ساتھ ہی خارش نے تنگ کیا۔ بشریّت کی وجہ سے دھیان آیا کہ کہیں یہ ذیابیطس کا اثر اور نتیجہ نہ ہو۔ اتنے میں خدائے رحیم وقدوس نے وحی کی کہ ''اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰی''[2] اور پھر وحی

---

[1] (ا) ''محمد حسن فیضی ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم مدرّس مدرسہ نعمانیہ واقعہ شاہی مسجد لاہور نے عوام میں شائع کیا کہ میں اس کتاب کا جواب لکھتا ہوں اور ایسی لاف مارنے کے بعد جب اس نے جواب کے لئے نوٹ تیار کرنے شروع کئے اور ہماری کتاب کے اندر بعض صداقتوں پر جو ہم نے لکھی تھیں ۔لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ لکھا تو جلد ہلاک ہو گیا۔ دیکھو مجھ پر لعنت بھیج کر ایک ہفتہ کے اندر ہی آپ لعنتی موت کے نیچے آ گیا۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۷۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۰ حاشیہ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

(ب) پیر مہر علی گولڑی نے جب اس کتاب اعجاز المسیح کا بہت عرصہ کے بعد جواب اردو میں لکھا تو اس بات کے ثابت ہو جانے سے کہ یہ اردو عبارت بھی لفظ بہ لفظ مولوی محمد حسن بھیں کی کتاب کا سرقہ ہے مہر علی شاہ کی بڑی ذلت ہوئی اور مذکورہ بالا الہام اس کے حق میں بھی پورا ہوا۔ (نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۷۲)

[2] رحمٰن میں ہی ہوں جو تکلیفوں کو دور کرنے والا ہوں۔

ہوئی ’’اِنِّی لَایَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ‘‘ [1]

(از چٹھی مولانا عبدالکریم صاحبؓ مندرجہ الحکم جلد۵ نمبر۸ مورخہ ۳ / مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۹ تذکرہ صفحہ ۳۳۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

’’کَفَیْنَاکَ الْمُسْتَھْزِئِیْنَ‘‘ [2]

(الحکم جلد۵ نمبر۸ مورخہ ۳ / مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲ تذکرہ صفحہ ۳۳۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

’’حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ وَالسَّلام نے ایک روز اپنی اور سلسلہ عالیہ کے خاص دوستوں کی زیادتی عمر کے لئے دعا کی تو یہ مبشر الہام ہوا۔ ’’رَبِّ زِدْ فِیْ عُمُرِیْ وَ فِیْ عُمُرِ زَوْجِیْ زِیَادَۃً خَارِقَ الْعَادَۃِ‘‘ یعنی اے میرے ربّ! میری عمر میں اور میرے ساتھی کی عمر میں خارق عادت زیادت فرما۔‘‘

(الحکم جلد۵ نمبر۱۴ مورخہ ۱۷ / اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۱۸ / اپریل ۱۹۰۱ء کو آپ نے ایک الہام سنایا۔

سال دیگر را کہ مے داند حساب   تاکجا رفت آنکہ باما بود یار [3]

(الحکم جلد۵ نمبر۱۸ مورخہ ۱۷ / مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

حضور علیہ الصلوٰۃ وَالسَّلام کو ایک دفعہ بخار آیا تو الہام ہوا۔ ’’**السلام علیکم**۔‘‘

چنانچہ اس کے بعد بہت جلد تندرست ہو گئے۔

(الحکم جلد۵ نمبر۸ مورخہ ۱۰ / جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ ۲۰۰۲ء)

۹ / مئی ۱۹۰۱ء کو آپ نے یہ الہام سنایا۔ **آج سے یہ شرف دکھائیں گے ہم**

(الحکم جلد۵ نمبر۱۸ مورخہ ۱۷ / مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

’’اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ایک سورۃ بھیج کر رسول اللہ ﷺ کا قدر اور مرتبہ ظاہر کیا ہے اور وہ سورۃ ہے اَلَمْ تَرَ کَیْفَ فَعَلَ رَبُّکَ بِاَصْحٰبِ الْفِیْلِ ......اس میں

---

[1] (ترجمہ از مرتب) یقیناً میرے حضور مرسل نہیں ڈرتے۔

[2] ٹھٹھا کرنے والوں کے مقابلہ میں ہم تمہارے لئے کافی ہیں۔

[3] (ترجمہ از مرتّب) آئندہ سال کا حساب کون جانتا ہے جو دوست گزشتہ سال ہمارے ساتھ تھے وہ اب کدھر گئے۔

ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ کیا تو نے نہیں دیکھا کہ تیرے رب نے اصحاب الفیل کے ساتھ کیا کیا۔ یعنی ان کا مکر الٹا کر ان پر ہی مارا...........

اس وقت اَصحابُ الفیل کی شکل میں اسلام پر حملہ کیا گیا ہے۔ مسلمانوں کی حالت میں بہت کمزوریاں ہیں......اصحابِ فیل زور میں ہیں مگر خدا تعالیٰ وہی نمونہ پھر دکھانا چاہتا ہے......

مجھے بھی یہی الہام ہوا ہے جس سے صاف صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ کی نصرت اور تائید اپنا کام کر کے رہے گی۔''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۷؍ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

''سُلْطَانُ الْقَلَمِ'' (الحکم جلد ۵ نمبر ۲۲ مورخہ ۱۷؍ جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

تین دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا ''اِنِّیْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً'' [۱]

میں حیران ہوں یہ الہام [۲] مجھے بہت مرتبہ ہوا ہے اور عموماً مقدمات میں ہوا ہے۔ افواج کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقابل میں بھی بڑے بڑے منصوبے کئے گئے ہیں اور ایک جماعت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کا جوش نفسانی نہیں ہوتا ہے اس کے تو انتقام کے ساتھ بھی رحمانیّت کا جوش ہوتا ہے۔ پس جب وہ افواج کے ساتھ آتا ہے تو اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ مقابل میں بھی فوجیں ہیں۔ جب تک مقابل کی طرف سے جوش انتقام کی حد نہ ہو جاوے خدا تعالیٰ کی انتقامی قوت جوش میں نہیں آتی''۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۷؍ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۹، ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

اَیَّامُ غَضَبِ اللّٰہِ [۳]۔ فرمایا جب یہ وحی ہوئی تو میں غضب الٰہی سے ڈر گیا اور میں نے دعا کی تب یہ وحی ہوئی۔ غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِیْدًا [۴] پھر دعا کی تو یہ وحی نازل ہوئی۔ اِنَّہٗ یُنَجِّیْ

۱؎ (ترجمہ از مرتب) میں فوجیں لے کر تیرے پاس اچانک آ ؤں گا۔

۲؎ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ۱۵؍ جولائی ۱۹۰۱ء کو گورداسپور اُس مقدمہ میں جو میرزا نظام الدین وغیرہ پر مسجد مبارک کا راستہ جو شارع عام ہے بند کرنے کی وجہ سے کیا گیا تھا، فریق ثانی کی درخواست پر بغرض ادائے شہادت گئے ہوئے تھے۔ وہاں پر آپ نے یہ الہام بیان فرمایا۔ (خاکسار مرتب)

۳؎ (ترجمہ از مرتب) غضب الٰہی کے دن۔　　۴؎ میں سخت غضبناک ہوا۔

اَھْلَ السَّعَادَۃِ [۱] اس کے بعد یہ وحی ہوئی۔اِنِّیْ اُنْجِی الصَّادِقِیْنَ [۲]

(الحکم جلد۵نمبر۳۰، ۱۷/اگست ۱۹۰۱ءصفحہ ۱۴ تذکرہ صفحہ ۳۳۳، ۳۳۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۱۵/اگست کی صبح کو ایک الہام ہوا۔وَاِنِّیْ اَرٰی بَعْضَ الْمَصَائِبِ تَنْزِلُ [۳]

(الحکم جلد۵نمبر ۳۱، ۲۴/اگست ۱۹۰۱ءصفحہ ۴)

اَللّٰہ جلّ شَانُہٗ نے مجھے خبر دی ہے کہ ’’یُصَلُّوْنَ عَلَیْکَ صُلَحَاءُ الْعَرَبِ وَ اَبْدَالُ الشَّامِ۔ وَ تُصَلِّیْ عَلَیْکَ الْاَرْضُ وَالسَّمَآءُ۔ وَ یَحْمَدُکَ اللّٰہُ عَنْ عَرْشِہٖ‘‘ [۴]

بار ہا غوث اور قطبِ وقت میرے پر مکشوف کئے گئے، جو میری عظمتِ مرتبت پر ایمان لائے ہیں اور لائیں گے......اور مجھے بشارت دی ہے کہ **جس نے تجھے شناخت کرنے کے بعد تیری دشمنی اور تیری مخالفت اختیار کی وہ جہنمی ہے۔**‘‘ [۵]

(از مکتوب حضرت اقدس مورخہ اگست ۸۸ء مندرجہ الحکم جلد۵نمبر۳۲، ۳۱/اگست ۱۹۰۱ءصفحہ ۶)

فرمایا۔’’تقویٰ کے مضمون پر ہم کچھ شعر لکھ رہے تھے اس میں ایک مصرع الہامی درج ہوا۔ وہ شعر یہ ہے۔ ؎

ہر اک نیکی کی جڑ یہ اتقا ہے اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے

اس میں دوسرا مصرعہ الہامی ہے۔‘‘ (الحکم جلد۵نمبر۳۲مورخہ ۳۱/اگست ۱۹۰۱ءصفحہ ۱۳)

۲۶ یا ۲۷/اگست یا اس کے قریب حضرت نے ایک دن فرمایا ’’ہم نے رؤیا میں دیکھا ہے کہ ایک شخص نے قے کی ہے اور اس پر کپڑے دے کر اُسے چھپاتا ہے۔‘‘

(الحکم جلد۵نمبر۳۳مورخہ ۱۰ستمبر ۱۹۰۱ءصفحہ ۹)

---

۱ (ترجمہ از مرتب) وہ سعید لوگوں کو بچالے گا۔ ۲ میں راستبازوں کو نجات دوں گا۔

۳ (ترجمہ از مرتب) میں دیکھتا ہوں کہ بعض مصائب نازل ہو رہے ہیں۔

۴ تجھ پر عرب کے صلحا اور شام کے ابدال درود بھیجیں گے زمین و آسمان تجھ پر درود بھیجتے ہیں اور اللہ تعالیٰ عرش سے تیری تعریف کرتا ہے۔

۵ (نوٹ از ناشر) تذکرہ میں یہ الہام اور اوپر والا الہام ۱۸۸۸ء کے الہامات میں مندرج ہے۔ ملاحظہ ہو۔

(تذکرہ صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۲۸؍اگست ۱۹۰۱ء کی صبح کو حضرت نے فرمایا کہ ’’ہمارے مخالف دو قسم کے لوگ ہیں۔ایک تو مسلمان مُلّا مولوی وغیرہ۔دوسرے عیسائی انگریز وغیرہ۔دونوں اس مخالفت میں اور اسلام پر نا جائز حملے کرنے میں زیادتی کرتے ہیں آج ہمیں ان دونوں قوموں کے متعلق ایک نظارہ دکھایا گیا اور الہام کی صورت پیدا ہوئی مگر اچھی طرح یاد نہیں رہا۔انگریزوں وغیرہ کے متعلق اِس طرح سے تھا کہ ان میں بہت لوگ ہیں جو سچائی کی قدر کریں گے اور مُلّا مولویوں وغیرہ کے متعلق یہ تھا کہ ان میں سے اکثر کی قوّت مسلوب ہوگئی ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۹۔تذکرہ صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

فرمایا۔’’آج ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا دربار ہے اور ایک مجمع ہے اور اس میں تلواروں کا ذکر ہو رہا ہے تو میں نے اللہ تعالیٰ کو مخاطب کر کے کہا کہ **’’سب سے بہتر اور تیز تر وہ تلوار ہے جو تیری تلوار میرے پاس ہے‘‘**۔اس کے بعد ہماری آنکھ کھل گئی اور پھر ہم نہیں سوئے کیونکہ لکھا ہے کہ جب مبشر خواب دیکھو تو اس کے بعد جہاں تک ہو سکے نہیں سونا چاہیے اور تلوار سے مراد یہی حربہ ہے جو کہ ہم اس وقت اپنے مخالفوں پر چلا رہے ہیں جو آسمانی حربہ ہے‘‘۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۹۔تذکرہ صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

فرمایا۔’’میں نے ایک مرتبہ (رؤیا) دیکھا کہ میرے ہاتھ میں ایک کاغذ ہے میں نے ایک شخص کو دیا کہ اسے پڑھو تو اس نے کہا اس پر **اواہن** لکھا ہوا ہے۔مجھے اس سے کراہت آئی۔میں نے اسے کہا کہ تو مجھے دکھا۔جب میں نے پھر ہاتھ میں لے کر دیکھا تو اس پر لکھا ہوا تھا۔ **اَرَدْتُّ اَنْ اَسْتَخْلِفَ فَخَلَقْتُ اٰدَمَ**‘‘۔☆

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۴؍اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۔تذکرہ صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۳۰؍ستمبر ۱۹۰۱ء کی رات کو حضرت اُمُّ المؤمنین علیہا السلام نے ۱۲ بجے کے قریب ایک رؤیا دیکھی اور آپ نے حضرت اقدسؑ کو اسی وقت اس رؤیا سے اطلاع دی، اور وہ یوں ہے۔’’**عیسیٰ کا مسئلہ حل ہو گیا**۔خدا کہتا ہے **میں جب عیسیٰ کو اُتارتا ہوں تو پَوڑی کھینچ لیتا ہوں**۔اس کے معنے

☆(ترجمہ از مرتب) میں نے ارادہ کیا کہ خلیفہ بناؤں۔پس میں نے آدم کو پیدا کیا۔

حضرت اُمّ المؤمنین کے دل میں یہ ڈالے گئے کہ **عیسیٰ کی حیات وممات میں انسان کا دخل نہیں**۔'' یہ تو رؤیا کا مضمون ہے۔حضرت امام ہمام علیہ الصّلوٰۃ وَالسَّلام نے فرمایا۔اس پر میں نے توجہ کی تو یہ القا ہوا کہ **حقیقت میں ہزار سالہ موت کے بعد جواب احیا ہوا ہے، اس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہیں ہے**۔ جیسے خدا نے مسیح کو بن باپ پیدا کیا تھا یہاں مسیح موعود کو بلا واسطہ کسی استاد یا مرشد روحانی زندگی عطا فرمائی۔ استاد بھی حقیقت میں باپ ہی ہوتا ہے بلکہ حقیقی باپ استاد ہی ہوتا ہے۔ افلاطون کہتا ہے کہ باپ تو روح کو زمین پر لاتا ہے اور استاد زمین سے آسمان پر پہنچاتا ہے۔غرض تو جیسے مسیح بن باپ پیدا ہوا اور اُس کی اس حیات میں کسی انسان کا دخل نہ تھا۔ ویسے ہی یہاں بدُوں کسی استاد یا مُرشد کے خدا تعالیٰ نے محض اپنے فضل اور فیض سے روحانی زندگی عطا کی۔

پھر مَیں نے موت کے متعلق جب توجہ کی ،تو ذرا سی غنودگی کے بعد الہام ہوا **فری میسن مسلّط نہیں کئے جائیں گے کہ اس کو ہلاک کریں**۔'' فری میسن کے متعلق میرے دل میں گزرا کہ جن کے ارادے مخفی ہوں۔ پوڑی کے متعلق یہ تفہیم ہوئی کہ ارواح کا نزول آسمان سے ہی ہوتا ہے اور صعود بھی آسمان ہی پر ہوتا ہے۔

غرض یہ کیسی لطیف بات ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں عظیم الشان بشارت اور پیشگوئی رکھ دی ہے۔لوگ ہمارے قتل کے ارادے کریں گے۔مگر خدا تعالیٰ ان کو ہم پر مسلط نہیں کرے گا۔''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۷۔تذکرہ صفحہ ۳۳۵۔۳۳۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

''ایک دفعہ میں نے عالَمِ کشف میں دیکھا کہ مبارک احمد جو پسر چہارم میرا ہے، چٹائی کے پاس گر پڑا ہے اور سخت چوٹ آئی ہے اور کُرتہ خون سے بھر گیا ہے۔

خدا کی قدرت کہ ابھی اس کشف پر شاید تین منٹ سے زیادہ نہیں گزرے ہوں گے کہ میں دالان سے باہر آیا اور مبارک احمد کہ شاید اس وقت سوا دو سال کا ہوگا چٹائی کے پاس کھڑا تھا۔ بچوں کی طرح کوئی حرکت کر کے پَیر پھسل گیا اور زمین پر جا پڑا اور کپڑے خون سے بھر گئے اور جس طرح عالَمِ کشف میں دیکھا تھا اسی طرح ظہور میں آ گیا۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹۷، ۵۹۸۔تذکرہ صفحہ ۳۳۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

قاضی یوسف علی صاحب نعمانی سر رشتہ دار ا یگزیکٹو کمیٹی...... ریاست جیند پانچ مہینے سے سخت بیمار تھے۔ بیماری کی حالت میں سنگرور سے بمشکل دارالامان میں حضرت امام کے قدموں میں حاضر ہوئے......ایک روز وہ سخت بیمار ہوئے۔یعنی ۲۱ر اکتوبر ۱۹۰۱ء کوظہر کے وقت سے ان کی حالت متغیر ہوگئی......قریب تھا کہ روح پرواز کر جائے نبض ایسی کمزور ہوئی کہ گویا ایک کیڑی کی چال سے بھی کم تھی...... صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی گھبرائے اور حضرت امام علیہ الصّلوٰۃ وَالسَّلام کی خدمت میں حاضر ہوئے ......حضرت اقدس نے تین دوائیں اپنے پاس سے اسی وقت طیار کر کے صاحبزادہ صاحب کو عنایت کیں اور خود دعا کی۔ کچھ منٹ ہی گزرے ہوں گے جو حضرت کو دو رؤیا مبشر اور ایک الہام ہوا۔ وہ الہام یہ ہے۔

’’ھٰذَا عِلَاجُ الْوَقْتِ وَالنِّرْبِسِیُّ‘‘

اس کے معنے یہ ہوئے کہ جو علاج آپ نے کیا یہ ایسے ہی آڑے وقت کا علاج ہے اور نربسی جوزہروں کو دور کرنے والی ہے اس کا استعمال کرو۔ سو حضرت اقدس صبح کے وقت نربسی اپنے ساتھ لائے اور اس کے استعمال کا حکم دیا۔ یہ یقینی بات ہے کہ اِدھر حضرت اقدس نے دعا کی اور اُدھر الہام اور رؤیا ہوا اور اُسی وقت جو ایک منٹ کا فاصلہ بھی بیچ میں نہیں بتا سکتے قاضی صاحب میں روح داخل ہوگئی اور آناًفاناً میں تندرست ہوگئے۔‘‘

(الحکم جلد ۵ نمبر ۳۹ مورخہ ۲۴ر اکتوبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۵۔تذکرہ صفحہ ۳۳۶، ۳۳۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

فرمایا۔’’آج ایک منذر الہام ہوا ہے اور اس کے ساتھ ایک خوفناک رؤیا بھی ہے وہ الہام یہ ہے۔ مَحْمُوْمٌ[1] پھر نَظَرْتُ اِلَی الْمَحْمُوْمِ[2]۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۴۲، ۱۷ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴)

’’(رات) میں نے دیکھا کہ ایک سپاہی وارنٹ لے کر آیا ہے اور اس نے میرے ہاتھ پر ایک رَسّی سی لپیٹی ہے، تو مَیں اُسے کہہ رہا ہوں کہ یہ کیا ہے مجھے تو اس سے ایک لذّت اور سُرور آ رہا ہے وہ لذّت ایسی ہے کہ مَیں اُسے بیان نہیں کر سکتا پھر اسی اثنا میں میرے ہاتھ میں معاً ایک پروانہ دیا گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ یہ اعلیٰ عدالت سے آیا ہے وہ پروانہ بہت ہی خوشخط لکھا ہوا تھا اور میرے بھائی

[1] (یعنی) ایک تپ والا آیا۔ [2] میں نے اس تپ والے کی طرف دیکھا۔

مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کا لکھا ہوا تھا۔ میں نے اس پروانہ کو جب پڑھا تو اس میں لکھا ہوا تھا۔ **عدالت عالیہ نے اسے بری کیا ہے**۔ فرمایا اس سے پہلے کئی دن ہوئے یہ الہام ہوا تھا۔ رَشَنَ الْخَبَرُ[1] رَشَن ناخواندہ مہمان کو کہتے ہیں''۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۷، ۳۳۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

مبارکہ[2] کے متعلق ایک الہام سنایا۔

''نواب مبارکہ بیگم''

(الحکم جلد ۵ نمبر ۴۴ مورخہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

''ہوا اِک خواب میں مجھ پر یہ اظہر　　کہ اس[3] کو بھی ملے گا بخت برتر
لقب عزّت کا پاوے وہ مقرّر　　یہی روزِ اَزل سے ہے مقدّر
نہ دیکھیں وہ زمانہ بے کسی کا　　مصیبت کا، الم کا، بے بسی کا
یہ ہو میں دیکھ لوں تقویٰ سبھی کا　　جب آوے وقت میری واپسی کا
بشارت تو نے پہلے سے سنا دی　　**فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ**[4]
خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد　　بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد[5]
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد　　بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد
خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی　　**فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ**
بشارت دی کہ اک بیٹا ہے تیرا　　جو ہو گا ایک دن محبوب میرا
کروں گا دور اس ماہ سے اندھیرا　　دکھاؤں گا کہ اک عالم کو پھیرا
بشارت کیا ہے اِک دل کی غذا دی　　**فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ**

---

[1] یعنی اچانک خبر آ گئی　[2] حضرت اقدسؑ کی صاحبزادی　[3] حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ (مرتب)

[4] اِنَّ اللّٰهَ لَا یُبَشِّرُ الْاَنْبِیَاءَ وَالْاَوْلِیَاءَ بِذُرِّیَّةٍ اِلَّا اِذَا قَدَّرَ تَوْلِیْدَ الصَّالِحِیْنَ (آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۷۹ حاشیہ) ترجمہ۔ اللہ تعالیٰ اپنے انبیاء اور اپنے پیاروں کو اسی صورت میں اولاد کی بشارت دیتا ہے جبکہ اس نے صالحین پیدا کرنا مقدر کر لیا ہو۔　[5] پاک ہے وہ ذات جس نے سب دشمنوں کو ذلیل و خوار کیا (مرتب)

کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آ جائے گی جس سے قیامت
مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی فَسُبۡحَانَ الَّذِیۡ اَخۡزَی الۡاَعَادِیۡ"

(از آمین صاحبزادگان مطبوعہ ۲۷/نومبر ۱۹۰۱ء۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

"ایک دفعہ میں نے خواب میں دیکھا کہ مبارک احمد میرا چوتھا لڑکا فوت ہو گیا ہے۔ اس سے چند دنوں کے بعد مبارک احمد کو سخت تپ ہوا اور آٹھ دفعہ غش ہو کر آخری غش میں ایسا معلوم ہوا کہ جان نکل گئی ہے۔ آخر دعا شروع کی اور ابھی میں دعا میں تھا کہ سب نے کہا کہ مبارک احمد فوت ہو گیا ہے۔ تب میں نے اس پر اپنا ہاتھ رکھا، تو نہ دم تھا نہ نبض تھی۔ آنکھیں میّت کی طرح پتھرا گئیں تھیں۔ دُعا نے ایک خارق عادت اثر دکھلایا اور میرے ہاتھ رکھنے سے ہی جان محسوس ہونے لگی، یہاں تک کہ لڑکا زندہ ہو گیا اور زندگی کے علامات پیدا ہو گئے۔ تب میں نے بلند آواز سے حاضرین کو کہا کہ اگر عیسیٰ بن مریم نے کوئی مردہ زندہ کیا ہے تو اس سے زیادہ ہرگز نہیں یعنی اِسی طرح کا مُردہ زندہ ہوا ہو گا نہ کہ وہ جس کی جان آسمان پر پہنچ چکی ہو اور مَلک الموت نے اس کی روح کو قرارگاہ تک پہنچا دیا ہو"۔

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

ایک دفعہ مجھے الہام ہوا۔ "رَبِّ اَرِنِیۡ کَیۡفَ تُحۡیِ الۡمَوۡتٰی .رَ بِّ اغۡفِرۡ وَارۡحَمۡ مِنَ السَّمَآءِ" اے میرے رب! مجھے دکھا کہ تو مردہ کیونکر زندہ کرتا ہے اور آسمان سے اپنی بخشش اور رحمت نازل فرما۔

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۱۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

الٰہی سلسلوں کی ایک خصوصیت

منہاج نبوت کا ایک اصل

قرآن کریم پر تدبر کرنے اور منہاج نبوت اور انبیاء علیہم السلام کی زندگی کے حالات پر غور کرنے سے یہ صاف سمجھ میں آتا ہے کہ الٰہی سلسلے ابتلاؤں اور مخالفت کے طوفان میں پرورش پاتے اور بڑھتے اور پھولتے ہیں قرآن کریم میں آدمؑ سے لے کر سیّد الاوّلین والآخرین حضرت خاتم النبیّین ﷺ کے زمانہ تک ہر عہد میں مامورین ومرسلین کی مخالفت میں آدم وابلیس کا نیا مظاہرہ ہوا۔

یہ آدم وابلیس کی جنگ ہر زمانہ میں شدت اختیار کرتی گئی یہاں تک کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں شدت کے انتہائی نقطہ پر پہنچ گئی چونکہ تمام نبوتیں آپؐ کے وجود باجود میں نہ صرف جمع ہوگئیں بلکہ اپنے انتہائی کمال پر پہنچ گئی تھیں اس لئے جو مصائب اور مشکلات ہر نبی کے راستہ میں آئی تھیں وہی آپؐ کے مقابلہ میں جمع ہوگئیں اور ان ابتلاؤں اور مصائب میں آپؐ کے کمال صبر اور استقلال کا بھی لانظیر نمونہ نظر آتا ہے۔

حقیقت میں اخلاقی قوتوں کا ظہور و بروز ابتلاؤں اور مشکلات کے سلسلہ میں ہوتا ہے۔ پس حضرت امام العصر کا زمانہ حیات بھی ہر قسم کے مشکلات اور ابتلاؤں کا زمانہ نظر آتا ہے۔ آپ اپنے یوم بعثت سے ہی میدان جنگ میں انسانی حیثیت سے یک وتنہا کھڑے تھے اور جیسے جیسے جماعت بڑھتی جاتی تھی ابتلاؤں کے نئے سامان پیدا ہوتے جاتے تھے مگر خارق عادت حوصلہ اور استقلال آپ کو دیا گیا تھا اور اس بلند ہمتی کو اُن مبشرات نے کامل یقین اپنی کامیابی کا دے دیا تھا جو اللہ تعالیٰ کی وحی سے ملتے تھے۔

اس اصل اور سنت اللہ کے موافق ۱۹۰۱ء کا سال اگرچہ ترقی کا ہر نیا دن لاتا تھا مگر ساتھ ہی نئے فتن بھی پیدا ہوجاتے تھے جن کا سلسلہ لمبا ہوجاتا تھا۔ چنانچہ **پہلا بڑا ابتلا محاصرہ کا تھا۔**

جماعت احمدیہ اور حضرت امام کا محاصرہ

پچھلی جلد میں مَیں نے اس عنوان کے تحت اُس دیوار کا ذکر کیا ہے جو ۷/جنوری ۱۹۰۱ء کو آپ کے چچازاد اور ابوجہل وابولہب سے بڑھ کر مخالف بھائیوں نے مساجد اور اَلدَّار کے راستہ میں کھڑی کی تھی جس پر ان کا کوئی قانونی یا شرعی حق نہ تھا۔ اور نہ خود ان کا کوئی ذاتی فائدہ تھا بلکہ محض شرارت۔ حضرت اقدس فطرتاً مقدمہ بازی سے نفرت کرتے تھے اور وہ صُلح اور آشتی ہی کو پسند کرتے تھے چنانچہ آپ نے تمام عمر بحیثیت مدّعی عدالت میں جانا پسند نہ کیا ماموریت سے قبل اپنے والد صاحب محترم مرحوم کے حکم کی بجا آوری میں بَرًّا بِالْوَالِدَیْن کی تعمیل میں بعض مقدمات میں مجبوراً جانا پڑا مگر آپ نے اپنے عہدِ سعادت میں کسی پر نالش نہ کی۔ پیش آمدہ معاملات جو خاندانی اراضیات اور ان کے حقوق کے متعلق مقدمات کا سلسلہ آپ کے برادر بزرگ مرزا غلام قادر صاحب مرحوم نے کئے اور جن کا سلسلہ اُن کے بعد حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے زمانہ میں جاری رہا اور آخر فریق ثانی کے حق میں صحیح یا غلط ہوا۔ جس کی تلافی خود آپ کے عصر سعادت میں ہوگئی کہ وہ اراضیات واپس ہوئیں گو قیمتاً نہ سہی دراصل وہ مقدمات بھی مرزا امام الدین کی شرارت اور سازش کا نتیجہ تھے اس لئے کہ اُسے حضرت اقدس سے انتہائی بُغض تھا۔

حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کی روایت

اس سلسلہ میں اس واقعہ کا بھی اظہار ضروری سمجھتا ہوں کہ جناب مرزا غلام قادر صاحب مرحوم کے نمبردار اور جانشین مرزا سلطان احمد صاحب ہی تھے حضرت اقدس کو ان کے معاملات سے تعلق نہ تھا۔ چنانچہ اراضی متنازعہ کی تقسیم اور فریق مخالف کے اخراجات مقدمہ کا مرحلہ آیا تو وہ کہتے ہیں کہ میں نے تقسیم کے کاغذات اور ادائے اخراجات کے متعلق مشورہ چاہا مجھے اس تقسیم کے لئے فیروز پور جانا تھا۔ جہاں مرزا عظیم بیگ افسر مال تھے۔ اراضی کی تقسیم آسان امر نہیں ہوتا اس کی قسم کے لحاظ سے محل وقوع کے لحاظ سے قیمت کا فرق ہوتا ہے مگر مرزا سلطان احمد صاحب نے میرے عرض کرنے

پر فرمایا مرزا اعظیم بیگ جن قطعات کو لینا چاہیں اور جو فہرست تیار کرائیں اس پر بلا تامل دستخط منظوری کے کر دینا **آخری فیصلہ تو اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ چاہے تو یہ اراضیات ہی نہیں اور بھی دے سکتا ہے۔**

مرزا صاحب فرماتے تھے مجھے کسی قدر قبض تھی اور میں چاہتا تھا، تقسیم اراضیات کے اصول پر ہو مگر میں نے آپ کے حکم کی تعمیل میں پس و پیش نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ فیروز پور میں ان کے پاس پنڈت خوشحال رائے پہلے سے گیا ہوا تھا اور وہ مرزا اعظیم بیگ کے طرفداروں میں تھے اس نے مجھے تقسیم کے معاملہ میں فہرستوں پر نظر ثانی کرنے کا مشورہ دیا اور اصرار کیا کہ اچھے قطعات ادھر جا رہے ہیں مگر میں نے کہا کہ **میں نے مرزا صاحب کے حکم کی تعمیل کرنی ہے اس بحث میں نہیں پڑنا چنانچہ فوراً دستخط کر دیئے** اور اخراجات مقدمہ بھی نہایت قیمتی جائیدادوں کو فرخت کر کے فوراً ادا کر دیئے۔

یہ واقعہ بتاتا ہے کہ آپ کو مقدمات سے کس قدر نفرت تھی لیکن اس مقدمہ میں جب ہر قسم کی صلح صفائی کی کوششیں ناکام ہو گئیں تو نہ جائیداد کے حقوق ملکیت کے تحفظ کے لئے بلکہ اسی تکلیف کو دور کرانے کے لئے (جس سے ہر روز سینکڑوں انسان متاثر ہوتے تھے) عدالت دیوانی میں جانا پڑا اور آٹھ ماہ تک جماعت کو اور آپ کو بے حد تکلیف سے گزرنا پڑا۔

حضرت اقدس کی شہادت اور مقدمہ کا فیصلہ

بالآخر ان ابتدائی مراحل سے جو دیوانی مقدمات کے لئے لازمی ہیں گزرتے ہوئے حضرت اقدس کی شہادت کا مرحلہ آ گیا۔ اس مقدمہ کی قانونی پیروی مکرم حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مرحوم و مغفور اور مکرم حضرت مولوی محمد علی صاحب مرحوم و مغفور بحیثیت وکیل کر رہے تھے۔ اس موقعہ پر مختلف جماعتوں کے افراد جمع ہو گئے تھے کپورتھلہ، امرتسر، لاہور وغیرہ۔ مَیں نے ان تفصیلات کا ذکر ۱۷ر جولائی ۱۹۰۱ء اور بعد کے اخبار الحکم کے مختلف نمبروں میں کیا ہے۔ ان میں سے بعض اقتباسات اس لئے دوں گا کہ ان سے حضرت اقدس کی سیرت ایمانی اور **تَوَكُّلُ عَلَى اللّٰہ** اور اپنے غالب آنے کے یقین کا انتہائی مقام ثابت ہوتا ہے۔

حضرت اقدس گورداسپور میں

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسّلام ۱۵؍جولائی ۱۹۰۱ء کو اس مقدمہ میں جو مرزا نظام الدین وغیرہ پر مسجد کا راستہ جو شارع عام ہے بند کرنے کی وجہ سے کیا گیا ہے فریق ثانی کی درخواست پر بغرض ادائے شہادت جانا پڑا۔ دیگر احباب کے ہمراہ خاکسار ایڈیٹر الحکم کو بھی ہمرکاب جانے کا فخر تھا اس لئے جو کیفیت اس سفر میں مَیں نے اپنی آنکھ سے دیکھی اُس کا لُطف ناظرین الحکم کو دکھانا بھی ضروری سمجھا اگرچہ وہ کیفیت جو صرف دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کسی طرح سے بھی زبان قلم سے ادا نہیں ہو سکتی لیکن تاہم جس قدر ممکن ہے بیان کرنا ضروری ہے اس لئے مختصر طور پر عرض کی جاتی ہے۔

دارالامان سے روانگی

۱۵؍جولائی کی صبح کو حضرت اقدس نے دارالامان سے روانہ ہونے کا حکم دیا چنانچہ حضور کے لئے فٹن (Phaeton) کی سواری تیار کی گئی اور احباب کے لئے یکے کئے گئے دارالامان سے حضرت اقدس معہ زمرہ خدام قریباً ۷ بجے روانہ ہوئے اور کوئی پاؤ میل تشریف لے گئے۔ حضور کی روانگی کا یہ نظارہ بھی قابل دید تھا۔ ایک گروہ کثیر خدّام کا آپ کو حلقہ میں لئے ہوئے جا رہا تھا۔ جس سے اس محبت وعشق کا پتہ ملتا تھا جو آپ کے مریدوں کو آپ سے ہے۔ چونکہ حضرت مولانا مولوی نورالدین صاحب کو کچھ دیر لگی اس لئے حضور آپ کے انتظار کے لئے ٹھہر گئے آخر مولوی صاحب کے پہنچنے پر احباب یکوں میں اور حضور فٹن میں سوار ہو کر رخصت ہوئے۔

گورداسپور کا قیام

گورداسپور میں حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد علی صاحب کی تجویز کے موافق ان کے خسر منشی نبی بخش صاحب رئیس گورداسپور کے عالی شان مکان میں قیام فرمایا۔ مقدمہ کے متعلق باتوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور کسی کے یہ کہنے پر کہ فریق مخالف نے بہت بیہودہ جرح کرنے کا ارادہ کیا ہوا ہے

آپ نے فرمایا ’’میں اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کرتا مومن کا ہاتھ اوپر ہی پڑتا ہے یَدُاللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ[1] کافروں کی تدبیریں ہمیشہ الٹی ہو کر انہی پر پڑتی ہیں۔مَکَرُوْا وَمَکَرَاللّٰہُ وَاللّٰہُ خَیْرُ الْمٰکِرِیْنَ[2] مَیں یہ اچھی طرح جانتا ہوں کہ ان لوگوں کو میرے ساتھ ذاتی عداوت اور بغض ہے اور اس کی وجہ یہی ہے کہ میں مِلَلِ بَاطلہ کے ردّ کرنے کے لئے مامور کیا گیا ہوں۔ میں جانتا ہوں اور میں اس میں ہرگز مبالغہ نہیں کرتا مِلَلِ بَاطلہ کے ردّ کرنے کے لئے جس قدر جوش مجھے دیا گیا ہے میرا قلب فتویٰ دیتا ہے کہ اس تردید وابطال مِلَلِ بَاطلہ کے لئے اگر تمام روئے زمین کے مسلمان ایک ترازو کے پلّہ میں رکھے جاویں اور میں اکیلا ایک طرف تو میرا پلّہ ہی وزن دار ہوگا۔ آریہ عیسائی اور باطل ملّتوں کے ابطال کے لئے جب میرا جوش اس قدر ہے پھر اگر ان لوگوں کو میرے ساتھ بغض نہ ہوتو اور کس کے ساتھ ہو۔ان کا بغض اس قسم کا ہے جیسے جانوروں کا ہوتا ہے تین دن ہوئے مجھے الہام ہوا تھا ’’اِنِّی مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِیْکَ بَغْتَةً ‘‘ میں حیران ہوں کہ یہ الہام مجھے بہت مرتبہ ہوا ہے اور عموماً مقدمات میں ہوا ہے افواج کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ مقابل میں بھی بڑے بڑے منصوبے کئے گئے ہیں اور ایک جماعت ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کا جوش نفسانی نہیں ہوتا ہے اس کے تو انتقام کے ساتھ رحمانیت کا جوش ہوتا ہے۔ پس جب وہ افواج کے ساتھ آتا ہے تو اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ مقابل میں بھی فوجیں ہیں جب تک مقابل کی طرف سے جوش انتقام کی حد نہ ہو جاوے خدا تعالیٰ کی انتقامی قوت جوش میں نہیں آتی۔‘‘

اس کے بعد مقدمہ کے متعلق کچھ اور باتیں ہوتی رہیں لیکن بیچ میں کچھ نصیحتیں اور تقویٰ کی ترغیب اور اس کے خلاف کی ترہیب کی بھی ہوتی رہتی تھیں۔ شام کو حضرت اقدس سیر کو تشریف لے گئے اور وہ رات اسی طرح پر مقدمہ کے متعلق بعض امور دریافت طلب اور بحث طلب میں مع الخیر گزر گئی۔ رات کو خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے تشریف لے آئے۔

۱۶؍جولائی ۱۹۰۱ء آج دس بجے کے بعد حضرت اقدس کو شہادت میں پیش ہونا تھا فجر کی نماز

---

[1] الفتح :۱۱ [2] آل عمران: ۵۵

کے بعد کچھ دن چڑھے احباب کا مجمع ہوگیا اور مقدمہ ہی کے متعلق ذکر شروع ہوا کوئی آٹھ اور نو بجے کے درمیان حضرت مسیح موعود کی خدمت میں ہمارے عزیز بھائی ڈاکٹر فیض قادر صاحب وٹرنری اسسٹنٹ کپورتھلہ کے بھائی منشی فیض رحمٰن صاحب ٹریژری کلارک گورداسپور کے مقدمہ کے لئے دعا کے واسطے عرض کی گئی۔ حضرت اقدس نے ان کو مخاطبت کر کے فرمایا۔

''میرا مذہب تو یہ ہے کہ جس کو بلا سے بچنا ہو وہ پوشیدہ طور پر خدا سے صلح کر لے اور اپنی ایسی تبدیلی کر لے کہ خود اسے محسوس ہو جاوے کہ میں وہ نہیں ہوں خدا تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ [1] سچے مذہب کی جڑ خدا پر ایمان ہے اور خدا پر ایمان چاہتا ہے کہ سچی پرہیز گاری ہو خدا کا خوف ہو۔ تقویٰ والے کو خدا تعالیٰ کبھی ضائع نہیں کرتا وہ آسمان سے اس کی مدد کرتا ہے فرشتے اس کی مدد کو اُترتے ہیں اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ متقی سے معجزہ ظاہر ہو جاتا ہے اگر انسان خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری صفائی کر لے اور ان افعال و اعمال کو چھوڑ دے جو اس کی نارضامندی کا موجب ہیں تو وہ سمجھ لے کہ برکت سے طے پا جائے گا۔ ہمارا ایمان تو آسمانی کارروائیوں پر ہی ہے یہ سچی بات ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی کا ہو جائے تو سارا جہان اپنی مخالفت سے کچھ بھی بگاڑ نہیں سکتا۔ جس کو خدا محفوظ رکھنا چاہے اس کو گزند پہنچانے والا کون ہوسکتا ہے؟

پس خدا پر بھروسا کرنا ضروری ہے اور یہ بھروسا ایسا ہونا چاہیے کہ ہر ایک شئے سے بکلّی پاک ہو۔ اسباب ضروری ہیں مگر خلق اسباب بھی خدا تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے وہ ہر ایک سبب کو پیدا کر سکتا ہے۔ اس لئے اسباب پر بھی بھروسہ نہ کرو اور یہ بھروسہ یوں پیدا ہوتا ہے کہ نمازوں کی پابندی کرو۔ اور نمازوں میں دعاؤں کا التزام رکھو ہر ایک قسم کی لغزش سے بچنا چاہیے اور ایک نئی زندگی کی بنیاد ڈالنی چاہیے یہ یاد رکھو! **عزیز بھی ایسے دوست نہیں ہوتے جیسے خدا عزیز ہوتا ہے** وہ راضی ہو تو جہاں راضی ہو جاتا ہے اگر وہ کسی پر رضامندی ظاہر کرے تو الٹے اسباب کو سیدھا کر دیتا ہے۔ مضر کو مفید بنا

---

[1] الرّعد : ۱۲

دیتا ہے یہی تو اس کی خدائی ہے۔

ہاں یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جس کے لئے دعا کی جاتی ہے اس کو ضروری ہے کہ خود اپنی صلاحیت میں مشغول رہے اگر وہ کسی اور پہلو سے خدا کو ناراض کر دیتا ہے تو وہ دعا کے اثر کو روکنے والا ٹھہرتا ہے۔ مسنون طریق پر احباب سے مدد لینا گناہ نہیں ہے مگر مقدم خدا کو رکھے اور ایسے اسباب اختیار نہ کرے جو خدا تعالیٰ کی ناراضی کا موجب ہوں میں بھی انشاء اللہ تعالیٰ دعا کروں گا تم خود اپنی صلاحیت میں مشغول ہو۔ اور خدا تعالیٰ سے صلح کرو کہ یہی کارساز ہے۔

مسیح موعودؑ اور یسوع انجیلی کے شاگرد

اس مقام پر ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم مسیح موعودؑ کے خدّام اور یسوع انجیلی کے شاگردوں پر بھی ایک نظر کریں۔

یسوع صاحب کا گرفتار کرانے والا یہودا اسکریوطی یسوع صاحب کا خاص حواری اور خزانچی تھا۔ پطرس جو اعظم الحوارِیّین کہلاتا ہے اس نے خود یسوع صاحب کے سامنے عدالت میں تین بار انکار کیا اور لعنت کی۔ باقیوں کی نسبت انجیل میں لکھا ہے کہ یسوع ان کو لے کر گتسمنی نام ایک جگہ میں آیا اور اپنے شاگردوں سے کہنے لگا کہ یہیں بیٹھے رہنا جب تک میں وہاں جا کر دعا مانگوں اور پطرس اور زبدی کے دونوں بیٹوں کو لے کر غمگین اور بے قرار ہونے لگا۔ اس وقت اس نے ان سے کہا میری جان نہایت غمگین ہے یہاں تک کہ مرنے کی نوبت پہنچ گئی ہے تم یہاں ٹھہرو اور میرے ساتھ جاگتے رہو اور پھر تھوڑا آگے بڑھ کر مُنہ کے بَل گر گیا اور یہ دعا مانگی کہ اے میرے باپ! اگر ہو سکے تو یہ پیالہ مجھ سے ٹل جاوے۔ تاہم میری نہیں بلکہ تیری ہی مرضی پوری ہو پھر شاگردوں کے پاس آ کر انہیں سوتے پایا اور پطرس سے کہا کہ کیوں تم میرے ساتھ ایک گھڑی بھی نہ جاگ سکے۔ جاگو اور دعا مانگو تا کہ آزمائش میں نہ پڑو...... پھر دوبارہ اس نے جا کر یہ دعا مانگی......اور آ کر انہیں پھر سوتے پایا۔ وغیرہ وغیرہ۔

یسوع صاحب بار بار شاگردوں کو جاگتے رہنے کی تاکید کرتے ہیں مگر جب آ کر دیکھتے ہیں تو انہیں سوتے ہی پاتے ہیں گویا آپ کے حکم کی کوئی تعمیل نہیں کی جاتی ہے۔ آخر تیسری مرتبہ یسوع انہیں سوتا ہی چھوڑ کر چلا گیا۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود کے خدّام نے کیا نمونہ دکھایا، اور خدمات کو چھوڑ کر ہم اس مقدمہ ہی کے متعلق اس سونے کے رنگ کے واقعہ کو سنانا چاہتے ہیں اگر چہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام ایسے رحیم وکریم ہیں کہ اپنے خدّام کیا کسی شخص کو بھی کبھی کوئی تکلیف اپنی آسائش اور آرام کے لئے دینا نہیں چاہتے بلکہ خود اپنے اوپر تکلیف گوارا کر کے دوسروں کو آرام پہنچانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ سیرت مسیح موعود کے پڑھنے والے اس بات سے بے خبر نہیں ہوں گے۔ محمد حسین والے مقدمہ میں بمقام پٹھان کوٹ جبکہ خاکسار ایڈیٹر الحکم رات کو بیمار ہو گیا تو حضرت اقدس نے آدھی رات کو اٹھ کر اسے دوائی عنایت فرمائی تھی۔ جَزَاھُمُ اللّٰهُ اَحۡسَنَ الۡجَزَآءِ۔

جس روز رات کو گورداسپور پہنچے تھے حضرت اقدس کی طبیعت کسی قدر ناساز تھی با ایں ہمہ حضرت اقدس نے تمام احباب کو جو ساتھ تھے آرام کرنے اور سو جانے کی ہدایت فرمائی تھی۔ چنانچہ تعمیل ارشاد کے لئے متفرق مقامات پر احباب جا کر سو رہے۔ برادرم عبدالعزیز صاحب اور دو تین اور دوست اس مکان میں رہے جہاں حضرت اقدس آرام کرتے تھے ساری رات حضرت اقدس ناسازیٔ طبیعت اور شدّتِ حرارت کی وجہ سے سو نہ سکے۔ چونکہ بار بار رفع حاجت کی ضرورت محسوس ہوتی تھی اس لئے بار بار اٹھتے تھے حضرت اقدس ارشاد فرماتے تھے کہ میں حیران ہوں کہ ساری رات منشی عبدالعزیز صاحب یا تو سوئے ہی نہیں یا اس قدر ہوشیاری سے پڑے رہے کہ ادھر میں سر اٹھاتا تھا اُدھر منشی صاحب اٹھ کر اور لوٹا لے کر حاضر ہو جاتے تھے۔ گویا یہ بندۂ خدا ساری رات جاگتا ہی رہا اور ایسا ہی دوسری رات بھی ...... پھر فرمایا کہ درحقیقت آدابِ مُرشد اور خدمت گزاری ایسی شے ہے جو مُرید و مُرشد میں ایک گہرا رابطہ پیدا کر کے وصول اِلی اللہ اور حصولِ مرام کا نتیجہ پیدا کرتی ہے اس خلوص اور اخلاص کو جو منشی صاحب میں ہے ہماری جماعت کے ہر فرد کو حاصل کرنا چاہیے۔

اب غور طلب امر یہ ہے کہ وہ کیا بات ہے جس نے اس قدر جان نثاری اور عشق آپ کے مریدوں میں پیدا کر دیا ہے جو یسوع صاحب کو نصیب نہ ہوا۔ وہ ہے جناب مسیح موعود کی قوّتِ قُدسی اور اَنفاسِ طَیِّبہ کا اثر ہم نے یسوع ناصری کے شاگردوں اور مسیح موعود کے خدام کا ایک ہی واقعہ پیش کر دیا ہے اب ناظرین خود اندازہ لگا لیں گے کہ کون زیادہ کامیاب ہوا ہم کو حیرت اور تعجب ہوا کرتا ہے کہ جب ہم پادریوں کو یسوع صاحب اور رسول اللہ ﷺ کا مقابلہ کرتے ہوئے دیکھا کرتے ہیں۔ یسوع صاحب تو مقابلہ میں مسیح موعود کے برابر نہیں اتر سکے۔ چنانچہ یہ بیّن ثبوت ہے جو ہم نے پیش کیا ہے۔

شہادت کے بعض اقتباسات

آپ کا بیان طویل ہے عدالت میں جَمِّ غَفِیر تھا جن میں بعض عدالتوں کے مجسٹریٹ اور وکیل موجود تھے۔ کمرہ میں کافی سے زیادہ ہجوم تھا میں صرف بعض اقتباسات یہاں درج کروں گا۔

ذاتی تکلیف

اس دیوار کے بننے سے مجھے بڑی ذاتی تکلیف ہوئی ہے ذاتی تکلیف سے یہ مراد ہے کہ مالی تکلیف ہوئی ہے کہ کنواں بنانا پڑا اور چھاپے خانہ کا بہت بڑا حرج ہوا۔ مسافر اور میرے ملاقاتی جو بڑے معزز اور شریف آدمی ہوتے ہیں وہ ملاقات کے لئے ترستے رہتے ہیں میں اوپر ہوتا ہوں اور وہ نیچے۔ میں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا کہ مجھے اس سے کس قدر درد پہنچتا ہے آٹھ ماہ ہوئے ایک شریف غریب مجھ سے ملنے آیا اس کو چوٹیں لگیں کیونکہ راستہ چکردار ہے وہ بہت خراب ہے اور پتھریلا ہے برسات میں خصوصاً چلنے کے قابل نہیں ہوتا۔ دیوار متنازعہ کے درمیان کوئی فرش نہیں لگایا گیا بازار میں پکا فرش ہے ہماری گلیوں میں پکا فرش نہیں ہے مجھے خبر نہیں ہے کہ اور گلیوں میں ہے یا نہیں؟

قبل از دیوار میری آمد ورفت اور وجوہات عداوت

قبل از دیوار میرے باہر جانے کا راستہ اسی طرف سے تھا جہاں دیوار ہے میں زنانخانہ سے عموماً نہیں گزرتا ہوں کیونکہ وہاں مہمان عورتیں موجود ہوتی ہیں اس لحاظ سے کہ ممکن ہے کہ عورتیں کسی حال میں ہوں ہمیشہ اوپر سے ہی آتا ہوں۔

مدعا علیہم کو میرے ساتھ قریباً انیس بیس سال سے عداوت ہے عداوت کی ایک وجہ یہ ہے کہ میرزا امام الدین کی ہمشیرہ مرزا اعظم بیگ کے لڑکے مرزا اکبر بیگ سے بیاہی گئی تھی اور میرزا اعظم بیگ قادیان کی اراضی کا خریدار ہوا تھا اس لئے ان لوگوں کے حصے خریدے جو بیدخل تھے۔

ایک وجہ عدوت کی یہ بھی ہے جو بڑی وجہ ہے کہ مرزا امام الدین خدا اور رسول کے خلاف کتابیں لکھتا ہے۔ چنانچہ وید حق۔ قصہ ہر دو کافر۔ جس میں مجھ کو اور محمد حسین بٹالوی دونوں کو کافر قرار دیا ہے اور گل شگفت وغیرہ کتابیں اس نے لکھی ہیں۔ میں نے جو کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے اس میں چھوٹی مسجد کا ذکر ہے اس لئے حاشیہ در حاشیہ نمبر ۴ میں اسی مسجد کا ذکر ہے یہ ۱۸۸۰ء میں لکھی تھی۔

مہدی حسن تحصیلدار سے ملاقات

مولوی مہدی حسن صاحب تحصیلدار اور مفتی سر سید احمد خان صاحب بِـالْـقَابِہٖ کے لٹریچر سے واقف اور فدائی تھے انہوں نے ڈاکٹر فیض قادر صاحبؓ کے ذریعہ تبادلہ خیالات کی خواہش کی باوجود علالت آپ نے اجازت دے دی یہ مکالمہ تبلیغ حق بھی کئی صفحات پر الحکم کے پھیلا ہوا ہے۔ میں اس کا صرف تمہیدی بیان یہاں درج کرتا ہوں۔

تبلیغ حق اور اتمام حجت

یہ امر ہمارے ناظرین سے مخفی نہیں ہے کہ تبلیغ حق کے لئے حضرت اقدس اَيَّدَهُ اللّٰهِ بِنَصْرِهٖ کی روح میں کس قدر تڑپ ہے کہ باوجودیکہ حضرت اقدس گورداسپور کے اس سفر کی کوفت اور تکان اور اسہال اور پیچش کی سے وجہ بہت نحیف اور کمزور ہو رہے تھے پھر مہدی حسن صاحب تحصیلدار

رخصتی اوران کے دوستوں سے بات چیت کرنے کی اجازت ڈاکٹر فیض قادر صاحب کوحضرت نے دے دی تھی چنانچہ بعد نماز مغرب وہ لوگ آ پہنچے جیسا کہ گزشتہ اشاعت میں ہم ذکر کرآئے ہیں حضرت اقدس نے اس سے پہلے کہ اپنے دعوے کے متعلق کوئی کلام کریں۔فرمایا دو دن سے مجھے بہت تکلیف ہے پیچش کی وجہ سے اگر چہ میں اس قابل نہیں تھا کہ کوئی گفتگو کرسکوں مگر زندگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ آپ کو اپنے شبہات دور کرنے میں مدد دوں اور وہ بات آپ تک پہنچا دوں جو میں لے کر آیا ہوں اس قدر مختصر سی تمہید کے بعد حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سلسلہ کلام اس طرح شروع فرمایا۔

''اصل میں بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے کام دو قسم کے ہوتے ہیں ایک تو وہ جو ہر روز لوگوں کی نظر میں ہوتے ہیں اور جن کو وہ دیکھتے ہیں اور دوسری ایک قسم اور خدا تعالیٰ کے کاموں کی ہے جو کبھی کبھی ظاہر ہوتی ہے چونکہ وہ کبھی کبھی ہوتی ہے اس لئے لوگوں کی نظروں میں عجیب ہوتے ہیں اور ان کا سمجھنا ان کے لئے مشکل نظر آتا ہے مگر سمجھ دار آدمی تعصب سے خالی ہو کر ان پر غور کرتے ہیں تو خدا تعالیٰ بھی ان کے لئے ایک راہ پیدا کر دیتا ہے اور وہ ان کو سمجھ لیتے ہیں اور ان سے فائدہ اٹھاتے ہیں مگر نا اہل ضدّی اور متعصب ان پر توجہ نہیں کرتے اور خدا تعالیٰ کے خوف کو مدِّ نظر رکھ کر ان پر فکر کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ان فوائد سے محروم رہ جاتے ہیں۔خدا تعالیٰ کے ان عجیب در عجیب کاموں سے سب سے بڑا کام اس کے نبیوں اور رسولوں اور ماموروں کا آنا ہے۔یہ لوگ اسی زمین پر چلتے پھرتے ہیں اور عام آدمیوں کی طرح بشری حوائج اور کمزوریوں سے مستثنیٰ نہیں ہوتے کوئی اوپری اور انوکھی بات ان میں ایک خاص زمانہ تک پائی نہیں جاتی اس لئے جب وہ یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم خدا کی طرف سے آئے ہیں اور خدا تعالیٰ ہم سے کلام کرتا ہے یا وہ واقعات آئندہ کے متعلق خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کچھ بولتے ہیں تو لوگ اُن کی اِن باتوں پر تعجب کرتے ہیں سعادت منداور رشید لوگ تو جیسا کہ میں نے بیان کیا ہے ان کی طرف رجوع کرتے ہیں مگر متکبّر ضدّی انکار کرتے اور اس کی باتوں کو ٹھٹھے اور ہنسی میں اڑاتے ہیں۔پس جبکہ یہ خدا تعالیٰ کا ایک قانون ہے جس

کو ہم انبیاء و مرسلین کی زندگی میں جاری پاتے ہیں۔ تو ہمارے لئے یہ امر کبھی بھی ناخوش یا رنج دلانے والا نہیں ہوسکتا مجھ پر ہنسی یا ٹھٹھا کیا جاتا ہے یا کیا جاوے تو مجھے اس کی پرواہ نہیں اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا یہی قانون ہے کہ اُن لوگوں کے ساتھ جو خدا کی طرف سے آتے ہیں دنیا کے لوگ جو تاریکی میں پھنسے ہوئے ہوتے ہیں ایسے ہی سلوک کرتے ہیں۔

پھر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا میں ایک قانون مقرر فرما دیا ہے کہ قیامت تک دنیا میں تفرقہ ضرور رہے گا۔ چنانچہ قرآن شریف میں یہ امر بڑی صراحت کے ساتھ موجود ہے قرآن کریم سے بڑھ کر اور کوئی تعلیم کامل کیا ہوسکتی ہے اس میں سب سے بڑھ کر آیات اور برکات رکھے ہوئے ہیں جو ہر زمانہ میں تازہ اور زندہ ہیں پھر اگر یہ قانون الٰہی نہ ہوتا تو چاہیے تھا کہ دنیا کی کل قومیں اس کو قبول کر لیتیں۔ مگر خاص زمانہ رسالت مآب ﷺ میں بھی دوسرا فرقہ موجود تھا جیسا نبی کامل تھا ویسی ہی کتاب کامل تھی۔ لیکن ابوجہل اور ابولہب وغیرہ نے کچھ فائدہ نہ اٹھایا وہ یہی کہتے رہے اِنَّ ھٰذَا الشَّیْءُ یُّرَاد میاں یہ تو دکانداری ہے اور خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یٰحَسْرَةً عَلَی الْعِبَادِ مَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا کَانُوْا بِهٖ یَسْتَهْزِءُوْنَ [1] اللہ تعالیٰ نے جو اس میں مَا کے ساتھ حصر کیا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو سچا ہے اس کے ساتھ ہنسی اور ٹھٹھا ضرور کیا جاتا ہے اگر یہ نہ کیا جاوے تو خدا کا کلام صادق نہیں ٹھہرتا۔ صادق کی یہ بھی نشانی ٹھہری کہ دنیا کے سطحی خیال کے لوگ اُن سے ہنسی ٹھٹھا کریں گے۔ جیسا کہ آدم کے ساتھ کیا گیا موسیٰ اور مسیح کے ساتھ کیا گیا ہمارے نبی کریم ﷺ سے کیا گیا۔ ایسا ہی مجھ سے بھی کیا جانا ضروری تھا۔ تو میری غرض اس بیان سے یہ تھی کہ میرے دعویٰ کو بھی اسی طرح تعجب کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے جیسے پہلے ماموروں کے دعاوی کو دیکھا گیا اور جو کچھ ان کے ساتھ مخلوق پرستوں نے سلوک کیا ضرور تھا کہ میرے ساتھ بھی کیا جاتا کیونکہ قانونِ الٰہی اسی طرح پر ہے آپ لوگ آ گئے ہیں چونکہ عمر کا کچھ اعتبار نہیں ہے کوئی احمق ہوگا جو عمر کا اعتبار کرتا ہو اور موت سے بےفکر رہے اس لئے مجھے تبلیغ حق کے لئے کہنا پڑتا ہے مجھے اس بات کی کچھ پرواہ نہیں کہ کوئی مانتا ہے یا نہیں میری غرض صرف پہنچا دینا ہے کیونکہ میں تبلیغ ہی

[1] یٰسٓ:۳۱

کے لئے مامور ہوا ہوں۔

آخری فیصلہ

۱۰؍اگست ۱۹۰۱ء کو بحث ہوئی جس میں مکرم خواجہ کمال الدین صاحب نے ایسے فصیح و بلیغ اور معقول و مدلّل بحث کی کہ سامعین عش عش کر اٹھے وہ مجمع قانون دانوں کا مجمع تھا۔ ضلع کے ممتاز وکلاء اور بعض عدالتی موجود تھے۔ تقریر قانونی اسناد سے مرصّع تھی ایسی کہ جناب خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج نے بھی اس کی تعریف کی۔ یہ تائید ربّانی تھی۔ فیصلہ کے لئے ۱۲؍اگست ۱۹۰۱ء مقرر تھی اور فیصلہ کا خلاصہ یہ تھا کہ

’’دیوار گرا کر سفید زمین بنا دی جائے اور اس میں کوئی جدید تعمیر نہ بنائی جاوے اور ایک سو روپیہ ہرجانہ مدّعی کو علاوہ اخراجات مقدمہ دیا جاوے۔‘‘

حضرت مخدوم الملۃ کے تاثرات

اس فیصلہ پر حضرت مولوی عبدالکریم رضی اللہ عنہ نے اپنے تاثرات کا اس طرح پر اظہار فرمایا۔

خَرَابُ الْجِدَار لِاِعْتِبَارِ اُولِی الْاَ بْصَار

دیوار ڈھے گئی فضل کی بارش برسی اور فتنہ کی گرد بیٹھ گئی

مَا ظَنَنْتُمْ اَنْ یَّخْرُجُوْا وَ ظَنُّوْٓا اَنَّھُمْ مَّانِعَتُھُمْ حُصُوْنُھُمْ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰھُمُ اللّٰہُ مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْتَسِبُوْا ۖ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ یُخْرِبُوْنَ بُیُوْتَھُمْ بِاَیْدِیْھِمْ وَاَیْدِی الْمُؤْمِنِیْنَ ۖ فَاعْتَبِرُوْا یٰٓاُولِی الْاَبْصَارِ[1]

ترجمہ۔ تمہیں اپنی کمزوری اور بے سامانی اور حریف کے سامان کی قوت دیکھ کر گمان بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا کہ وہ اپنے گھروں سے باہر نکلیں گے۔ وہ اس یقین سے بھرے ہوئے تھے کہ ان کے قلعہ

[1] الحشر: ۳

انہیں اللہ کی گرفت سے بچالیں گے اتنے میں اللہ نے ویسی راہوں سے انہیں جا لیا جن کا انہیں وہم وگمان بھی نہ تھا اور ان کے دل میں رعب ڈال دیا جس سے انہوں نے اپنے گھروں کو اپنے ہاتھوں سے ویران کیا اور کچھ مومنوں کے ہاتھ سے تباہ ہوئے۔ سو ایسے واقعات سے دانشمندو! سبق سیکھو۔

چار بجے عصر کا وقت ہے جس کی نسبت خدا کی بزرگ کتاب قرآن مجید میں آیا ہے وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ [1] ہم عادتاً مسجد مبارک میں خدا کی نصرتوں کے منتظر بیٹھے ہوئے ہیں۔ میں ہوں اور عزیز مولوی محمد علی صاحب ایم اے ہیں۔ مرزا خدا بخش صاحب ہیں۔ حکیم فضل الدین صاحب ہیں۔ قاضی ضیاء الدین صاحب ہیں۔ سراج الحق صاحب ہیں۔ شیخ عبدالرحیم صاحب ہیں سامنے سے میر ناصر نواب دوڑے دوڑے آتے اور بشارت دیتے ہیں کہ دیوار کو وہی بھنگی ڈھا رہا ہے۔ جو اس شر اور فتنہ کے دن اس کے کھڑا کرنے کے لئے مقرر ہوا تھا اس بشارت کو سن کر سب دوست اس عجیب اور دلکش نظارہ کو دیکھنے مسجد کے اوپر دوڑے جاتے ہیں اور میں شکر اور حمد سے معمور ہو کر سجدہ میں گر جاتا ہوں اس وقت میں ایک عجیب اور بیّن فرق دیکھتا ہوں اپنی حالت میں اور ایسے موقعہ پر ابنائے دنیا میں ایک مادہ پرست اِبنِ دنیا اس وقت کیا کرتا۔ وہ ایسے وقت میں جب کہ خدا نے اس کے دشمنوں کی ناک پر ذلت کا داغ لگایا اور ہر دعوے میں انہیں نیچا دکھایا۔ کس پیرایہ میں اپنے دلی جوشوں کو ظاہر کرتا۔ اس کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں۔ نفسانی جوشوں کے پرستار ذاتی انتقاموں اور کینہ کشیوں کے شیدا۔ اسی جہان اور اس کے دکھوں اور سکھوں تک نظر کو محدود رکھنے والے ایسے وقتوں میں جو کچھ کرتے اور کہتے اور سنتے اور سناتے ہیں کون نہیں جانتا مگر ہم ہیں کہ پہلے سے بھی زیادہ اور بہت زیادہ اللہ تعالیٰ کے احسانوں کے مقابل سرنگوں ہوئے جاتے ہیں اور مارے شرم کے پانی پانی ہو رہے ہیں کہ ہم ناکاروں، گنہگاروں پر اس کے اس قدر احسان اور افضال ہیں دل میں اپنے اندر اس عہد کے لئے قوت محسوس کرتے ہیں اب سے ہم اس کے اور اسی کے نئے بندے ہوں گے اس لئے کہ وہ ابراہیم اور اسمٰعیل اور محمد (صلوات اللہ علیہم اجمعین) کا خدا آج سے ہمارا نیا خدا ہوا اس نے اپنے برگزیدوں کو بھیڑیوں اور چیتوں کے حملوں سے بچایا جو انہیں

[1] العصر: ۲، ۳

ہلاک کرنا چاہتے تھے۔ اسی نے انہیں اس بے درد سنگ دل شماتت سے محفوظ رکھا۔ جو دشمنوں کے سینوں میں پرورش پاتی اور ایک وقت کے انتظار میں نعل درآتش بیٹھی اور برگزیدوں کی ساحت پر بجلی کی طرح ٹوٹ پڑنے کے لئے سیماب وار تڑپ رہی تھی۔ اے قدّوس حکیم ربّ عرش کریم ہمیں توفیق دے کہ تیری اس نعمت کا شکر کریں جو تو نے ہمیں بخشی اور ہم سے ایسے اعمال صالحہ سرزد ہوں جن سے تو راضی ہو جائے اور ہم پر وہ فضل کر جو تو نے آدم سے لے کر ہمارے نبی کریم (ﷺ) تک تمام منعم علیہم پر کئے۔ ہاں اے راستبازوں کے ناصر و مولیٰ رحیم و کریم خدا! انعام و افضال کی وہ امانت ہمیں واپس دے جو تیرے مبارک خزانے میں مسیح موعود کی جماعت کے لئے مکنون و مخزون چلی آتی تھی کیا ہم تیرے وعدہ کے موافق تیرے نبی کریم محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ (ﷺ) کی بلاواسطہ برگزیدہ جماعت نہیں کیا خود تو نے ہمیں ایسے وقت میں جب کہ قوم کے ایک حصہ نے مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ کی راہ اختیار کر کے اور دوسرے حصہ نے الضَّآلِّيْنَ کا جامہ پہن کر تجھے ناراض کیا ہاں! کیا تو نے ہمیں اپنے لئے چن نہیں لیا؟ تو پھر چمکتی ہوئی اور معجزہ نما نصرتیں ہم پر اتار۔ اور وہ وعدے پورے کر جو تو نے ہم سے اپنے رسولوں کی معرفت کئے اور ہمیں ہر موطن اور میدان میں رسوائی اور نامرادی سے بچا۔ آمین

یہ دیوار جو فتنہ اور شر کی اینٹوں سے ترکیب تھی ۔ ۷؍جنوری ۱۹۰۰ء میں کھڑی کی گئی اور آج ۲۰؍اگست ۱۹۰۱ء بروز سہ شنبہ مطابق ۵ جمادی الاوّل ۱۳۱۹ھ میں ان موذی مگر بے پر اور ذلیل ہاتھوں سے گرائی گئی۔ اس مقدمہ میں ہماری کامیابی خدا تعالیٰ کے وجود کا بڑا بھاری نشان اور اس کے برگزیدوں اور مرسلوں اور برگزیدوں کے صدق دعویٰ کا ثبوت ہے۔ اس نشان کے ساتھ بھی وہی لوازم اور حالات اور قرائن ہیں جو اس کی نسبت منجانب اللہ ہونے کا قطعی فیصلہ کرتے ہیں جو آنحضرت ﷺ اور دوسرے صادقوں کی علامات اور آیات کے ساتھ تھے اس مقدمہ کی نسبت بہت مدّت اس کے فیصلہ سے پہلے اسی طرح تحدّی اور شوکت اور صراحت اور وضاحت سے پیشگوئی کی گئی جس طرح ان واقعات اور مقدمات کی نسبت قبل از وقت پیشگوئیاں پیش کی گئیں جو حضرت حامل القرآن (عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ الرَّحْمٰن) کی نبوت و رسالت کا ثبوت ٹھہریں اور وہ قرآن کریم میں مذکور ہیں خدا

کے اس نشان کا انکار کرنا آسان اور بے نتیجہ بات نہیں اس لئے کہ لازماً اس انکار سے الحاد کا وہ کیڑا پیدا ہوگا جو آخر انبیاء علیہم السلام کے معجزات اور آیات کی نسبت ایمان کے مغز کو کھا جائے گا۔

پیشگوئی کی حقیقت یہی ہے کہ وہ وقت سے پہلے ہو یعنی ایسے وقت میں ہو جبکہ فریقین میں یعنی پیشگوئی کرنے والے میں اور ان لوگوں میں جن کی نسبت پیشگوئی کی گئی مساوات کی کوئی نسبت نہ ہو ایک طرف ایک مہجور و متروک القوم اور ہر قسم کے مکائد اور منصوبوں کا نشانہ اور عُرفی اور مادی لحاظ میں پورا بے سامان ہو اور دوسری طرف مادی کامیابی کے لئے جتنے سامان ظاہر بین اور مادہ پرست نگاہ میں ممکن ہو سکتے ہیں میسّر ہوں۔ پھر وہ مدعی غیب کی بات سنانے والا کامیاب ہو جائے اور اس کی اسی طرح عزت اور شوکت ظاہر ہو جیسے اس کی پیشگوئی کے الفاظ دعویٰ کرتے تھے ورنہ اگر ان ملاحظات سے چشم پوشی کی جائے تو وہ تمام واقعات جن کی چٹان پر عظیم الشان نبوتوں اور رسالتوں کی پائیدار عمارت اٹھائی گئی ہے معمولی واقعات کی نشیب زمین پر اتر آتے اور نبوتوں کو شک اور ناپائیداری کے گڑھے میں لے گرتے ہیں حضرت کلیم اللہ علیہ السلام کا واقعہ دریا سے قوم کے ساتھ بچ کر گزر جانا اور ان کے دشمنوں کا اسی پانی کی راہ سے آگ میں جانا سرسری نگاہ میں قانونِ قدرت کے موافق معمولی واقعہ ہے ایسا ہوا ہی کرتا ہے کہ کبھی ایک گروہ دریا سے سلامت نکل گیا اور معاً اس کے پیچھے دوسرا گروہ جو انہی نقوش اور پگڈنڈی کو سلامتی کی کشتی یقین کرتا تھا خونخوار موجوں کا لقمہ بن گیا پھر اسے کس چیز نے ایسے سُرخاب کے پَر لگا دیئے جو قرآن مجید کے مکرم دفتر میں ثبت ہو کر حضرت مثیل موسیٰ محمد نبی اللہؐ کے واقعات کا تُوطیہ اور تمہید اور مُشَبَّہ بِہٖ قرار دیا گیا اس کا جواب یہ ہے کہ اس کی نسبت ایک بے سامان اور ناتوان انسان کے منہ سے خدائے قدوس ہمہ قدرت کی طرف منسوب کر کے پرتحدی پیشگوئی ہو چکی تھی۔ جسے خدا کی محفوظ کتاب نے ان پُر شوکت اور لرزہ افگن آیات میں نقل کیا ہے فَأْتِيَاهُ فَقُولَآ اِنَّا رَسُوْلَا رَبِّكَ فَاَرْسِلْ مَعَنَا بَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ وَ لَا تُعَذِّبْهُمْ ؕ قَدْ جِئْنٰكَ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ ؕ وَالسَّلٰمُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى اِنَّا قَدْ اُوْحِيَ اِلَيْنَآ اَنَّ الْعَذَابَ عَلٰى مَنْ كَذَّبَ وَتَوَلّٰى [1]

[1] طٰهٰ: ۴۸، ۴۹

ترجمہ۔تم دونوں فرعون کے پاس جاؤ اور کہو ہم تیرے پروردگار کے بھیجے آئے ہیں۔ پیغام یہ ہے کہ بنی اسرائیل ہمارے ساتھ کر دو اور انہیں دکھ نہ دو اور تیرے رب کی طرف سے اپنی صداقت پر بڑا عظیم الشان نشان لائے ہیں اور ہم کو خدا نے صاف کہہ دیا ہے کہ ہماری باتوں کو جھٹلانے والا اور تکبر سے منہ پھیرنے والا خدا کی سزا میں گرفتار ہوگا۔ پھر اس سورۃ کے آخر میں جہاں خدا کی بلیغ کتاب نے عجیب اور غریب مسبوق اسلوب کو نباہنا چاہا ہے اس واقعہ کو حضرت مثیل موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کی کامیابی کی تمہید ٹھہرا کر آپ کے دشمنوں کو اس نظیر سے دھمکایا گیا ہے چنانچہ فرماتا ہے۔ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى فَاصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى وَاْمُرْ اَهْلَكَ بِالصَّلٰوةِ وَاصْطَبِرْ عَلَيْهَا ؕ لَا نَسْئَلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰى وَقَالُوْا لَوْلَا يَاْتِيْنَا بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ اَوَلَمْ تَاْتِهِمْ بَيِّنَةُ مَا فِي الصُّحُفِ الْاُوْلٰى [1]

ترجمہ۔کیا موسیٰ اور فرعون کے واقعہ کو سن کر انہیں راہ نہیں مل گئی کہ کیونکر ہم نے یہ قصہ موسیٰ و فرعون کا انہیں سنایا تو سمجھ لیں کہ ہماری غرض اس سے انہیں یہ سمجھانا ہے کہ ہم ان سے انداز و شیوہ کے کس قدر گروہ ان سے پہلے ہلاک کر چکے ہیں جو بلا روک اور آزادی سے اپنے مسکنوں میں رہتے تھے۔اس میں ان دانشمندوں کے لئے جو اپنا بچاؤ کرنے کی راہوں کو سمجھ سکتے اور ہلاکت کی راہوں سے بچنے کی آرزو اور خواہش رکھتے ہیں بڑے نشان ہیں اور اگر فیصلہ کی ایک حکیمانہ میعاد ہماری طرف سے مقرر نہ ہوئی ہوتی تو ہم ان گستاخوں پر فوری عذاب نازل کر دیتے ان کی باتوں پر صبر کر

---

[1] طٰہٰ:۱۲۹تا۱۳۴

اور آفتاب کے چڑھنے اور ڈوبنے سے پہلے اپنے ربّ کی حمد کی تسبیح کر اور رات کی گھڑیوں اور دن کے اطراف میں بھی تسبیح پڑھ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تیری من مانی مرادیں پوری ہو جائیں گی اور تیرے دشمن کفار کو جو ہم نے طرح طرح کے آسائش کے سامان دے رکھے ہیں ان کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھ کہ یہ سب سامان اسی ورلی زندگی کی نمائش اور زیبائش ہے اور اس سے ہماری یہ غرض ہے کہ انہیں امتحان میں ڈال کر جانچیں اور تولیں اور تیرے رب کی عطا اور روزی جو تجھے دی گئی ہے خیر اور برکت اسی میں ہے اور اس فانی متاع کے مقابل ابدی اور باقی یہی ہے اور تو اپنے اہل کو نماز کا امر کر اور خود بھی اس پر ہر قسم کا دکھ درد برداشت کر کے قائم رہ ہم تجھ سے کوئی رزق نہیں مانگتے اور رازق تو ہم ہیں اور کامیابی اور انجام نیک تو تقویٰ کے لئے یعنی متقی کے لئے مقدّر رہے اور کافر نکتہ چینی کے طور پر کہتے ہیں کہ ہماری اس تکذیب کے عوض میں جو اس کی نسبت ہم کر رہے ہیں ہمارے لئے کوئی سزا کا نشان کیوں نہیں لاتا اس کے جواب میں ان سے کہو کہ کیا پہلے نوشتوں کے کھلے نشان ان تک پہنچے نہیں۔

ان آیات میں غور کرنے والا سمجھ سکتا ہے کہ معجزات یا آیات وعلامات نبوت کی حقیقت کیا ہے وہ ہیں تو وہی واقعات جو قانون قدرت کے سچے اور صحیح نظام کے موافق واقع ہوتے اور سچے سائنس کی مستقیم راہ پر ہمیشہ ان کی رفتار ہوتی ہاں ان واقعات کا وقوع انسان کے پُرتحدی اور پُرشوکت دعویٰ کے بعد افاضتاً بمعجزہ اور اس کے صدق دعویٰ کی دلیل ٹھہر جاتا ہے اس لئے کہ محدود العلم اور ضعیف القویٰ انسان کے قوّتِ قلبی اور پوری سکینت سے بھرے ہوئے الفاظ کہ یوں ہی ہوگا اور یقیناً یوں ہی ہوگا بتاتے ہیں کہ یہ دعویٰ درحقیقت اس ذات کی زبان پر چڑھ کر گفتگو کر رہے ہیں جو ذرّاتِ کائنات پر متصرف اور مدبّر بالا رادہ وجود ہے اور یہ نظام شمسی یقیناً ایک ایسے مقتدر ہاتھ میں کٹھ پتلی کی طرح ناچ رہا ہے جو اپنی مرضی ارادہ اور نافذ مشیت کے موافق ہر آن میں ذرّات نظام کو کام میں لانے پر آزاد قادر ہے اور صاف ظاہر ہو جاتا ہے کہ یہ نظام مضبوط حکمت اور روشن تمیز اپنے اندر رکھتا ہے یا یوں کہو کہ خدا تعالیٰ کی حکومت ممیّز حکومت ہے اور وہ قادر ہے کہ اپنے ارادہ کے موافق اپنے دوستوں اور اپنے دشمنوں یا اپنے برگزیدوں اور ان کے مخالفوں کو اسی نظام سے دو مختلف نتیجے

دکھائے پانی کو ایک دشمن کے حق میں آگ اور آگ کو ایک دوست کے حق میں گلزار بنادے یہی ایک تمیز یعنی دوست اور دشمن میں فرق اور امتیاز کر دینا ایک فریق کو باوجود ان کے مسلّم ضُعف اور بے سامانی کے ان کے دعووں کے مطابق حرفاً حرفاً منصور اور مؤیّد کرنا اور دوسرے گروہ کو باوجود ان کے خوفناک کبر اور استکبار اور پورے سامانوں کے مقہور کرنا اور لامعلوم قدامت سے اس سُنّتِ مؤکّدہ کا لاتبدیل چلا آنا واضح سے واضح دلیل ہے باری تعالیٰ کی ہستی پر اور اس کے مقابل کسی دوسری دلیل میں یہ تاثیر حق اور قبول اور روشنی نہیں مثلاً غور کرو اور خوب سوچو کہ یہ مسلّم امر ہے کہ اس کائنات کی ترکیب بے جوڑ اور عبث نہیں بلکہ اس کی تمام ترکیب اور اسالیب اس طرح موضوع ہوئی ہیں کہ ان سے قسم قسم کے سچے سائینسوں نے نشوونما پایا ہے اور مادی فلاسفر اور حکماء اضطرار سے ایسا عقیدہ رکھنے کی طرف جھک گئے کہ یہ قانونِ قدرت اپنے نتائج کے دینے پر مجبور محض ہے اس کے علل اور معلولات کا سلسلہ اپنی فطری ترکیب اور افتاد کے موافق تحریک میں آتے رہنا ضروری ہے اس میں ممیّزہ ارادہ نہیں۔ جیسے مثلاً آفتاب کی روشنی کو ارادہ اور تمیز نہیں بخشی گئی کہ وہ اپنی کرنوں کے ڈالنے میں اپنے پرستار اور منکر میں بیّن فرق کر لے آج جو اس قدر مادہ پرستی میں دہریّت کا سمندر تلاطم میں آ رہا ہے اور خدا پرستی کو پرانے وحشی زمانہ کے بچوں کو خوش کرنے والے کھیل سمجھا گیا ہے اس کی وجہ بجز اس کے کیا ہے کہ یہ اعتقاد بصر اور بصیرت اور لذت دل سے طبائع میں نہیں رہا کہ اس نظام پُر حکمت کی اصلی کل ایک قادر مطلق، حکیم، مدبّر بالارادہ اور مُصَرِّف اور مُتَصَرِّفٌ عَلَى الْكُلِّ کے قبضہ میں ہے اور وہ اپنے پُر علم اور پُر قدرت ارادہ اور مشیّت سے ان مشینوں سے ہر آن میں کام لیتا ہے۔ مگر جب یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو جائے کہ جیسا کہ خدا کے پاک نوشتوں اور اس کے برگزیدہ ماموروں نے دعویٰ کیا ہے یہ نظام شمسی اپنے پُر حکمت نظام میں اپنے دخل اور تصرّف کے بغیر ایک مقتدر حکیم اور مدّبر کے احاطہ قدرت میں اس کی انگلیوں پر کھیل رہا ہے تو کس پر صفائی سے خدا کا ایسا وجود جو جامع جمیع صفات کاملہ اور تعطّل اور انجماد بے تصرفی اور سکوت وغیرہ نقائص سے منزّہ ثابت ہو جائے گا اور یہ بات جو انسان کو اس کی غایت آفرینش پر پہنچانے کی جڑ ہے حاصل نہیں ہوسکتی بجز

مرسلوں کے وجود کے اور پھر ان کے اس کمال کے جس کا نام اظہار علی الغیب یا اخبار عن الغیب یا پیشگوئی ہے۔ابتدا سے جب سے انسان نے تمدّن کا خوشنما جامہ پہنا اور سلسلہ بعثت انبیاء تحریک میں آیا ہے ایک قوم نے پُرتحدّی اور پُر رُعب الفاظ میں اپنی نصرت اور اپنے دشمنوں کے خذلان اور مقہوریّت کی قبل از وقت خبر دی اور وہ اسی طرح حرفاً پوری ہوئی اس پُرحکمت سلسلہ کی کبھی ایک کڑی بھی نہیں ٹوٹی اور کبھی اس سَر بازی میں راستباز نہیں ہارے بلکہ اسی لازوال تصرف نے تو فصیح زبان سے گواہی دی کہ منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کرنے والے اپنے دعووں میں صادق ہیں۔نظام شمسی اگر اپنے تاثیر میں قادر یا مضطر ہے اور آدم زاد یکساں اس کی تاثیر کے نیچے ہیں تو کیوں ایسا ہوا اور اس کے خلاف نہ ہوا۔مختلف ملکوں اور مختلف ہواؤں اور بولیوں میں اور مختلف زبانوں میں ایک ہی رنگ اور ایک ہی دل و دماغ کی قوم نے بڑے زور سے پوری قوت سے جس کی کمر کبھی زندگی کے طویل دوروں میں ترہیب وترغیب نے ڈھیلی نہ کی یہ دعویٰ کیا کہ ہم خدا کی طرف سے ہیں اور یہ آسمان و زمین حق کے ساتھ حق کے لئے پیدا کیا گیا ہے یعنی خدا نے اپنی الوہیت کے جلال کے اظہار کا کام لینے کے لئے پیدا کیا ہے اور اسے وہ اپنی مرضی کے موافق چلا رہا ہے اور ہم اس کے عزیز جلال اور شان الوہیت کے اظہار کے لئے مبعوث ہوئے ہیں اس لئے ضروری ہے کہ وہ کامل الارادہ اور کامل العلم اور کامل القدرت خدا جس کی حکومت منیر حکومت ہے ہمیں کامیاب اور منصور کرے اور ہمارے دشمنوں کو جو درحقیقت اس کے دشمن ہیں نابود کرے یہ بلند دعویٰ ہمیشہ سرسبز ہوا اور کبھی کسی زمانہ میں اس کی امدادی نہریں نہ سوکھیں کہ یہ مثمر درخت خشک ہو جاتا۔

کبھی کسی زمانہ میں کوئی ماموراپنی زندگی کے دراز دور میں کسی ایسی خوفناک بیماری میں مبتلا نہیں ہوا ہے جسے عُرف اور عادت نے گھنونی اور قابلِ اجتناب مرض مانا ہے۔کوئی ان میں سے مجذوم نہیں ہوا۔مبروص نہیں ہوا۔کوئی نابینا نہیں ہوا۔کسی پر فالج نہیں گرا۔کوئی مصروع نہیں ہوا۔کوئی دردگردہ اور استسقاء اور طاعون اور ہیضہ اور قولنج سے ہلاک نہیں ہوا۔غرض قادر متصرّف علیم حکیم خدا نے ان ذریعوں سے ثبوت دیا ہے کہ اس کی حکومت اضطراری نہیں اختیاری اور اقتداری ہے۔

غرض اقتداری پیشگوئیاں ہی ایک ذریعہ ہے جس سے خدا کا ثبوت ملتا ہے اور انبیاء کی بعثت کی غرض پوری ہوتی ہے اور یہی زندہ معجزات اور علامات نبوت ہیں جو کسی زمانہ میں ان کی جڑ کو فنا کی صرصر جگہ سے اکھاڑ نہیں سکتی قرآن کریم نے جو زندہ خدا کی زندہ اور مبارک کتاب ہے اسی پر اپنے مرسل کے دعویٰ کی حقیقت کا مدار رکھا ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اس عظیم الشان پیشگوئی کی جگہ جسے ہم نے اوپر نقل کیا ہے۔ بدر کی پیشگوئی کو رکھا ہے اور بڑے فخر اور ناز سے اس باشان دن کو **یَومُ الفُرقان** کہا ہے وہ کیا تھا یہی کہ چند آدمی معمولی جنگ میں چند ہم جنسوں کے ہاتھ سے مارے گئے۔ مگر خدائے حمید کی کتاب مجید کا سارا ناز اسی پر ہے اور یہی واقعہ ہے جس کی نسبت توریت میں لکھا تھا کہ اس دن قیدار کی حشمت اور شوکت ٹوٹ جائے گی۔ قبل از وقت پُرشوکت پیشگوئیوں نے جو قرآن کریم میں جلالی الفاظ میں مذکور ہیں اس واقعہ کو دعویٰ نبوت کے صدق کی دلیل ٹھہرایا ہے اسی طرح اور اس رنگ میں اور اسی شان اور شوکت سے اور ایسے ہی پُرتحدّی الفاظ میں اس دیوار کی نسبت خدا کے مرسل مسیح موعود نے اس زمانہ میں جبکہ نبوتوں اور ان کے نشانوں کو مردہ کہا گیا تھا پیشگوئی کی اور وہ پوری ہوئی اور اس نے آپ کے صدق دعویٰ پر ابدی مہر لگا دی۔

چندروز ہوئے میر ناصر نواب صاحب کو ایک بی۔اے نوجوان نے جو میٹیریلزم اور دہریّت کی وبا سے متاثر ہے کہا۔ کہ اب جو یہ مقدمہ فتح ہو گیا تو اس کے پیچھے یقیناً کوئی الہام گھڑ لیا جائے گا یہ خیال ایک بدقسمت نوجوان کا نہیں بلکہ یہ ایک منہ ہے جس کے اندر ہزاروں ایسوں کی زبان رکھی گئی ہے اب ہم چاہتے ہیں کہ یہاں وہ پیشگوئی قلم بند کریں جو دیوار کی نسبت ہوئی اس عظیم الشان پیشگوئی کے الفاظ یہ ہیں۔

اَلرَّحٰی تَدُوْرُ وَ یَنْزِلُ الْقَضَآءُ اِنَّ فَضْلَ اللّٰهِ لَاٰتٍ وَّ لَیْسَ لِاَحَدٍ اَنْ یَّرُدَّ مَااَتٰی. قُلْ اِیْ وَ رَبِّیْ اِنَّهٗ لَحَقٌّ لَّایَتَبَدَّلُ وَلَا یَخْفٰی. وَ یَنْزِلُ مَا تَعْجَبُ مِنْهُ. وَحْیٌ مِّنْ رَّبِّ السَّمٰوَاتِ الْعُلٰی، اِنَّ رَبِّیْ لَا یَضِلُّ وَلَا یَنْسٰی. ظَفَرٌ مُّبِیْنٌ. وَاِنَّمَا یُؤَخِّرُهُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی. اَنْتَ مَعِیْ وَاَنَا مَعَکَ. قُلِ اللّٰهُ ثُمَّ ذَرْهُ فِیْ غَیِّهٖ یَتَمَطّٰی. اِنَّهٗ مَعَکَ وَاِنَّهٗ یَعْلَمُ

السِّرَّ وَ مَآ اَخْفٰی لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ یَعْلَمُ کُلَّ شَیْءٍ وَّ یَرٰی. اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ یُحْسِنُوْنَ الْحُسْنٰی. اِنَّا اَرْسَلْنَا اَحْمَدَ اِلٰی قَوْمِہٖ فَاَعْرَضُوْا وَقَالُوْا کَذَّابٌ اَشِرٌ. وَجَعَلُوْا یَشْھَدُوْنَ عَلَیْہِ وَیَسِیْلُوْنَ اِلَیْہِ کَمَآءٍ مُّنْھَمِرٍ . اِنَّ حِبِّیْ قَرِیْبٌ. اِنَّہٗ قَرِیْبٌ مُّسْتَتِرٌ۔ ☆

ترجمہ۔ چکی پھرے گی اور قضا نازل ہوگی۔ یقیناً خدا کا فضل آنے والا ہے اور کسی کی طاقت نہیں کہ ردّ کرے اُسے جو آ گیا۔ کہہ دے ہاں میرے ربّ کی قسم یقیناً وہ حق ہے وہ نہ بدلے گا اور نہ مخفی رہے گا اور ایسا امر اترے گا جس سے تو اچنبے میں رہے گا۔ یہ وحی ہے بلند آسمانوں کے ربّ کی طرف سے۔ میرا ربّ نہ بھٹکتا ہے نہ بھولتا ہے۔ وہ فتح مبین ہوگی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ ان لوگوں کو خدا نے ایک وقت تک ڈھیل دے رکھی ہے تو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ کہہ دے اللہ پھر اسے (یہ اشارہ ہے ظالم دشمن کی طرف جو اضرار کا بانی ہے) چھوڑ دے کہ تا وہ غرور اور ناز سے مٹک مٹک کر چلے وہ تیرے ساتھ ہے اور وہ جانتا ہے سرّ کو اور اس سے بھی زیادہ پوشیدہ چیز کو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور وہ ہر شَے کو جانتا اور دیکھتا ہے۔ اللہ یقیناً ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ ہم نے احمد کو اس قوم کی طرف بھیجا آخر انہوں نے منہ پھیر لیا اور کہا یہ تو جھوٹا خود پسند ہے قوم کے لوگ اس کے خلاف شہادت دیتے اور اس کی طرف یوں دوڑتے ہیں جیسے بہنے والا پانی۔ میرا محبوب قریب ہے وہ قریب ہے مگر چھپا ہوا ہے۔

اسے پڑھ کر الہامی رموز کو پہچاننے والا شرح صدر سے بول اٹھتا ہے کہ یقیناً اسی طرح ذوالجلال خدا کا کلام ہے۔ جس طرح قرآن کریم کی وحی اور دیگر صحف انبیاء کی وحی اُس کا کلام ہے۔ کاش قوم میں حسن ظن کا مادہ ہوتا اور وہ ہماری شہادت کو اسی پایہ کی شہادت سمجھتے اور بعد میں جلیل الشان صحابہ کی شہادت جناب علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت سمجھی گئی مگر افسوس بدگمانی کا گُھن جو معاصی اور فسق کے دلیرانہ ارتکاب سے پیدا ہوتا ہے قوم کے ایمان کو بودا اور بالکل بے جو ہر کر گیا ہے اور وہ خدا کے مسیح کی نسبت اور ہماری نسبت وہی الفاظ منہ سے نکالتے ہیں جو کوئی گستاخ شریر منہ......

☆ تذکرہ صفحہ ۷۳۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء (ناشر)

راستبازوں کی نسبت نکالتے رہے ہیں۔ یہ لوگ اپنی گندی اور ناپاک تحریروں میں جب ہماری نسبت جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ دنیا کمانے اور لوگوں کو جال میں پھنسانے کے لئے کھڑا کیا گیا ہے اور یہ سب جھوٹے ہیں جو اکٹھے ہو کر دوکان کھولے ہیں تو اس پر بڑا فخر کرتے ہیں اور ایک دوسرے کو مبارکباد دیتے ہیں کہ دیکھا تیری عقل کیسی تیز اور ہمارا فہم کیسا نکتہ رس ہے اور ہم نے کیسے اندر کا راز پالیا ہے۔ عنقریب یہ گستاخ جلد باز جو خدا تعالیٰ کی خوفناک نہی (**لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ**) سے نہیں ڈرتے سمجھ لیں گے کہ کون اللہ تعالیٰ کی سیدھی راہ پر ہے اور کون ضلالت اور ہلاکت کے اتھاہ کنویں میں گرنے کی راہ پر قدم مار رہا ہے۔ غرض ہم اس جلالی وحی کے شاہد ہیں اور عرش عظیم کا رب اور **عَالَمُ السِرِّ و الْعَلَنِ** خوب جانتا ہے کہ نزول کے وقت سے اس کی کیسی زندہ عظمت ہمارے دلوں پر کندہ ہے اور آج ہم کس فخر سے اور خوشی سے اپنے تئیں مبارکباد دیتے ہیں کہ خدائے رحیم نے ہمارے سامنے اپنا یہ کلام نازل کیا اور پھر اپنے فضل سے ہمیں اس کے پورا ہونے کے وقت تک زندہ رکھا۔

اب بدگمان دنیا کے توہمات کے ازالہ اور مومنین کے ایمان کی ترقی کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ دکھایا جائے کہ یہ جلالی وحی قبل از وقت یعنی اپنے پورا ہونے کی تاریخ سے جو ۱۲؍اگست ۱۹۰۱ء سے کتنی مدت پہلے اور کتنی مخلوق میں شائع کی گئی۔ یاد رکھو! اور خوب یاد رکھو!! کہ بجز صادق کے کسی کا حوصلہ نہیں کہ وقت سے پہلے غیب کی باتوں کو شائع کرے۔

سب سے پہلے میں نے اس وحی کو اپنی ایک مفصّل چٹھی میں جو بتاریخ ۶؍جنوری ۱۹۰۰ء اخبار الحکم قادیان درج ہوئی تھی شائع کیا۔ پھر وہی چٹھی سیرت مسیح موعود کے نام سے رسالہ کی صورت میں جولائی ۱۹۰۰ء میں مطبع انوار احمدیہ قادیان میں چھپی پھر یہ وحی اور ایک صورت ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء میں اربعین نمبر۳ کے اندر شائع ہوئی۔ پھر میں نے ایک مفصل چٹھی میں جو ۷؍جولائی ۱۹۰۰ء میں سیالکوٹی جماعت کو اس مقدمہ کی نسبت لکھی اس طرح کلام کیا دیوار کے مقدمہ میں ناکامی ہوئی دیوانی کا حکم ہوا ’’**وَذٰلِكَ لِاَمْرٍ قَدَّرَهُ اللّٰهُ لِيُتَمَّ مَاقَالَ فِيْمَا اَوْحٰى اِلٰى عَبْدِهٖ**‘‘ **اَلرَّحٰى تَدُوْرُ وَيَنْزِلُ الْقَضَآءُ**‘‘ وَ**كَمَاقَالَ عَزَّمِنْ قَائِلٍ** ’’**اِنَّمَا يُؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى**۔‘‘ **فَالنَّاسُ الْيَوْمَ**

یَسْتَبْشِرُوْنَ بِمَا اٰتَاھُمُ اللّٰہُ ابْتَلَآءً مِّنْ عِنْدِہٖ وَسَیَعْلَمُ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا اَیَّ مُنْقَلِبٍ یَّنْقَلِبُوْنَ وَالْعَاقِبَۃُ عِنْدَرَبِّکَ لِلْمُتَّقِیْنَ ''۔اگر چہ یہ میرا خط ایک بدگمان پر بدیہی اور واضح حجت نہیں ہوسکتا مگر خدا کی بہت سی مخلوق کا ایمان اس سے زیادہ ہوگا ۔جنہیں قبل از وقت اس واقعہ کی نسبت ایسے یقینی الفاظ میں لکھا گیا تھا اس خط نے صاف بتا دیا کہ ہم نے کتنی مدت پہلے اس وحی کو اس مقدمہ دیوار کی نسبت یقین کیا۔اب میں اس مضمون کو ختم کرتا ہوں اور خدا سے چاہتا ہوں کہ وہ لوگوں کو اس برگزیدہ کی شناخت کی توفیق دے میں نے اس تاریک زمانہ میں خدا کے کلام کے نور کو دوبارہ چمکایا اور نئے سرے خدا کی صفت تکلّم کا ثبوت دیا، اور وہ خارق امر پیدا کر دیا جو زندہ اسلام میں اور دوسرے مذہبوں میں مابہ الامتیاز ہے۔خدا تعالیٰ اپنے بندوں پر رحم کرے اور سعادت اور رشد کی راہ پر انہیں چلائے کہ سب توفیق اسی کو ہے۔ عاجز عبدالکریم از قادیان۔

دیوار کا مقدمہ ایک عظیم الشان نشان صداقت تھا

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃُ وَالسَّلام کی زندگی ہر رنگ میں اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک زندہ ثبوت تھی اور آپ کا یہ فرمانا بالکل ایک حقیقت ثابتہ تھی۔

آن خدائے کہ از و خلق و جہاں بے خبر اند ‎ ‎ ‎ ‎ بر من اُو جلوہ نمود است گر اہل بپذیر☆

اس لئے آپ کو جن واقعات اور حالات سے گزرنا پڑا وہ ہر واقعہ اپنے رنگ میں ایک دلیل ہے اللہ تعالیٰ کی ہستی کی ،ایک دلیل ہے سلسلہ نبوت کے حق ہونے کی ،ایک دلیل ہے قرآنِ کریم کی حقّانیّت اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی بخش تعلیمِ صداقت کی۔

کچھ شک نہیں دنیا میں ایسے واقعات عام ہوتے ہیں مگر ان میں کا ہر واقعہ دلیل صداقت نہیں ہوتا صرف وہ واقعہ ایک دلیل ٹھہرتا ہے جو ایسے ماحول میں پیدا ہوا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔

قبل از وقت ایک فتنہ جدار کی خبر دی گئی اس کی نوعیت اور صورت بیان کر دی گئی۔اور باوجود

☆ترجمہ۔وہ خدا جس سے مخلوق اور لوگ بے خبر ہیں اس نے مجھ پر تجلّی کی ہے۔اگر تو عقل مند ہے تو مجھے قبول کر۔

ہر قسم کے ناموافق حالات کے آخر وہی ظہور میں آیا۔

اگر چہ قارئین کرام اس دیوار محاصرہ کے حالات پڑھ چکے ہیں مگر اس کو ختم کرتے ہوئے حضرت اقدسؑ کا وہ ایمان افزا بیان بھی یہاں درج کرتا ہوں جو اللہ تعالیٰ کے قبل از وقت بتائے ہوئے نشانات کی صداقت کے ثبوت میں اس نشان کا ذکر فرمایا چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۶۶ پر تحریر فرمایا۔

''۱۹۰۰ء میں ایسا اتفاق ہوا کہ میرے چچا زاد بھائیوں میں سے امام الدین نام ایک سخت مخالف تھا۔ اس نے یہ ایک فتنہ برپا کیا کہ ہمارے گھر کے آگے ایک دیوار کھینچ دی اور ایسے موقعہ پر دیوار کھینچی کہ مسجد میں آنے جانے کا راستہ رک گیا اور جو مہمان میری نشست کی جگہ پر میرے پاس آتے تھے یا مسجد میں آتے تھے وہ بھی آنے سے رک گئے اور مجھے اور میری جماعت کو سخت تکلیف پہنچی گویا ہم محاصرہ میں آگئے ناچار دیوانی میں منشی خدا بخش صاحب ڈسٹرکٹ جج کے محکمہ میں نالش کی گئی۔ جب نالش ہو چکی تو بعد میں معلوم ہوا کہ یہ مقدمہ ناقابل فتح ہے اور اس میں یہ مشکلات ہیں کہ جس زمین پر دیوار کھینچی گئی ہے اس کی نسبت کسی پہلے وقت کی مثل کی رو سے ثابت ہوتا ہے کہ مدعا علیہ یعنی امام الدین قدیم سے اس کا قابض ہے اور یہ زمین دراصل کسی اور شریک کی تھی جس کا نام غلام جیلانی تھا اور اس کے قبضہ میں سے نکل گئی تھی تب اس نے امام الدین کو اس زمین کا قابض خیال کر کے گورداسپور میں بصیغہ دیوانی نالش کی تھی اور بوجہ ثبوت مخالفانہ قبضہ کے وہ نالش خارج ہو گئی تھی۔ تب سے امام الدین کا اس پر قبضہ چلا آتا ہے اب اسی زمین پر امام الدین نے دیوار کھینچ دی ہے کہ یہ میری زمین ہے غرض نالش کے بعد ایک پرانی مثل کے ملاحظہ سے یہ ایسا عقدہ لَا یَنْحَلُ ہمارے لئے پیش آ گیا تھا جس سے صریح معلوم ہوتا تھا کہ ہمارا دعویٰ خارج کیا جائے گا کیونکہ جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے ایک پرانی مثل سے یہی ثابت ہوتا تھا کہ زمین پر قبضہ امام الدین کا ہے اس سخت مشکل کو دیکھ

کر ہمارے وکیل خواجہ کمال الدین نے ہمیں یہ بھی صلاح دی تھی کہ بہتر ہوگا کہ اس مقدمہ میں صلح کی جائے یعنی امام الدین کو بطور خود کچھ روپیہ دے کر راضی کر لیا جائے۔لہٰذا میں نے مجبوراً اس تجویز کو پسند کر لیا تھا۔مگر وہ ایسا انسان نہیں تھا جو راضی ہوتا اس کو مجھ سے بلکہ دین اسلام سے ایک ذاتی بغض تھا اور اس کو پتہ لگ گیا تھا کہ مقدمہ چلانے کا ان پر قطعاً دروازہ بند ہے۔لہٰذا وہ اپنی شوخی میں اور بھی بڑھ گیا آخر ہم نے اس بات کو خدا تعالیٰ پر چھوڑ دیا مگر جہاں تک ہم نے اور ہمارے وکیل نے سوچا کوئی بھی صورت کامیابی کی نہیں تھی کیوں کہ پرانی مثل سے امام الدین کا ہی قبضہ ثابت ہوتا تھا۔اور امام الدین کی یہاں تک بدنیت تھی کہ ہمارے گھر کے آگے جو صحن تھا جس میں آکر ہماری جماعت کے یکے ٹھہرتے تھے وہاں ہر وقت مزاحمت کرتا اور گالیاں نکالتا تھا۔اور نہ صرف اسی قدر بلکہ اس نے یہ بھی ارادہ کیا تھا کہ ہمارا مقدمہ خارج ہونے کے بعد ایک لمبی دیوار ہمارے گھر کے دروازوں کے آگے کھینچ دے تا ہم قیدیوں کی طرح محاصرہ میں آجائیں اور گھر سے باہر نکل نہ سکیں اور نہ باہر جا سکیں۔یہ دن بڑی تشویش کے دن تھے یہاں تک کہ ہم ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ[1] کا مصداق ہو گئے اور بیٹھے بیٹھے ایک مصیبت پیش آگئی اس لئے جناب الٰہی میں دعا کی گئی اور اس سے مدد مانگی گئی تب بعد دعا مندرجہ ذیل الہام ہوا۔اور یہ الہام علیحدہ علیحدہ وقت کے نہیں بلکہ ایک ہی دفعہ ایک ہی وقت میں ہوا۔مجھے یاد ہے کہ اس وقت سید فضل شاہ صاحب لاہوری برادر سید ناصر شاہ صاحب اورسیئر متعین بارہ مولیٰ کشمیر میرے پیر دبا رہا تھا اور دوپہر کا وقت تھا کہ یہ سلسلہ الہام دیوار کے مقدمہ کی نسبت شروع ہوا۔میں نے سید صاحب کو کہا کہ یہ دیوار کے مقدمہ کی نسبت الہام ہے آپ جیسا جیسا یہ الہام ہوتا جائے لکھتے جائیں۔چنانچہ انہوں نے قلم دوات اور کاغذ لے لیا۔پس ایسا ہوا کہ ہر ایک

---

[1] التوبة:۱۱۸

دفعہ غنودگی کی حالت طاری ہوکر ایک ایک فقرہ وحی الٰہی کا جیسا کہ سنت اللہ ہے زبان پر نازل ہوتا تھا اور جب ایک فقرہ ختم ہو جاتا تھا اور لکھا جاتا تھا تو پھر غنودگی آتی تھی اور دوسرا فقرہ وحی الٰہی کا زبان پر جاری ہوتا تھا۔ یہاں تک کہ کل وحی الٰہی نازل ہوکر سید فضل شاہ صاحب لاہوری کی قلم سے لکھی گئی اور اس میں تفہیم ہوئی کہ یہ اس دیوار کے متعلق ہے جو امام الدین نے کھینچی ہے جس کا مقدمہ عدالت میں دائر ہے اور یہ تفہیم ہوئی کہ انجام کار اس مقدمہ میں فتح ہوگی۔ چنانچہ میں نے اپنی ایک کثیر جماعت کو یہ وحی الٰہی سنادی اور اس کے معنے اور شانِ نزول سے اطلاع دے دی اور اخبار الحکم میں چھپوادیا۔ اور سب کو کہہ دیا کہ اگرچہ مقدمہ اب خطرناک اور صورت نومیدی کی ہے۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کچھ ایسے اسباب پیدا کر دے گا۔ جس میں ہماری فتح ہوگی کیونکہ وحی الٰہی کا خلاصہ مضمون یہی تھا......(اس کے بعد حضرت اقدس نے وہ ساری وحی الٰہی نقل کی ہے۔جس کے ابتدائی فقرات یہ ہیں کہ)

اَلرَّحٰی تَدُوْرُ وَ یَنْزِلُ الْقَضَآءُ اِنَّ فَضْلَ اللّٰہِ لَاٰتٍ وَ لَیْسَ لِاَ حَدٍ اَنْ یَّرُدَّ مَا اَتٰی قُلْ اِیْ وَرَبِّیْ اِنَّہٗ لَحَقٌّ لَا یَتَبَدَّلُ وَلَا یَخْفَیٰ وَ یَنْزِلُ مَا تَعْجَبُ مِنْہُ وَحْیٌ مِّنْ رَّبِّ السَّمٰوَاتِ الْعُلٰی. اِنَّ رَبِّیْ لَا یَضِلُّ وَ لَا یَنْسَیٰ . ظَفْرٌ مُّبِیْنٌ وَاِنَّمَا یُؤَخِّرُ ھُمْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی ...... الخ

ترجمہ۔ چکی پھرے گی اور قضاء وقدر نازل ہوگی یعنی مقدمہ کی صورت بدل جائے گی۔ جیسا کہ چکی جب گردش کرتی ہے تو وہ حصہ چکی کا جو سامنے ہوتا ہے بباعث گردش کے پردہ میں آجاتا ہے اور وہ حصہ جو پردہ میں ہوتا ہے وہ سامنے آجاتا ہے مطلب یہ کہ مقدمہ کی موجودہ حالت میں جو صورت مقدمہ حاکم کی نظر کے سامنے ہے جو ہمارے لئے مضر اور نقصان رساں ہے صورت قائم نہیں رہے گی اور ایک دوسری صورت پیدا ہو جائے گی جو ہمارے لئے مفید ہے......اسی طرح جو مخفی اور در پردہ باتیں ہیں وہ

منہ کے سامنے آ جائیں گی اور ظاہر ہو جائیں گی اور جو ظاہر ہیں وہ نا قابل التفات اور مخفی ہو جائیں گی اور پھر بعد اس کے فرمایا کہ یہ خدا کا فضل ہے۔ جس کا وعدہ دیا گیا ہے۔ یہ ضرور آئے گا اور کسی کی مجال نہیں جو اس کو رد کر سکے...... اور پھر فرمایا۔ کہہ مجھے میرے خدا کی قسم ہے کہ یہی بات سچ ہے اس امر میں نہ کچھ فرق آئے گا اور نہ یہ امر پوشیدہ رہے گا اور ایک بات پیدا ہو جائے گی جو تجھے تعجب میں ڈالے گی یہ اس خدا کی وحی ہے جو بلند آسمانوں کا خدا ہے۔ میرا رب اس صراط مستقیم کو نہیں چھوڑتا جو اپنے برگزیدہ بندوں سے عادت رکھتا ہے اور وہ اپنے بندوں کو بھولتا نہیں جو مدد کرنے کے لائق ہیں۔ سو تمہیں اس مقدمہ میں کھلی کھلی فتح ہو گی مگر اس فیصلہ میں اس وقت تک تاخیر ہے جو خدا نے مقرر کر رکھا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۷۸ تا ۲۸۲)

پھر آگے چل کر تحریر فرماتے ہیں۔

''یہ پیشگوئی ہے جو اس وقت کی گئی تھی جبکہ مخالف دعویٰ سے کہتے تھے کہ بالیقین مقدمہ خارج ہو جائے گا اور میری نسبت کہتے تھے کہ ہم ان کے گھر کے تمام دروازوں کے سامنے دیوار کھینچ کر وہ دکھ دیں گے کہ گویا وہ قید میں پڑ جائیں گے اور جیسا کہ میں ابھی لکھ چکا ہوں خدا نے اس پیشگوئی میں خبر دی کہ میں ایک ایسا امر ظاہر کروں گا۔ جس سے جو مغلوب ہے وہ غالب اور جو غالب ہے وہ مغلوب ہو جائے گا...... پھر فیصلہ کا دن آیا۔ اس دن ہمارے مخالف بہت خوش تھے کہ آج اخراج مقدمہ کا حکم سنایا جائے گا اور کہتے تھے کہ آج سے ہمارے لئے ہر ایک قسم کی ایذا کا موقعہ ہاتھ آ جائے گا۔ وہی دن تھا جس میں پیشگوئی کے اس بیان کے معنے کھلنے تھے کہ وہ ایک امر مخفی ہے جس سے مقدمہ پلٹا کھائے گا اور آخر میں وہ ظاہر کیا جائے گا۔ سو ایسا اتفاق ہوا کہ اس دن ہمارے وکیل خواجہ کمال الدین کو خیال آیا کہ پرانی مثل کا انڈیکس دیکھنا چاہیے یعنی ضمیمہ جس میں ضروری احکام کا خلاصہ ہوتا ہے۔ جب وہ دیکھا گیا تو اس میں وہ بات نکلی جس کے نکلنے

کی توقع نہ تھی یعنی حاکم کا تصدیق شدہ یہ حکم نکلا کہ اس زمین پر قابض نہ صرف امام الدین ہے بلکہ مرزا غلام مرتضٰی یعنی میرے والد صاحب بھی قابض ہیں۔ تب یہ دیکھنے سے میرے وکیل نے سمجھ لیا کہ ہمارا مقدمہ فتح ہو گیا۔ حاکم کے پاس یہ بیان کیا گیا اس نے فی الفور وہ انڈیکس طلب کیا اور چونکہ دیکھتے ہی اس پر حقیقت کھل گئی۔ اس لئے اس نے بلا توقف امام الدین پر ڈگری زمین کی بمعہ خرچہ کر دی۔ اگر وہ کاغذ پیش نہ ہوتا تو حاکم مجوز بجز اس کے کیا کر سکتا تھا کہ مقدمہ کو خارج کرتا اور دشمن بدخواہ کے ہاتھ سے ہمیں تکلیفیں اٹھانی پڑتیں ۔ یہ خدا کے کام ہیں وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے اور یہ پیشگوئی درحقیقت ایک پیشگوئی نہیں بلکہ دو پیشگوئیاں ہیں۔ کیونکہ ایک تو اس میں فتح کا وعدہ ہے اور دوسرے ایک امر مخفی کے ظاہر کرنے کا وعدہ ہے جو سب کی نظر سے پوشیدہ تھا......

ہمارے وکیل نے باوجود کئی پیشیوں کے اس قوی حجت کو پیش نہیں کیا صرف مقدمہ کے آخری مرحلہ پر محض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ عقدہ کھلا۔ چنانچہ ہر ایک شخص جو شیخ خدابخش کے فیصلہ کو دیکھے گا اس پر فی الفور ظاہر ہو جائے گا کہ مدت تک ہمارا پلیڈر محض سماعی شہادتوں سے کام لیتا رہا جو ایک جوڈیشل فیصلہ کے مقابل پر ہیچ تھیں کیونکہ امام الدین مدعا علیہ نے جس مثل کو اپنا مخصوص قبضہ ثابت کرنے کے لئے پیش کیا تھا۔ اُس میں تو صرف امام الدین کا نام تھا۔ میرے والد صاحب کا نام نہ تھا۔ اس میں بھید یہ تھا کہ غلام جیلانی اصل مالک زمین نے امام الدین پر ہی نالش کی تھی اور اس کی عرضی پر مدعا علیہ صرف امام الدین ہی لکھا گیا تھا اور پھر اطلاع پانے کے بعد میرے والد صاحب نے بذریعہ اپنے مختار کے مدّ عاعلیہم میں اپنا نام بھی لکھوا دیا تھا۔ جس سے مطلب یہ تھا کہ ہم دونوں قابض ہیں اور وہ کاغذات کسی اتفاق سے تلف ہو گئے تھے اور صرف امام الدین کا نام مدّعی کے عرضی دعوے پر باقی رہ گیا تھا جس سے یہ سمجھا جاتا تھا کہ قابض زمین صرف امام الدین ہے۔ سو یہی مخفی راز تھا جو ہمیں معلوم نہ تھا اور جب خدا تعالیٰ نے چاہا تو انڈیکس کی مدد سے وہ مخفی حقیقت ظاہر ہو گئی اور جیسا کہ پیشگوئی میں

ہے ایک دم میں چکّی پھر گئی۔ ظاہر ہے کہ چکّی کی روش سے جو حصہ چکّی کا آنکھ سے پوشیدہ ہوتا ہے وہ آنکھ کے سامنے آجاتا ہے اور جو سامنے ہوتا ہے وہ پوشیدہ ہو جاتا ہے۔ پس یہی حال اس مقدمہ کا ہوا یعنی جو وجوہات قبل اس سے حاکم کی نظر کے سامنے تھے یعنی یہ کہ غلام جیلانی مدعی نے اپنی عرضی دعوے میں صرف امام الدین کو قابض ظاہر کیا ہے۔ انڈیکس پیدا ہونے سے یک دفعہ یہ وجوہات ناپید ہو گئے۔ اور چکّی کی پوشیدہ طرف کی طرح نئے وجوہات نظر کے سامنے آ گئے اور جس پوشیدہ امر کے لئے اس پیشگوئی میں خدا تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ آخر کار مَیں ظاہر کر دوں گا وہ ظاہر ہو گیا۔ بات یہ ہے کہ غلام جیلانی کی نالش کا مقدمہ ایک پرانے زمانہ کا تھا جس پر قریباً چالیس برس کے گزر گئے تھے اور وہ مقدمہ میرے والد صاحب کے وقت کا تھا۔ مجھ کو اس سے کچھ اطلاع نہ تھی۔‘‘

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد۲۲ صفحہ ۲۸۳ تا ۲۸۵)

انگریزی رسالہ کے اجرا کی تجویز

حضرت اقدس پر براہین احمدیہ کی تالیف کے زمانہ میں بعض الہامات انگریزی زبان میں بھی ہوئے جو براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں شائع ہو چکے ہیں جیسے ۱۸۸۳ء میں الہام ہوا۔ (براہین صفحہ ۵۵۶)

I Love you. I Shall give you a large Party of Islam

ترجمہ۔ میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ میں تمہیں ایک بڑا گروہ اسلام کا دوں گا۔

یہ ۱۸۸۳ء کا الہام ہے اس وقت تک جماعت احمدیہ کا قیام نہیں ہوا تھا جو ۱۸۸۹ء میں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا تھا کہ انگریزی قوم میں بھی اسلام پھیل جاوے گا اور وہ آپ کے ذریعہ ہوا اس کے ایک لمبے عرصہ کے بعد مسٹر الیگزینڈر رویب آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوئے ایک اور انگریز اس سے پہلے مسلمان ہوا تھا۔ کوئی باقاعدہ نظامِ تبلیغ انگریزی قوم کے لئے نہ تھا۔ مگر ۱۹۰۱ء کے آغاز کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلب میں اس مقصد کے آغاز کے لئے بھی تحریک کر دی چنانچہ ۱۵؍جنوری ۱۹۰۱ء کو آپ نے اس کے لئے حسب ذیل اعلان فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

ایک ضروری تجویز

یہ امر ہمیشہ میرے لئے موجب غم اور پریشانی کا تھا کہ وہ تمام سچائیاں اور پاک معارف اور دین اسلام کی حمایت میں پختہ دلائل اور انسانی روح کو اطمینان دینے والی باتیں جو میرے پر ظاہر ہوئیں اور ہو رہی ہیں۔ ان تسلّی بخش براہین اور مؤثر تقریروں سے ملک کے تعلیم یافتہ لوگوں اور یورپ کے حق کے طالبوں کو اب تک کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا۔ یہ درد دل اس قدر تھا کہ آئندہ اس کی برداشت مشکل تھی مگر چونکہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائیدار گھر سے گزر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ اس لئے اس مقصد کے پورا کرنے کے لئے جو ہماری زندگی کا اصل مقصود ہے ایک تدبیر پیدا ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ آج چند ایک احباب نے اپنے مخلصانہ مشورہ سے مجھے توجہ دلائی ہے کہ ایک رسالہ (میگزین) بزبان انگریزی مقاصد مذکورہ بالا کے اظہار کے لئے نکالا جائے۔ جس میں مقصود بالذات ان مضامین کا شائع کرنا ہوگا جو تائید اسلام میں میرے ہاتھ سے نکلے ہوں اور جائز ہوگا کہ اور صاحبوں کے مذہبی یا قومی مضامین بھی بشرطیکہ ہم ان کو پسند کر لیں اس رسالہ میں شائع ہوں۔

اس رسالہ کی اشاعت کے لئے سب سے زیادہ دو امر قابل غور ہیں۔ ایک یہ کہ اس رسالہ کا نظم ونسق کس کے ہاتھ میں ہو، اور دوسرا یہ کہ اس کے مستقل سرمایہ کی کیا تجویز ہو۔ سو امر اوّل کے متعلق ہم نے یہ پسند کیا ہے کہ اس اخبار کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے پلیڈر اور خواجہ کمال الدین صاحب بی۔ اے پلیڈر مقرر ہوں۔ اوران ہر دو صاحبان نے اس خدمت کو قبول کر لیا ہے۔ امر دوم سرمایہ ہے۔ سو اس کے

متعلق بالفعل کسی قسم کی رائے زنی نہیں ہوسکتی۔ اور یہی ایک بڑا بھاری امر ہے جو سوچنے کے لائق ہے۔ اس لئے قرین مصلحت یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک مجلس دوستوں کی منعقد کر کے اس کے متعلق بحث کی جائے اور جو طریق بہتر اور اولیٰ معلوم ہو وہی اختیار کیا جائے۔ مگر یہ بات ظاہر کرنے کے لائق ہے کہ مجھے اس سرمایہ کے انتظام میں کچھ دخل نہیں ہوگا اور غالباً اس کو ایک امر تجارتی تصوّر کر کے ایسے ممبر مقرر کئے جائیں گے جو اس تجارت کے حصہ دار ہوں گے اور انہی کی تجویز اور مشورہ سے جس طور سے مناسب سمجھیں گے۔ یہ روپیہ جمع ہو کر کسی بینک میں جمع کیا جاوے گا۔ لیکن چونکہ ایسے امور صرف اشتہارات سے تصفیہ نہیں پا سکتے۔ لہٰذا میں نے مناسب سمجھا ہے کہ اس جلسہ کے لئے بڑی عید کا دن قرار پاوے اور جہاں تک ممکن ہو سکے ہمارے دوست کوشش کریں کہ اس دن قادیان پہنچ جائیں۔ تب سرمایہ کے متعلق بحث اور گفتگو ہو جائے گی کہ کس طور سے یہ سرمایہ جمع ہونا چاہیے اور اس کے خرچ کے لئے انتظام کیا ہوگا۔ یہ سب حاضرینِ جلسہ کی کثرت رائے پر فیصلہ ہوگا۔ بالفعل اس کا ذکر قبل از وقت ہے۔ ہاں ہر ایک صاحب کو چاہیے کہ اس رائے کے ظاہر کرنے کے لئے طیار ہو کر آئیں اور یہ یاد رکھیں کہ یہ چندہ صرف تجارتی طور پر ہوگا۔ اور ہر ایک چندہ دینے والا بقدر اپنے روپیہ کے اپنا حق اس تجارت میں قائم کرے گا اور اس کے ہر ایک پہلو پر بحث جلسہ کے وقت میں ہوگی۔ یہ خیراتی چندہ نہیں ہے ایک طور کی تجارت ہے جس میں شراکت صرف دینی تائید تک ہے اس سے زیادہ کوئی امر نہیں۔ وَالسَّلام۔ اس امر کے متعلق خط و کتابت خواجہ کمال الدین صاحب پلیڈر پشاور سے کی جائے۔

المشتہر

مرزا غلام احمد از قادیان ۱۵؍جنوری ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۹۴، ۴۹۵ طبع بار دوم)

اس اعلان کے بعد اس فیصلہ کن جلسہ کے لئے ابتدائی انتظامات شروع ہو گئے جو مکرم خواجہ کمال الدین صاحب (مغفور ومرحوم) نے اپنے ذمہ لئے اور عیدالضحیٰ کی تقریب پر جبکہ جماعت کے افراد شریک جلسہ ہوئے تو بعد نماز عید جو حضرت حکیم الامت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مسجد اقصیٰ میں پڑھائی جلسہ کی کارروائی شروع ہوئی جس کی مختصر روائداد کا حضرت خواجہ صاحب نے اس طرح پر آغاز کیا۔

انجمن اشاعت اسلام اور رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی بنیاد

برادران۔ السلام علیکم آپ کی آنکھیں نہایت اشتیاق سے اس کارروائی کے دیکھنے کی منتظر ہوں گی جو مجوزہ رسالہ انگریزی کے متعلق عیداضحیٰ کے موقعہ پر ہونے والی تھی سو خدا تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ کارروائی نہایت خوش اسلوبی سے سرانجام پائی اور ہمارے دوستوں نے متفق اللّفظ ہو کر رسالہ انگریزی اور اس کے مستقل سرمایہ کی ضرورت کو تسلیم کر کے ایک مستقل فنڈ کی بنیاد رکھی مختلف تحریکیں جو اس موقعہ پر دوستوں نے کیں ان سے اس امر کی ضرورت ثابت ہے بجائے ایک انگریزی رسالہ شائع کرنے کے ایک مستقل انجمن بسرپرستی حضرت اقدس قائم کی جائے۔ جس کی غرض بذریعہ زبان انگریزی اسلامی تعلیم کو اشاعت دینا ہو اور اس غرض کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف ایک معیاری رسالہ پر کوششوں کو محدود کر دیا جاوے بلکہ اور تصانیف بھی وقتاً فوقتاً حسب اقتضائے وقت زبان انگریزی میں بسرپرستی انجمن شائع ہوا کریں۔ البتہ اشاعت رسالہ ان اغراض کے پورا کرنے کا مستقل ذریعہ ہوگا۔

چنانچہ باتفاق رائے حاضرین جلسہ ایک انجمن موسوم بہ انجمن اشاعت اسلام قرار دی گئی ہے اور اس کا افتتاحی اجلاس ۲؍مارچ ۱۹۰۱ء کو بعد نماز ظہر مسجد اقصیٰ یعنی جامع مسجد قادیان میں منعقد ہوا اور اس موقعہ پر حضرت اقدس نے مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔

تقریر حضرت اقدس

’’سب صاحب اس بات کو سُن لیں کہ چونکہ ہماری یہ سب کارروائی خدا ہی کے لئے ہے۔ وہ اس غفلت کے زمانہ میں اپنی حجت پوری کرنا چاہتا ہے جیسے ہمیشہ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں ہوتا رہا ہے کہ جب وہ دیکھتا ہے کہ زمین پر تاریکی پھیل گئی ہے تو وہ تقاضا کرتا ہے کہ لوگوں کو سمجھاوے اور قوانین کے موافق حجت پوری کرے، اس لئے زمانہ میں جب حالات بدل جاتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں رہتا، سمجھ کم ہو جاتی ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو مامور کر دیتا ہے تا کہ غفلت میں پڑے ہوئے لوگوں کو سمجھائے اور یہی بڑا نشان اس کے مامور ہونے پر ہوتا ہے کہ وہ لغو طور پر نہیں آتا بلکہ تمام ضرورتیں اس کے وجود پر شہادت دیتی ہیں۔ جیسے ہمارے پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں ہوا۔ اعتقادی اور عملی حالت بالکل خراب ہوگئی تھی اور نہ صرف عرب کی بلکہ کل دنیا کی حالت بگڑ چکی تھی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ [1] اس فساد عظیم کے وقت خدا تعالیٰ نے اپنے کامل اور پاک بندہ کو مامور کر کے بھیجا جس کے سبب سے تھوڑی ہی مدت میں ایک عجیب تبدیلی واقع ہوگئی مخلوق پرستی کی بجائے خدا تعالیٰ پوجا گیا، بد اعمالیوں کی بجائے اعمالِ صالحہ نظر آنے لگے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں بھی دنیا کی اعتقادی اور عملی حالت بگڑ گئی ہے اور اندرونی اور بیرونی حالت انتہا تک خطرناک ہوگئی ہے۔ اندرونی حالت ایسی خراب ہوگئی ہے کہ قرآن کریم تو پڑھتے ہیں مگر یہ معلوم نہیں کہ کیا پڑھتے ہیں۔ اعتقاد بھی کتاب اللہ کے برخلاف ہو گئے اور اعمال بھی۔ مولوی بھی قرآن کو پڑھتے ہیں اور عوام بھی مگر تدبّر نہ کرنے میں دونوں برابر ہیں۔ اگر غور کرتے تو بات کیسی صاف تھی۔ قرآنِ شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ

---

[1] الرّوم: ۴۲

کو اللہ تعالیٰ نے مثیل موسیٰ پیدا کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک سلسلہ پیدا کرتا ہے پھر جب اس سلسلہ پر ایک دراز عرصہ گزرنے پر ایک قسم کا پردہ سا چھا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے بدلے میں اور سلسلہ اسی رنگ میں قائم کرتا ہے۔

قرآن شریف سے دو سلسلوں کا پتہ لگتا ہے اوّل بنی اسرائیل کا سلسلہ جو موسیٰؑ سے شروع ہوا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہو گیا چونکہ یہود کی بداعمالیاں آخری حد تک پہنچ گئی تھیں اور ان میں یہاں تک شقاوت اور سنگدلی پیدا ہو گئی تھی کہ وہ انبیاءؑ کے قتل تک مستعد ہوئے، اس لئے اللہ تعالیٰ نے غضب کی راہ سے اس سلسلہ کو جس میں ملوک اور انبیاء تھے حضرت عیسیٰؑ پر ختم کر دیا۔

میں ہمیشہ سے اس بات پر ایمان رکھتا ہوں کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ پیدا ہوئے تھے اور ان کا بے باپ پیدا ہونا ایک نشان تھا اس بات پر کہ اب بنی اسرائیل کے خاندان میں نبوّت کا خاتمہ ہوتا ہے۔ کیونکہ ان کے ساتھ وعدہ تھا کہ بشرطِ تقویٰ نبوّت بنی اسرائیل کے گھرانے سے ہوگی، لیکن جب تقویٰ نہ رہا تو یہ نشان دیا گیا تا کہ دانشمند سمجھ لیں کہ اب آئندہ اس سلسلہ کا انقطاع ہوگا۔ غرض حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بنی اسرائیل کی نبوّت کا خاتمہ ہو گیا۔ پہلی کتابوں میں بھی اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا تھا کہ بنی اسماعیل میں بھی ایک سلسلہ اسی سلسلہ کا ہم رنگ پیدا ہوگا اور اس کے امام و پیشوا اور سردار محمد رسول اللہ ﷺ ہوں گے۔ توریت میں بھی یہ خبر دی گئی تھی۔ قرآن شریف نے بھی فرمایا۔ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا [1] جیسے توریت میں مانند کا لفظ تھا قرآن شریف میں کَمَا کا لفظ موجود ہے۔

آنحضرت ﷺ بالاتفاق مثیل موسیٰؑ ہیں سُورۃ نُور میں بھی ذکر فرمایا گیا ہے کہ سلسلہ محمدؐیہ، موسویہ سلسلہ کا مثیل ہے۔ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے درمیانی انبیاء کا ذکر قرآن شریف نے نہیں کیا۔ لَمْ نَقْصُصْ [2] کہہ دیا یہاں بھی سلسلہ محمدؐیہ

---

[1] المزّمل :۱۶ [2] المؤمن:۷۹

میں درمیانی خلفاء کا نام نہیں لیا۔ جیسے وہاں ابتداء اور انتہا بتائی، یہاں بھی یہ بتا دیا کہ ابتدا مثیل موسیٰ سے ہوگی اور انتہا مثیل عیسیٰ پر گویا خاتم الخلفاء وہی ہے جس کو دوسرے لفظوں میں مسیح موعود کہتے ہیں۔ موعود اس لئے کہتے ہیں کہ اس کا وعدہ کیا گیا ہے۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ [۳] میں خلفاء کے تقرر کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا تھا، اُسی وعدہ میں وہ خاتم الخلفاء بھی شامل ہے اور نص قرآنی سے بھی ثابت ہوا کہ وہ موعود ہے۔ جو خط ایک نقطہ سے شروع ہوگا وہ ختم بھی نقطہ پر ہی ہوگا۔ پس جیسے وہاں خاتم مسیح ہے، یہاں بھی خاتم خلفاء ہے۔ اس لئے یہ اعتقاد اسی قسم کا ہے اگر کوئی انکار کرے کہ اس امت میں مسیح موعود نہ ہوگا وہ قرآن سے انکار کرتا ہے اور اس کا ایمان جاتا رہے گا اور یہ بالکل واضح بات ہے اس میں تکلّف اور تصنّع اور بناوٹ کا نام نہیں ہے، پھر جو شک وشبہ کرے وہ قرآن شریف کو چھوڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس کو کئی سورتوں میں بیان کر دیا ہے۔ اوّل تو یہی سورۂ نور، دوسری سورۂ فاتحہ جس کو ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھتے ہیں اس سورۃ میں تین گزشتہ فرقے پیش کئے ہیں۔ ایک وہ ہے جو اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ کے مصداق ہیں، دوسرے مَغْضُوْبِ تیسرے ضَآلِّيْنَ۔ مَغْضُوْب سے یہ مخصوصاً مراد نہیں کہ قیامت میں ہی غضب ہوگا۔ کیونکہ جو کتاب اللہ کو چھوڑتا اور احکام الٰہی کی خلاف ورزی کرتا ہے ان سب پر غضب ہوگا مَغْضُوْب سے مراد بالاتفاق یہود ہیں اور اَلضَّآلِّيْنَ سے نصاریٰ۔ اب اس دعا سے معلوم ہوتا ہے کہ مُنْعَمْ عَلَيْهِ فرقے میں داخل ہونے اور باقی دو سے بچنے کے لئے دعا ہے اور یہ سنت اللہ ٹھہری ہوئی ہے۔ جب سے نبوّت کی بنیاد ڈالی گئی ہے خدا تعالیٰ نے یہ قانون مقرر کر رکھا ہے کہ جب وہ کسی قوم کو کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کا حکم دیتا ہے تو بعض اس کی تعمیل کرنے اور بعض خلاف ورزی کرنے والے ضرور ہوتے ہیں۔ پس بعض مُنْعَمْ عَلَيْهِ بعض مَغْضُوْب

---

[۳] النور:۵۶

اور بعض ضَآلِّیْن ضرور ہوں گے۔

اب زمانہ بآوازِ بلند کہتا ہے کہ اس سورۃ شریف کے موافق ترتیب آخر سے شروع ہوگئی ہے۔ آخری فرقہ نصاریٰ کا رکھا ہے۔ اب دیکھو کہ اس میں کس قدر لوگ داخل ہو گئے ہیں ایک بشپ نے اپنی تقریر میں ذکر کیا ہے کہ بیس لاکھ مسلمان مرتد ہو چکے ہیں اور یہ قوم جس زور شور کے ساتھ نکلی ہے اور جو طریق اس نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے اختیار کئے ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے بڑھ کر کوئی عظیم الشان فتنہ نہیں ہے۔ اب دیکھو کہ تین باتوں میں سے ایک تو ظاہر ہوگئی پھر دوسری قوم مَغْضُوْب ہے۔ مجھے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا وقت بھی آ گیا اور وہ بھی پورا ہو رہا ہے یہودیوں پر غضبِ الٰہی اس دنیا میں بھی بھڑکا اور طاعون نے اُن کو تباہ کیا۔ اب اپنی بدکاریوں اور فسق و فجور کی وجہ سے طاعون بکثرت پھیل رہی ہے کِتْمَانِ حَق سے وہ لوگ جو عالم کہلاتے ہیں نہیں ڈرتے اب ان دونوں کے پورا ہونے سے تیسرے کا پتہ صاف ملتا ہے کہ انسان کا قاعدہ ہے کہ جب چار میں سے تین معلوم ہوں تو چوتھی شئے معلوم کر لیتا ہے اور اس پر اس کو امید ہو جاتی ہے۔ نصاریٰ میں لاکھوں داخل ہو گئے، مَغْضُوْب میں داخل ہوتے جاتے ہیں مُنْعَمْ عَلَيْهِ کا نمونہ بھی اب خدا دکھانا چاہتا ہے، جبکہ سُورۂ فاتحہ میں دعا تھی اور سورۂ نور میں وعدہ کیا گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورہ نور میں دعا قبول ہوگئی ہے۔ غرض اب تیسرا حصہ مُنْعَمْ عَلَيْهِ کا ہے اور ہم اُمّید کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کو روشن طور پر ظاہر کر دے گا اور یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے جو ہو کر رہے گا۔ مگر اللہ تعالیٰ انسان کو ثواب میں داخل کرنا چاہتا ہے تا کہ وہ استحقاق جنّت کا ثابت کر لیں۔ جیسا پیغمبر خدا ﷺ کے زمانہ میں ہوا خدا تعالیٰ اس بات پر قادر تھا کہ وہ صحابہ کے بُدوں ہی پیغمبرِ خدا ﷺ کو ہر قسم کی فتوحات عطا فرماتا، مگر نہیں۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو شامل کر لیا تا کہ وہ مقبول ٹھہریں۔ اس سنّت کے موافق یہ بات ہماری جماعت کو پیش آ گئی ہے کہ بار بار تکلیف

دی جاتی ہے اور چندے مانگے جاتے ہیں۔

اس وقت ہمارے دو بڑے ضروری کام ہیں۔ ایک یہ کہ عرب میں اشاعت ہو، دوسرے یورپ پر اتمامِ حجت کریں۔ عرب پر اس لئے کہ اندرونی طور پر وہ حق رکھتے ہیں۔ ایک بہت بڑا حصہ ایسا ہوگا کہ ان کو معلوم بھی نہ ہوگا کہ خدا نے کوئی سلسلہ قائم کیا ہے اور یہ ہمارا فرض ہے کہ ان کو پہنچائیں۔ اگر نہ پہنچائیں تو معصیت ہوگی۔ ایسا ہی یورپ والے حق رکھتے ہیں کہ ان کی غلطیاں ظاہر کی جاویں کہ وہ ایک بندہ کو خدا بنا کر خدا سے دور جا پڑے ہیں۔ یورپ کا تو یہ حال ہو گیا ہے کہ واقعی اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ [1] کا مصداق ہو گیا ہے۔ طرح طرح کی ایجادیں صنعتیں ہوتی رہتی ہیں۔ اس سے تعجب مت کرو کہ یورپ ارضی علوم وفنون میں ترقی کر رہا ہے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب آسمانی علوم کے دروازے بند ہو جاتے ہیں تو پھر زمین ہی کی باتیں سُوجھا کرتی ہیں۔ یہ کبھی ثابت نہیں ہوا کہ نبی کلیں بھی بنایا کرتے تھے یا اُن کی ساری کوششیں اور ہمتیں ارضی ایجادات کی انتہا ہوتی تھیں۔

آج جو وَاَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا [2] کا زمانہ ہے یہ مسیح موعود ہی کے وقت کے لئے مخصوص تھا، چنانچہ اب دیکھو کہ کس قدر ایجادیں اور نئی کانیں نکل رہی ہیں۔ ان کی نظیر پہلے کسی زمانہ میں نہیں ملتی ہے۔ میرے نزدیک طاعون بھی اسی میں داخل ہے اس کی جڑ زمین میں ہے۔ پہلا اثر چوہوں پر ہوتا ہے۔ غرض اس وقت زمینی علوم کمال تک پہنچ رہے ہیں۔ توہینِ اسلام کی حد ہو چکی ہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اس پچاس ساٹھ سال میں جس قدر کتابیں، اخبار رسالے توہینِ اسلام میں شائع ہوئے ہیں، کبھی ہوئے تھے؟ پس جب نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے، تو کوئی مومن نہیں بنتا جب تک کہ اُس کے دل میں غیرت نہ ہو۔ بے غیرت آدمی دَیّوث ہوتا ہے۔ اگر اسلام کی عزت

---

[1] الاعراف: ۱۷۷ [2] الزلزال: ۳

کے لئے دل میں محبت نہیں ہے، تو عبادت بھی بے سود ہے، کیونکہ عبادت محبت ہی کا نام ہے۔ وہ تمام لوگ جو اللہ تعالیٰ کے سوا کسی ایسی چیز کی عبادت کرتے ہیں جس پر کوئی سلطان نازل نہیں ہوا، وہ سب مشرک ہیں۔ سلطان تسلّط سے لیا گیا ہے جو دل پر تسلّط کرے اس لئے یہاں دلیل کا لفظ نہیں لکھا ہے۔

عبادت کیا ہے جب بندہ انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے۔ جب انتہا درجہ کی امید ہو، انتہا درجہ کا خوف ہو۔ یہ سب عبادت میں داخل ہے۔ غیر اللہ کی عبادت کا اتنا ہی مفہوم نہیں ہے کہ سجدہ نہ کیا جاوے۔ نہیں۔ بلکہ اُس کے مختلف مدارج ہیں اگر کوئی مال سے انتہا درجہ کی محبت کرتا ہے تو وہ اس کا بندہ ہوتا ہے۔ خدا کا بندہ وہ ہے جو خدا کے سوا اور چیزوں کی حدِّ اعتدال تک رعایت کرتا ہے اسلام میں محبت وامید منع نہیں ہے مگر ایک حد تک۔ اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر فرما دیا ہے کہ جو خدا سے محبت کرتے ہیں، اُسی سے ڈرتے اور اُسی سے امید رکھتے ہیں وہ ایک سلطان رکھتے ہیں، لیکن جو نفس کے تابع ہوتے ہیں اُن کے پاس کوئی سلطان نہیں ہے جو محکم طور پر دل کو پکڑے۔ غرض انسان کا کوئی فعل اور قول ہو جب تک وہ خدائی سلطان کا پیرو نہ ہو شرک کرتا ہے۔ پس ہم جو اپنی کارروائی کی دو طور پر اشاعت چاہتے ہیں اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی شاہد نہیں ہوسکتا کہ کس قدر سچے جوش اور خالصۃً لِلّٰہ اس کو پیش کرتے ہیں۔ ہمیں اتفاق نہیں ہوا کہ انگریزی میں لکھ پڑھ سکتے۔ اگر ایسا ہوتا تو ہم کبھی بھی اپنے دوستوں کو تکلیف نہ دیتے، مگر اس میں مصلحت یہ تھی کہ تا دوسروں کو ثواب کے لئے بلائیں ورنہ میری طبیعت تو ایسی واقع ہوئی ہے کہ جو کام میں خود کر سکتا ہوں اس کے لئے کسی دوسرے کو کبھی کہتا ہی نہیں۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور چار برس زندگی پاتے تو ابوبکر رضی اللہ عنہ فوت ہوجاتے۔ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم وہ فتح عظیم جس کا آپؐ کے ساتھ وعدہ تھا حاصل کر چکے تھے۔ وَرَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا[1]

---

[1] النصر: ۳

دیکھ چکے تھے اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ [1] ہو چکا تھا مگر اللہ تعالیٰ نے نہ چاہا کہ ان کو محروم رکھے، بلکہ یہی چاہا کہ ان کو بھی ثواب میں داخل کر دے۔ اسی طرح پر اگر اللہ تعالیٰ چاہتا، تو ہم کو اس قدر خزانے دے دیتا کہ ہم کو پرواہ بھی نہ رہتی۔ مگر خدا ثواب میں داخل کرتا ہے، جس کو وہ چاہتا ہے، یہ سب جو بیٹھے ہیں یہ قبریں سمجھو، کیونکہ آخر مرنا ہے۔ پس ثواب حاصل کرنے کا وقت ہے میں ان باتوں کو جو خدا نے میرے دل پر ڈالی ہیں، سادہ اور صاف الفاظ میں ڈالنا چاہتا ہوں اس وقت ثواب کے لئے مستعد ہو جاؤ اور یہ بھی مت سمجھو کہ اگر اس راہ میں خرچ کریں گے تو کچھ کم ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ کی بارش کی طرح سب کمیاں پُر ہو جائیں گے۔ مَنْ یَّعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَیْرًا یَّرَهٗ [2] یاد رکھو خدا کی توفیق کے بغیر دین کی خدمت نہیں ہو سکتی جو شخص دین کی خدمت کے واسطے شرح صدر سے اٹھتا ہے، خدا اس کو ضائع نہیں کرتا۔ غرض خلاصہ یہ ہے کہ ایک پہلو تو مَیں کر رہا ہوں، دوسرے پہلو کو ہماری انگریز خواں جماعت نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے انہوں نے یہ تجویز کی ہے کہ تجارت کے طریق پر یہ کام جاری ہو جائے۔ دین کی اشاعت ہو جائے گی اور ان کا کوئی حرج نہ ہوگا۔ امید ہے کہ خدا اس کا اَجر دے گا۔

مَیں یہ صرف اپنی جماعت کے ارادوں کا ترجمہ کرتا ہوں۔ میرا منشاء تو اسی حد تک ہے کہ کسی طرح عرب اور دوسرے ملکوں میں تبلیغ ہو جائے۔ یہ انہوں نے اپنی دانست میں سہل طریق مقرر کیا ہے۔ جس کو تجارتی طریق پر سمجھ لیا جائے۔ تجارت کے اُمور ظنِ غالب ہی پر چلتے ہیں۔ بہر حال یہ اُن کا ارادہ ہے۔ میرے نزدیک جہاں تک یہ امر مذہب سے تعلق رکھتا ہے تو میں اس کی حمایت کرتا ہوں۔ اگر یہ تجویز عمل میں نہ بھی آوے تب بھی یہ کام ہو جائے گا بہر حال آپ غور کر لیں۔ اللہ تعالیٰ کو بہتر معلوم ہے''۔ فقط

(الحکم مورخہ ۱۷؍اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ تا ۸۔ ملفوظات جلد اول صفحہ ۴۷۴ تا ۴۷۹ زیر ۳۱؍مارچ ۱۹۰۱ء جدید ایڈیشن)

---

[1] المائدۃ: ۴ [2] الزلزال: ۸

حضرت اقدس کی تقریر ختم ہونے پر راقم الحروف نے بر عایت اختصار اپنی گزشتہ دو ماہ کی کارروائی کی رپوٹ پیش کی جو تجویز رسالہ کے متعلق بذریعہ خط وکتابت راقم الحروف اور دیگر برادرانِ طریقت میں ہو چکی تھی۔ سرمایہ رسالہ کے متعلق راقم الحروف نے بیان کیا کہ اگر چہ اس سرمایہ کو تاجرانہ اصول پر جمع کرنا عام طور سے پسند کیا گیا ہے۔ لیکن بعض ذی ہمّت احباب یہ بھی پسند کرتے ہیں کہ یہ سرمایہ تاجرانہ طور سے نہ رہے بلکہ خیرات کے طور پر ہو۔ اور اس کی آمد جو کچھ رہے وہ بطرزِ تجارت تقسیم نہ ہو بلکہ سرمایہ رسالہ میں جمع کیا جائے یہ تجویز واقعی نہایت احسن خیال کی گئی اور اس کی تائید میں شیخ رحمت للہ صاحب بمبئی ہاؤس اور قاضی خواجہ علی صاحب ٹھیکیدار لودھیانہ نے پُرزور تقریریں کیں۔ چنانچہ پھر ان کی تقریروں پر کئی سو حصص کے قریب بہم پہنچانا حاضرینِ مجلس نے محض لِلّٰہ قبول کیا۔ بہرحال اس تجویز کو غور ثانی کے لئے آئندہ اجلاس پر رکھا گیا جو دوسری شام کو منعقد ہونا تھا حسب رائے جلسہ مولوی محمد علی صاحب، شیخ رحمت اللہ صاحب، ڈاکٹر رحمت علی صاحب، مولوی عبدالکریم صاحب اور راقم الحروف انجمن کے قواعد اور ضوابط تجویز کرنے کے لئے مقرر کئے گئے۔

چنانچہ یکم اپریل کو بعد از نماز مغرب دوسرا اجلاس حضرت اقدس کی مسجد میں ہوا اور قواعد انجمن جو مذکورہ بالا اصحاب نے بطور سب کمیٹی مرتب کئے تھے وہ منظور کئے گئے۔ ان قواعد کی کاپی الگ طبع ہو کر ممبرانِ انجمن کی خدمت میں پہنچے گی اور ایسا ہی دیگر احباب بھی مولوی محمد علی صاحب ساکن قادیان کو ایک آدھ آنہ کا ٹکٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں حضرت اقدس نے بعد از منظوری قواعد وضوابط و تقرر عہدہ داران ایک لطیف تقریر کرنے کے بعد فرمایا کہ اُن کی رائے میں تاجرانہ اصول کا لحاظ رکھنا بھی موجودہ حالات کے ماتحت ضروریات سے ہے کیونکہ بعض وقت چندوں کی بہتات موجب ابتلاء ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اس امر کے متعلق مفصّل بحث ہوئی اور یہ باتفاق رائے قرار دیا گیا کہ اس رسالہ کا سرمایہ اس طرح بہم پہنچایا جائے جس طرح مَیں نے پہلے تجویز کیا تھا یعنی کُل سرمایہ رسالہ دس ہزار روپیہ تجویز ہوا اور اس کو ہزار حصص میں تقسیم کیا جائے، فی حصہ دس روپیہ اور جو احباب اس کا سرمایہ بہم پہنچانے کا ارادہ رکھتے ہوں وہ کم از کم ایک حصہ خریدیں تین سال تک اُن کا سرمایہ انجمن میں رہے

گا۔ جس کے بعد ہر ایک شخص جو تاجرانہ طور سے حصص خریدے گا۔ وہ اپنے حصص واپس لینے کا مجاز ہو گا اور نفع کی تقسیم سالانہ ہوگی البتہ وہ احباب جو بطور خیرات حصص لیں گے ان کے حصص بطور سرمایہ مستقل رسالہ سمجھے جاویں گے اور ان کا منافع اس مستقل سرمایہ میں رسالہ سالانہ جمع ہو جایا کرے گا۔ انجمن کا نظم ونسق تین مجالس کے ہاتھ میں رکھا گیا۔

(۱) مجلس عامہ (۲) بورڈ آف ڈائریکٹرز (۳) مجلس کارکن

مجلس عامہ کا اجلاس تو سال میں ایک دفعہ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر رکھا گیا البتہ اس انجمن کے کُل انتظام کے لئے بورڈ آف ڈائریکٹرز مقرر ہوا۔ جن کی ہدایت کے مطابق مجلس کارکن ہمیشہ کارروائی کیا کرے گی۔ سرِ دست انجمن کے عہدہ داران حسب ذیل مقرر ہوئے۔

سرپرست اعلیٰ۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ وَالسَّلام

پریذیڈنٹ۔ حکیم نورالدین صاحب

وائس پریذیڈنٹ۔ مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی

سیکرٹری۔ خواجہ کمال الدین وکیل

اسسٹنٹ سیکرٹری۔ مولوی محمد علی صاحب

فنانشل سیکرٹری۔ شیخ رحمت اللہ صاحب تاجر بمبئی ہاؤس

محاسب۔ میاں تاج الدین صاحب لاہوری

بورڈ آف ڈائریکٹرز کے ممبر بیس مقرر کئے گئے اور یہ ممبر اُن ممبران انجمن میں سے انتخاب کئے جاویں گے۔ جو کم از کم دس حصص خریدیں گے۔ بورڈ آف ڈائریکٹرز کا پہلا اجلاس یکم اپریل کو بمقام قادیان ہوا۔ اور انہوں نے حسب ذیل امور فیصلہ کئے۔ رسالہ کا نام ریویو آف ریلیجنز یعنی کل مذاہبِ دنیا پر تحقیقی نظر کرنے کا رسالہ۔ رسالہ کی اشاعت گاہ۔ اس کی اشاعت گاہ لاہور قرار دی گئی اور اس کا دفتر بھی لاہور میں رہے گا۔ رسالہ کے ایڈیٹر۔ اس کے ایڈیٹر مولوی محمد علی صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب مقرر کئے گئے۔

اس طرح پر رسالہ کے اجرا کی تجویز مکمل ہوگئی اور حصہ داروں کی فراہمی اور رقم کی وصولی اور اجرائے رسالہ کے لئے ابتدائی کارروائی کا عملاً آغاز ہوگیا۔ اوراس رسالہ کے اجرا سے **حضرت اقدس کے الہامات کے پورا ہونے کا وقت آ گیا۔** عملاً رسالہ کے لئے باقاعدہ کام شروع ہوگیا۔ مگر ابھی بعض امور فیصلہ طلب تھے چنانچہ ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء کو بورڈ آف ڈائریکٹرز کا اجلاس ہوا بورڈ نے پہلے مقام اشاعت لاہور قرار دیا تھا۔ مگر بعد میں قادیان ہی قرار پایا۔ چنانچہ ۲۴ر نومبر کو حسب ذیل روئداد مرتب ہوئی۔

ضروری اطلاع

’’۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء کو بتحریک صاحب پریذیڈنٹ بورڈ آف ڈائریکٹرز، بورڈ کا اجلاس ہوا جس میں حضرت مولوی نور الدین صاحب و حضرت عبدالکریم صاحب و جناب نواب محمد علی خاں صاحب و سید حامد شاہ صاحب و حکیم فضل الدین صاحب و مرزا افضل بیگ صاحب و منشی محمد نواب خاں صاحب تحصیلدار اور راقم حاضر تھے اور شیخ رحمت اللہ صاحب بھی بعد میں شامل ہو گئے اور بورڈ کی کارروائی کسی قدر ترمیم کے ساتھ جنرل کمیٹی منعقدہ ۳۰ر نومبر ۱۹۰۱ء نے منظور کی جنرل کمیٹی کے شائع شدہ فیصلوں سے قواعد و ضوابط انجمن و عہدہ داران انجمن میں کسی قدر تبدیلی واقع ہوگئی ہے۔ جس کی اطلاع ممبران انجمن اشاعت اسلام اور دوسرے بھائی کے لئے ضروری ہے۔

(۱) مقام اشاعت میگزین قادیان قرار دیا گیا (۲) عہدہ داران انجمن کا بھی مقامی ہونا ضروری سمجھا گیا۔ اس لئے مفصلہ ذیل تبدیلیاں عہدہ داران میں کی گئیں۔ سیکرٹری بجائے خواجہ کمال الدین صاحب پشاور کے راقم کو قرار دیا گیا۔ اسسٹنٹ سیکرٹری بجائے راقم کے مفتی محمد صادق صاحب کو قرار دیا گیا۔ فنانشل سیکرٹری بجائے شیخ رحمت اللہ صاحب لاہور کے حضرت مولوی نور الدین صاحب کو قرار دیا گیا۔ ایگزیمینر یعنی محاسب بجائے منشی تاج الدین صاحب لاہوری کے مفتی محمد صادق صاحب کو قرار دیا گیا۔ امین نواب محمد علی خاں صاحب کو قرار دیا گیا۔ مگر ایک ہزار

روپیہ تک فنانشل سیکرٹری صاحب کے پاس جمع رہے گا۔ امین سے کوئی روپیہ سوائے سیکرٹری اور فنانشل سیکرٹری صاحب کے دستخطوں کے برآمد نہ ہوگا۔

فنانشل سیکرٹری سے کوئی روپیہ سوائے سیکرٹری اور محاسب کے دستخطوں کے برآمد نہ ہوگا۔ (۳) ڈائریکٹروں کی تعداد بجائے سات کے پانچ قرار دی گئی (۴) مرزا خدا بخش صاحب و شیخ یعقوب علی صاحب کو ڈائریکٹر قرار دیا گیا اور اس طرح بیس کی تعداد پوری ہوگئی (۵) فیصلہ کیا گیا کہ جنوری ۱۹۰۲ء سے آگے اشاعت میگزین میں تاخیر نہ پڑے (۶) فیصلہ کیا گیا کہ اگر تین سو درخواست اردو میگزین کے لئے پہنچ جاوے تو اردو میگزین شائع کیا جاوے۔

لہٰذا ممبران انجمن کو لازم ہے کہ ہر ایک قسم کا روپیہ متعلق حصص یا قیمت میگزین کی بنام حضرت مولوی نورالدین صاحب قادیان میں روانہ فرماویں اور خط وکتابت اور اطلاع روپے بھیجنے کی اور وہ کس قسم کا روپیہ ہے خاکسار راقم کے نام ہونی چاہیے۔

دستخط پریذیڈنٹ راقم خاکسار محمد علی

از قادیان

اس اعلان کے بعد ۲۵؍ جنوری ۱۹۰۲ء انگریزی ایڈیشن اور مارچ ۱۹۰۲ء سے اردو میگزین کی اشاعت عمل میں آئی اور مختلف ادوار سے گزرتے ہوئے انگریزی میگزین لندن سے بھی شائع ہوا اور اب ربوہ ضلع جھنگ مغربی پنجاب پاکستان مغربی سے شائع ہوتا ہے اور اردو میگزین اپنی زندگی ختم کر چکا ہے۔ جو افسوسناک امر ہے۔

ریویو کا اثر اور دائرہ اشاعت

انگریزی رسالہ کا پہلا نمبر شائع ہوا تو اس کی دھوم مچ گئی اور مذہبی دنیا میں ایک زلزلہ پیدا ہوا۔ اس رسالہ کے اصل مضامین تو خود حضرت اقدس تحریر کرتے اور حضرت مولوی محمد علی صاحب مغفور ومرحوم ان کا انگریزی میں ترجمہ کرتے حضرت مسیح موعود کی دعائیں اور توجہ اُن کی مددگار و معین تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کے کلام میں قوت اور تاثیر پیدا کر دی رسالہ صرف اور صرف **اظہار الدین کے لئے تھا** کوئی

ذاتی مقصد زیرِنظر نہ تھا ابتداءً اگرچہ اس کے سرمایہ کے لئے تجارتی رنگ کا اعلان تھا مگر اشاعت سے پہلے ہی جماعت نے اس کے تجارتی پہلو کو **اشاعت اسلام** کے حقیقی مقصد کا اعلان کر دیا اور جماعت کے اس اخلاص اور للّٰہی جذبہ اشاعتِ اسلام نے اس میں برکت اور قبولیت پیدا کر دی ایک سال کے اندر نہ صرف اشاعت بڑھ گئی بلکہ اَکْنَافِ عَالَم سے اس کی بلند پروازی کا شہرہ بلند ہوا۔ اور بعض مسلم اہل علم نے اس کی پسندیدگی کے اظہار میں آواز بلند کی اور یہ تحسین و آفرین کسی مطالبہ یا درخواست پر نہ تھی بلکہ خود رسالہ کے بلند پایہ مضامین اور ان کے ترجمہ کی خوبی بجائے خود اظہارِ آفرین پر مجبور کرتے تھے۔ چنانچہ رسالہ کے پہلے نمبر میں **گناہ سوز فطرت کیسے ملے؟** اس پر روس کے مشہور و معروف فلاسفر اور مذہبی رہنما کونٹ ٹالسٹائے نے اپنی رائے کا اظہار اس میں مندرجہ مضامین کے متعلق اس طرح پر کیا۔

نمونہ کا پرچہ کھولتے ہی میں نے دو مضمون از بس پسند کیا یعنی گناہ سے آزادی کیونکر حاصل ہوتی ہے اور آئندہ زندگی۔ خصوصاً دوسرے مضمون کو جو خیال ان مضامین میں ظاہر کیا گیا ہے۔ **نہایت فاضلانہ اور صحیح ہے**۔ انگلستان کے مشہور نومسلم شیخ عبداللہ کوئیلم نے فارقلیط پر حضرت اقدس کے مضمون کو اپنے اخبار کریسنٹ (ہلال) میں نہایت عزت سے درج کرتے ہوئے اسے فاضلانہ قرار دیا اور اپنے ناظرین کو دلچسپی سے پڑھنے کا اشارہ کیا اس کے بعد بھی ۶ر ستمبر ۱۹۰۲ء کے کریسنٹ میں لکھا کہ۔

''ریویو آف ریلیجنز کا اگست ۱۹۰۲ء کا پرچہ نہایت دلچسپ مضامین سے بھرا ہوا ہے۔ آنحضرت ﷺ کی ذات پاک کے متعلق جو جاہل عیسائی الزام لگایا کرتے ہیں ان کی تردید میں ایک نہایت فاضلانہ مضمون اس میں لکھا گیا ہے۔ **جس سے بہتر مضمون آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا**۔ اور ہم پورے زور کے ساتھ اس مضمون کی طرف اپنے ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں۔''

غرض نزدیک و دور سے صدائے مرحبا و تحسین بلند ہوئی۔

رسالہ کے مضامین نے زلزلہ پیدا کر دیا

اس رسالہ کے ان مضامین نے جو عیسویت کی باطل پرستی پر حملہ کیا اس کا جواب تو نہ ہو سکا مگر ایوان یسوعی میں ایک زلزلہ پیدا کر دیا۔ انگلستان کے چرچ فیملی اخبار نے لکھا کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا کردہ لٹریچر کا جواب نہ دیا جاوے ورنہ وہ عیسویّت کے خلاف ایسا حربہ لٹریچر کی شکل میں پیدا کر دے گا کہ **بائبل کا صفایا ہو جائے گا۔** (مفہوم)

یہ سلسلہ بہت وسیع ہے۔ چونکہ ریویو کے متعلق آگے بھی تذکرہ آئے گا۔ وہ اس کی مقبولیت کی ایک بیّن شہادت ہے جبکہ مولوی انشاء اللہ صاحب مرحوم ایڈیٹر وطن نے ریویو کی اشاعت کے لئے ایک مشروط معاہدہ کرنا چاہا۔ مکرم مولوی محمد علی صاحب اور مکرم خواجہ صاحب قریباً اس معاہدے پر پابند ہو رہے تھے کہ اس کا بھانڈا خاکسار عرفانی نے الحکم کے ذریعہ پھوڑ دیا اور حضرت اقدس نے بھی اسے پسند نہ فرمایا۔ اس کا ذکر بعد میں آئے گا۔ یہ ریویو کا دوسرا دور تھا اس لئے جداگانہ بحث کروں گا۔

مکفّرین علماء پر اَلصُّلح کے ذریعہ اتمام حجت

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ وَالسَّلام کی زندگی اس امر کی کھلی شہادت ہے کہ آپ نے جنگ وجدال سے کنارہ کشی کی مگر مخالفین نے ہمیشہ آپ کو کسی نہ کسی بہانے سے حربِ عقائد میں کھینچا اور بالآخر ذلّت کے ساتھ پسپا ہوئے اندرونی اور بیرونی ہر قسم کے مخالفین کے سامنے امن پسندی کے ساتھ متنازعہ مسائل کا فیصلہ چاہا مگر وہ اس راستہ پر نہ آئے بالآخر پھر آپ نے ایک بار اور صلح کی تجویز **اَلصُّلْحُ خَیْرٌ** کے اعلان سے پیش کی اور یہ ضروری تھا کہ **آپ کا نام وحی الٰہی میں سَلمان بھی ہے۔** اور ایک عجیب بات یہ ہے کہ آپ عظیم الشان مصروفیت اور بیماری کے حملوں اور جماعت کی تربیت کے امورِ مہمّہ کے ہوتے ہوئے ہر رنگ میں دشمنوں کو راہِ صدق وصواب کی طرف بلاتے ہیں اور اندرونی فتنہ چونکہ خطرناک تھا اور علماء مکفّرین مختلف طریقوں سے اشاعت حق میں روک تھے

مقابلہ میں آتے تو نہ تھے اور فتنہ پردازیوں سے باز نہیں رہتے تھے اس لئے آپ نے اتمام حجت کے لئے ۵؍مارچ ۱۹۰۱ء کو نئے انداز سے پیغام صلح دیا چنانچہ فرمایا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

اَلصُّلۡحُ خَیۡرٌ

اے علماء قوم جو میرے مکذّب اور مکفّر ہیں یا میری نسبت متذبذب ہیں آج پھر میرے دل میں خیال آیا کہ میں ایک مرتبہ پھر آپ صاحبوں کی خدمت میں مصالحت کے لئے درخواست کروں مصالحت سے میری یہ مراد نہیں ہے کہ میں آپ صاحبوں کو اپنا ہم عقیدہ بنانے کے لئے مجبور کروں یا اپنے عقیدہ کی نسبت اس بصیرت کے مخالف کوئی کمی بیشی کروں جو خدا نے مجھے عطا فرمائی ہے بلکہ اس جگہ مصالحت سے صرف یہ مراد ہے کہ فریقین ایک پختہ عہد کریں کہ وہ اور تمام وہ لوگ جو ان کے زیر اثر ہیں ہر ایک قسم کی سخت زبانی☆ سے باز رہیں۔ اور کسی تحریر یا تقریر یا اشارہ کنایہ سے فریق مخالف کی عزت پر حملہ نہ کریں اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی صاحب اپنے فریق مخالف کی مجلس میں جائیں تو جیسا کہ شرط تہذیب اور شائستگی ہے۔ فریق ثانی مدارات سے پیش آئیں۔

یہ تو ظاہر ہے کہ انجام کار انہی اصولوں یا مدارات کی طرف لوگ آ جاتے ہیں۔ جب دیکھتے ہیں کہ ایک فریق دنیا میں بکثرت پھیل گیا ہے جیسا کہ آج کل حنفی۔ شافعی۔ مالکی۔ حنبلی باوجود ان سخت اختلافات کے جن کی وجہ سے مکّہ معظّمہ کی ارضِ مقدسہ بھی ان کو ایک مصلّے پر جمع نہیں کر سکی ایک دوسرے سے مخالطت اور ملاقات رکھتے ہیں۔ لیکن بڑی خوبی کی یہ بات ہے کہ کسی اندرونی فرقہ کی ابتدائی حالت میں ہی اس سے اخلاقی برتاؤ کیا جائے۔ خدا جس کو نیست و نابود کرنا چاہتا ہے وہی نابود ہوتا ہے، انسانی کوششیں کچھ بگاڑ نہیں سکتیں۔ اگر یہ کاروبار خدا کی طرف سے نہیں ہے تو خود یہ سلسلہ تباہ ہو جائے گا۔ اور اگر خدا کی طرف سے ہے تو کوئی دشمن اس کو تباہ نہیں کر سکتا اس لئے محض قلیل

☆ سخت زبانی میں یہ بات داخل ہوگی کہ ایک فریق دوسرے فریق کو ان الفاظ سے یاد کرے کہ وہ دجال ہے یا بے ایمان ہے یا فاسق ہے مگر یہ کہنا کہ اس کے بیان میں غلطی ہے یا وہ خاطی یا مخطی ہے سخت زبانی میں داخل نہیں ہوگا۔ منہ

جماعت خیال کر کے تحقیر کے درپے رہنا طریقِ تقویٰ کے بَرخلاف ہے۔ یہی تو وقت ہے کہ ہمارے مخالف علماء اپنے اخلاق دکھلائیں ورنہ جب یہ احمدی فرقہ دنیا میں چند کروڑ انسانوں میں پھیل جائے گا اور ہر ایک طبقہ کے انسان اور بعض ملوک بھی اس میں داخل ہو جائیں گے جیسا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے تو اس زمانہ میں تو یہ کینہ اور بُغض خود بخود لوگوں کے دلوں سے دور ہو جائے گا۔ لیکن اس وقت کی مخالطت اور مدارات خدا کے لئے نہیں ہوگی اور اس وقت مخالف علماء کا نرمی اختیار کرنا تقویٰ کی وجہ سے نہیں سمجھا جائے گا۔ تقویٰ دکھلانے کا آج ہی دن ہے جب کہ یہ فرقہ دنیا میں بجز چند ہزار انسان کے زیادہ نہیں اور میں نے یہ انتظام کر لیا ہے کہ ہماری جماعت میں سے کوئی شخص تحریر یا تقریر کے ذریعہ سے کوئی ایسا مضمون شائع نہیں کرے گا جس میں آپ صاحبوں میں سے کسی صاحب کی تحقیر اور توہین کا ارادہ کیا گیا ہو اور اس انتظام پر اس وقت سے پورا عمل درآمد ہوگا جب کہ آپ صاحبوں کی طرف سے اسی مضمون کا ایک اشتہار نکلے گا اور آئندہ آپ پورے عہد سے ذمہ دار ہو جائیں گے کہ آپ صاحبان اور نیز ایسے لوگ جو آپ کے زیر اثر ہیں یا زیر اثر سمجھے جا سکتے ہیں ہر ایک قسم کی بدزبانی اور ہجو اور سبّ و شتم سے مجتنب رہیں گے اور اس نئے معاہدہ سے آئندہ اس بات کا تجربہ ہو جائے گا کہ کس فریق کی طرف سے زیادتی ہے اس سے آپ صاحبوں کو ممانعت نہیں کہ تہذیب سے رڈ لکھیں اور نہ ہم اس طریق سے دست کش ہو سکتے ہیں لیکن دونوں فریق پر واجب ہوگا کہ ہر ایک قسم کی بدزبانی اور بدگوئی سے منہ بند کر لیں۔ مجھے بہت خوشی ہوگی جب آپ کی طرف سے یہ اشتہار پہنچے گا اور اسی تاریخ سے ان تمام امور پر ہماری طرف سے بھی عمل درآمد شروع ہوگا۔ بالفعل اس اندرونی تفرقہ کے مٹانے کے لئے اس سے بہتر کوئی تدبیر نہیں آئندہ جس فریق کے ساتھ خدا ہوگا وہ خود غالب ہوتا جائے گا۔ دنیا میں سچائی اول چھوٹے سے تخم کی طرح آتی ہے اور پھر رفتہ رفتہ ایک عظیم الشان درخت بن جاتا ہے جو پھل اور پھول لاتا ہے اور حق جوئی کے پرندے اس میں آرام کرتے ہیں۔

الـــــــمشتهـــــــر

مرزا غلام احمد از قادیان ۵؍ مارچ ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ طبع بار دوم)

دعوتِ صلح اور مکفرین

جس درد دل سے حضرت نے باوجود مظلوم ہونے کے مکفرین کی جماعت کو دعوتِ صلح دی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ اس کے جواب میں اَئــمۃُ الــکــفــر کی طرف سے بڑی فراخدلی اور محبت واخلاص کے ساتھ اس پر **لبیّک** کہا جاتا اور صلح کے لئے ہاتھ گرم جوشی سے بڑھاتے مگر یہ پیامِ صلح بھی حق و باطل میں امتیاز کا ایک ذریعہ بن گیا علماء مکفرین نے اس پیامِ دوستی کو حضرت اقدس کی شکست قرار دیا اور بجائے بھول جاؤ کے اصل پر عمل کرنے کے بعض نے اپنی فتح کے نقّارے بجانے شروع کئے اور بعض نے اعتراض کا دوسرا پہلو اختیار کیا کہ ''آج مرزا صاحب صلح کی دعوت دیتے ہیں اور ان کی تحریریں علماء کی گالیوں سے بھری ہوئی ہیں۔'' اس موقع پر یہ کہا جاسکتا تھا کہ فریقین ایک دوسرے کے خلاف آئندہ کچھ نہ لکھیں بلکہ حضرت اقدس نے تو خود اس اعلان میں اسی اصل کو پیش کیا اور نہ صرف اپنے آپ کو پابند کرنے کا وعدہ کیا بلکہ اپنی جماعت کے علماء اور صاحبِ قلم مریدوں کو بھی پابند کر دینے کا وعدہ کر دیا مگر مکذّبین نے صراطِ مستقیم اور قرآن کریم کے اسی اصول امن کو تسلیم کرنے سے مختلف عذرات کی بنا پر انکار کر دیا۔ اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ **ان کے بازار کی رونق زبان درازی سے ہے** جس کے ذریعہ ناجائز حملے اور **جھوٹے الزامات واتہامات** اور گالیاں دی جاسکتی ہیں حالانکہ وہ خود جانتے تھے کہ آپ کی طرف سے کبھی حملہ نہیں کیا گیا بلکہ آپ کا عمل تو یہ تھا۔ ؎

گالیاں سُن کے دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اور جماعت کو ہدایت تھی کہ ؎

گالیاں سُن کر دعا دو پا کے دکھ آرام دو

مگر یہ تو طریق سعادت ہے حق کو لینا ہو تب ایسا ہوسکتا ہے بہرحال علماء ربّانی کی جوشان ہے اس کے آثار نمایاں ہوئے اور معترضین نے اعتراضات کا سلسلہ شروع کر دیا۔

یہ بھی نشان صداقت تھا

اوراس طرح پر یہ اعلان دعوت صلح بھی آپ اور حضرت نبی کریم ﷺ ایک نشان ثابت ہوا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے علماء کی حالت کا نقشہ اس طرح پر فرمایا تھا کہ **عُلَمَاءُ هُمْ شَرُّ مَنْ تَحْتَ اَدِيْمِ السَّمَآءِ مِنْ عِنْدِهِمْ تَخْرُجُ الْفِتْنَةُ وَ فِيْهِمْ تَعُوْدُ** ۔(**مشکوۃ المصابیح ،کتاب العلم، الفصل الثالث بحواله شعب الايمان للبيهقى**)یعنی ان کے علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے ان سے ہی فتنہ اٹھے گا اور انہی کی طرف لوٹے گا۔

حضرت رسول کریم ﷺ کے اس ارشاد عالی اور فتوے کے بعد کسی اور کو کچھ کہنے کی کیا ضرورت ہے اور ان کے اعمال اور کارناموں نے اس کی صداقت پر مہر کر دی ہے۔

غرض کوئی گالی اور دسیسہ کاری باقی نہ رہی جو ان مکفّرین نے نہ کی ہو۔ پس حضرت پر یہ الزام کہ انہوں نے ابتدا کی یا گالیاں دیں سراسر بے بنیاد ہے۔ اس قسم کا اعتراض آپ کے اعلان دعویٰ مسیح موعود کے ساتھ ہی شروع ہوا اور آپ نے ازالہ اوہام میں اس کا جواب دیا۔

> ”**پہلی نکتہ چینی** اس عاجز کی نسبت یہ کی گئی ہے کہ اپنی تالیفات میں مخالفین کی نسبت سخت الفاظ استعمال کئے ہیں جن سے مشتعل ہو کر مخالفین نے **اَللّٰہ جَلَّ شَانُہٗ** اور اس کے رسول کریم کی بے ادبی کی اور پُر دشنام تالیفات شائع کر دیں۔ قرآن شریف میں صریح حکم وارد ہے کہ مخالفین کے معبودوں کو سبّ اور شتم سے یاد مت کرو تا وہ بھی بے سمجھی اور کینہ سے خدائے تعالیٰ کی نسبت سبّ وشتم کے ساتھ زبان نہ کھولیں لیکن اس جگہ بَرخلاف طریق ماموریہ کے سبّ وشتم سے کام لیا گیا۔ **اَمَّاالجواب** پس واضح ہو کہ اس نکتہ چینی میں معترض صاحب نے وہ الفاظ بیان نہیں فرمائے جو اس عاجز نے بزعم اُن کے اپنی تالیفات میں استعمال کئے ہیں اور درحقیقت سبّ وشتم میں داخل ہیں۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جہاں تک مجھے معلوم ہے میں نے ایک لفظ بھی ایسا استعمال نہیں کیا جس کو دُشنام دہی کہا جائے۔ بڑے دھوکہ کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دُشنام دہی اور بیان واقعہ

کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر یک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کی کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم حال ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دُشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقعہ اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے اور اگر ہر یک سخت اور آزار دہ تقریر کو محض بوجہ اس کی مرارت اور تلخی اور ایذا رسانی کے دشنام کے مفہوم میں داخل کر سکتے ہیں تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ سارا قرآن شریف گالیوں سے پُر ہے کیونکہ جو کچھ بتوں کی ذلّت اور بُت پرستوں کی حقارت اور ان کے بارہ میں لعنت ملامت کے سخت الفاظ قرآن شریف میں استعمال کئے گئے ہیں یہ ہرگز ایسے نہیں ہیں جن کے سننے سے بُت پرستوں کے دل خوش ہوئے ہوں بلکہ بلا شبہ ان الفاظ نے ان کے غصہ کی حالت کی بہت تحریک کی ہوگی۔ کیا خدائے تعالیٰ کا کفّار مکّہ کو مخاطب کر کے یہ فرمانا کہ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ [1] معترض کے من گھڑت قاعدہ کے موافق گالی میں داخل نہیں ہے کیا خدائے تعالیٰ کا قرآن شریف میں کفار کو شَرُّ الْبَرِيَّه قرار دینا اور تمام رذیل اور پلید مخلوقات سے انہیں بدتر ظاہر کرنا یہ معترض کے خیال کے رو سے دشنام دہی میں داخل نہیں ہوگا؟ کیا خدائے تعالیٰ نے قرآن شریف میں وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [2] نہیں فرمایا۔ کیا مومنوں کی علامات میں اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ [3] نہیں رکھا گیا۔ کیا حضرت مسیح کا یہودیوں کے معزز فقیہوں اور فریسیوں کو سؤر اور کتّے کے نام سے پکارنا اور گلیل کے عالی مرتبہ فرمانروا ہیرودیس کا لومبڑی نام رکھنا اور معزز سردار کاہنوں اور فقیہوں کو کنجری کے ساتھ مثال دینا اور یہودیوں کے بزرگ مقتداؤں کو جو قیصری گورنمنٹ میں اعلیٰ درجہ کے عزت دار اور

---

[1] الانبیاء: ۹۹ [2] التوبة: ۷۳ [3] الفتح: ۳۰

قیصری درباروں میں کرسی نشین تھے ان کو کریہہ اور نہایت دل آزار اور خلاف تہذیب لفظوں سے یاد کرنا کہ تم حرامزادے ہو، حرامکار ہو، شریر ہو اور بدذات ہو، بے ایمان ہو احمق ہو، ریاکار ہو، شیطان ہو، جہنمی ہو، تم سانپ ہو، سانپوں کے بچے ہو، کیا یہ سب الفاظ معترض کی رائے کے موافق فاش اور گندی گالیاں نہیں ہیں؟ اِس سے ظاہر ہے کہ معترض کا اعتراض نہ صرف مجھ پر اور میری کتابوں پر بلکہ درحقیقت معترض نے خدائے تعالیٰ کی ساری کتابوں اور سارے رسولوں پر نہایت درجہ کے جلے سڑے دل کے ساتھ حملہ کیا ہے اور یہ حملہ انجیل پر سب سے زیادہ ہے کیونکہ حضرت مسیحؑ کی سخت زبانی تمام نبیوں سے بڑھی ہوئی ہے اور انجیل سے ثابت ہے کہ اس سخت کلامی کی وجہ سے کئی مرتبہ یہودیوں نے حضرت مسیحؑ کے مارنے کے لئے پتھر اٹھائے اور سردار کاہن کی بے ادبی سے حضرت مسیحؑ نے اپنے منہ پر طمانچے بھی کھائے اور جیسا کہ حضرت مسیحؑ نے فرمایا تھا کہ میں صُلح کرانے نہیں آیا بلکہ تلوار چلانے آیا ہوں سوانہوں نے زبان کی تلوار ایسی چلائی کہ کسی نبی کے کلام میں ایسے سخت اور آزاردہ الفاظ نہیں جیسے انجیل میں ہیں۔ اس زبان کی تلوار چلنے سے آخر مسیحؑ کو کیا کچھ آزار اٹھانے پڑے ایسا ہی حضرت یحییٰؑ نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا مگر سوال تو یہ ہے کہ کیا یہ مقدس لوگ پرلے درجہ کے غیر مہذب تھے، کیا زمانہ حال کی موجودہ تہذیب کی ان کو بُو بھی نہیں پہنچی تھی؟ اس سوال کا جواب ہمارے سیّد و مولیٰ مادروپدرم برَ اُوفدا باد حضرت ختم المرسلین سیّد الاوّلین والآخرین پہلے سے دے چکے ہیں اور وہ یہ ہے کہ جب یہ آیتیں اتریں کہ مشرکین رجس ہیں پلید ہیں اور شرّ البریّہ ہیں سفہاء ہیں اور ذریّتِ شیطان ہیں اور ان کے معبود **وَقُوْدُ النَّار** اور **حَصَبُ جَهَنَّم** ہیں تو ابوطالب نے آنحضرت ﷺ کو بلا کر کہا کہ اے میرے بھتیجے! اب تیری دُشنام دہی سے قوم سخت مشتعل ہوگئی ہے اور قریب ہے کہ تجھ کو ہلاک کریں اور

ساتھ ہی مجھ کو بھی۔ تو نے ان کے عقل مندوں کو سفیہ قرار دیا اور ان کے بزرگوں کو **شَرُّ الْبَرِيَّه** کہا اور ان کے قابل تعظیم معبودوں کا نام ہیزمِ جہنم اور **وَقُوْدُ النَّار** رکھا اور عام طور پر ان سب کو رجس اور ذرّیّتِ شیطان اور پلید ٹھہرایا میں تجھے خیر خواہی کی راہ سے کہتا ہوں کہ اپنی زبان کو تھام اور دُشنام دہی سے باز آ جا ورنہ میں قوم کے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں کہا کہ اے چچا! یہ دُشنام دہی نہیں ہے بلکہ اظہار واقعہ اور نفس الامر کا عین محل پر بیان ہے اور یہی تو کام ہے جس کے لئے میں بھیجا گیا ہوں اگر اس سے مجھے مرنا درپیش ہے تو میں بخوشی اپنے لئے اس موت کو قبول کرتا ہوں، میری زندگی اسی راہ میں وقف ہے مَیں موت کے ڈر سے اظہار حق سے رک نہیں سکتا اور اے چچا! اگر تجھے اپنی کمزوری اور اپنی تکلیف کا خیال ہے تو تُو مجھے پناہ میں رکھنے سے دستبردار ہو جا بخدا مجھے تیری کچھ بھی حاجت نہیں۔ میں احکامِ الٰہی کے پہنچانے سے کبھی نہیں رکوں گا مجھے اپنے مولیٰ کے احکام جان سے زیادہ عزیز ہیں بخدا اگر میں اس راہ میں مارا جاؤں تو چاہتا ہوں کہ پھر بار بار زندہ ہو کر ہمیشہ اسی راہ میں مرتا رہوں یہ خوف کی جگہ نہیں بلکہ مجھے اس میں بے انتہا لذت ہے کہ اس کی راہ میں دکھ اٹھاؤں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر کر رہے تھے اور چہرہ پر سچائی اور نورانیت سے بھری ہوئی رقت نمایاں ہو رہی تھی اور جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ تقریر ختم کر چکے تو حق کی روشنی دیکھ کر بے اختیار ابوطالب کے آنسو جاری ہو گئے اور کہا کہ میں تیری اس اعلیٰ حالت سے بے خبر تھا تُو اور ہی رنگ میں اور اَور ہی شان میں ہے جا اپنے کام میں لگا رہ جب تک میں زندہ ہوں جہاں تک میری طاقت ہے میں تیرا ساتھ دوں گا۔ اب حاصل کلام یہ ہے کہ جو کچھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوطالب کے اعتراض کا خود اپنی زبانِ مبارک سے جواب دیا درحقیقت وہی جواب ہر یک معترض کے ساکت کرنے کے لئے کافی ووافی ہے کیونکہ دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقعہ کا گو وہ کیسا ہی تلخ اور سخت ہو دوسری شَے ہے۔

ہر یک محقّق اور حق گو کا یہ فرض ہوتا ہے کہ سچی بات کو پورے پورے طور پر مخالف گُم گشتہ کے کانوں تک پہنچا دیوے پھر اگر وہ سچ کو سن کر افروختہ ہوتو ہوا کرے۔ ہمارے علماء جو اس جگہ وَلَا تَسُبُّوا[1] کی آیت پیش کرتے ہیں مَیں حیران ہوں کہ اس آیت کو ہمارے مقصد اور مُدّ عا سے کیا تعلق ہے۔ اس آیت کریمہ میں تو صرف دُشنام دہی سے منع فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ اظہار حق سے روکا گیا ہو۔ اگر نادان مخالف حق کی مرارت اور تلخی کو دیکھ کر دُشنام دہی کی صورت میں اس کو سمجھ لیوے اور پھر مشتعل ہو کر گالیاں دینی شروع کرے تو کیا اس سے امرِ معروف کا دروازہ بند کر دینا چاہیے؟ کیا اس قسم کی گالیاں پہلے کفار نے کبھی نہیں دیں؟ آنحضرت ﷺ نے حق کی تائید کے لئے صرف الفاظ سخت ہی استعمال نہیں فرمائے بلکہ بُت پرستوں کے اُن بتوں کو جو ان کی نظر میں خدائی کا منصب رکھتے تھے اپنے ہاتھ سے توڑا بھی ہے۔ اسلام نے مداہنہ کو کب جائز رکھا اور ایسا حکم قرآن شریف کے کس مقام میں موجود ہے۔ بلکہ اللّٰہ جَلَّ شَانَہٗ مداہنہ کی ممانعت میں صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ اپنے باپوں یا اپنی ماؤں کے ساتھ بھی ان کی کفر کی حالت میں مداہنہ کا برتاؤ کریں وہ بھی ان جیسے ہی بے ایمان ہیں اور کفار مکہ کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ[2] یعنی اس بات کو کفار مکہ دوست رکھتے ہیں کہ اگر تو حق پوشی کی راہ سے نرمی اختیار کرے تو وہ بھی تیرے دین میں ہاں میں ہاں ملا دیا کریں۔ مگر ایسا ہاں میں ہاں ملانا خدا تعالیٰ کو منظور نہیں۔ غرض آیت قرآنی جو معترض نے پیش کی ہے وہ اگر کسی بات پر دلالت کرتی ہے تو صرف اسی بات پر کہ معترض کو کلام الٰہی کے سمجھنے کی مس تک نہیں۔ نہیں خیال کرتا کہ اگر یہ آیت ہر یک طور کی سخت زبانی سے متعلق سمجھی جائے تو پھر امر معروف اور نہی منکر کا دروازہ بند ہو جانا چاہیے اور نیز اس صورت میں خدائے تعالیٰ کا کلام دو متناقض امروں کا جامع ماننا پڑے گا

---

[1] الانعام: ۱۰۹ [2] القلم: ۱۰

یعنی یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ اوّل تو اس نے ہر یک طور کی سخت کلامی سے منع فرمایا اور ہر یک محل میں کفار کا دل خوش رکھنے (کے) لئے تاکید کی اور پھر آپ ہی اپنے قول کے مخالف کارروائی شروع کر دی اور ہر یک قسم کی گالیاں منکروں کو سنائیں بلکہ گالیاں دینے کے لئے تاکید کی۔ سو جاننا چاہیے کہ جن مولویوں نے ایسا خیال کیا ہے کہ گویا عام طور پر ہر یک سخت کلامی سے خدائے تعالیٰ منع فرماتا ہے۔ یہ اُن کی اپنی سمجھ کا ہی قصور ہے ورنہ وہ تلخ الفاظ جو اظہارِ حق کے لئے ضروری ہیں اور اپنے ساتھ اپنا ثبوت رکھتے ہیں وہ ہر یک مخالف کو صاف صاف سنا دینا نہ صرف جائز بلکہ واجباتِ وقت سے ہے تا مداہنہ کی بلا میں مبتلا نہ ہو جائیں خدائے تعالیٰ کے برگزیدہ بندے ایسی سخت تبلیغ کے وقت میں کسی لَاعِنْ کی لعنت اور کسی لَائِمْ کی ملامت سے ہرگز نہیں ڈرے کیا معلوم نہیں کہ آنحضرت ﷺ کے وقت میں جس قدر مشرکین کا کینہ ترقی کر گیا تھا اس کا اصل باعث وہ سخت الفاظ ہی تھے جو اُن نادانوں نے دُشنام دہی کی صورت پر سمجھ لئے تھے جن کی وجہ سے آخر لِسَان سے سِنَان تک نوبت پہنچی ورنہ اوّل حال میں تو وہ لوگ ایسے نہیں تھے بلکہ کمال اعتقاد سے آنحضرت ﷺ کی نسبت کہا کرتے تھے کہ **عَشِقَ مُحَمَّدٌ عَلٰی رَبِّـــــهٖ** یعنی محمد ﷺ اپنے ربّ پر عاشق ہو گئے ہیں جیسے آج کل کے ہندو لوگ بھی کسی گوشہ نشین فقیر کو ہرگز بُرا نہیں کہتے بلکہ نذریں نیازیں دیتے ہیں۔‘‘

(ازالہ اوہام روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۱۰۸ تا ۱۱۵)

آپ اپنی زندگی کے آخر تک امن و آشتی کا پیغام اور دعوت اِتّحاد بَین المذاہب کی طرف متوجہ رہے چنانچہ آپ کی آخری دعوت ’’پیغام صلح‘‘ ہی تھی اور مختلف طریقوں حرب العقائد کو صلح اور سلامتی سے بدل دینے کی سعی فرماتے رہے اس کی تفصیل آپ کی سیرت میں انشاء اللہ ہوگی۔

اسی طرح حقیقۃ الوحی کے تتمہ صفحہ ۲۱ پر آپ نے لکھا کہ

’’ایسا ہی تمام مخالفوں کی نسبت میرا یہی دستور رہا ہے کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ

میں نے کسی مخالف کی نسبت اُس کی بدگوئی سے پہلے خود بدزبانی میں سبقت کی ہو مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجّال رکھا اور میرے پر فتویٰ کفر لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاریٰ سے بدتر قرار دیا اور میرا نام کذّاب، مفسد، دجال، مفتری، مکّار، ٹھگ، فاسق، فاجر، خائن رکھا، تب خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ صحت نیّت کے ساتھ ان تحریروں کی مدافعت کروں۔ میں نفسانی جوش سے کسی کا دشمن نہیں اور میں چاہتا ہوں کہ ہر ایک سے بھلائی کروں مگر جب کوئی حد سے بڑھ جائے تو میں کیا کروں۔ میرا انصاف خدا کے پاس ہے ان سب مولوی لوگوں نے مجھے دکھ دیا اور حد سے زیادہ دکھ دیا اور ہر ایک بات میں ہنسی اور ٹھٹھا کا نشانہ بنایا۔‘‘

(تتمہ حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۴۵۲، ۴۵۳)

معذوری

میں اِس موقعہ پر علماء مکفّرین اور دوسرے مذاہب کے بعض دشمنوں کی گالیوں کا نمونہ بھی یہاں درج کرتا جو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے سیّد و مقتدا رَحْمَةٌ لِّلْعَالَمِيْن ﷺ کو اپنی تالیفات میں لکھی ہیں۔ مگر مجھے پسند نہیں کہ اس گندگی سے کتاب کو آلودہ کروں۔ ورنہ ان کے پڑھنے سے ایک صاف دل اور شریف انسان پر یہ حقیقت اَظہر من الشّمس ہو جاتی کہ **حضرت کا مقام ہی صحیح اور اعلیٰ تھا۔**

خلاصہ یہ کہ حضرت اقدس پر یہ الزام سراسر بہتان اور قلّتِ فکر اور اللہ تعالیٰ کے اخذ سے چشم پوشی کر کے ظلم اور عداوت کی راہ سے کیا گیا تھا ورنہ حق پوشی نہ ہوتی تو **اَلصُّلْحُ خَيْرٌ کا خیر مقدم** کرتے۔

طاعون کے متعلق پیشگوئی پوری ہوئی

الٰہی سلسلوں کے متعلق یہ استواری سنت اللہ ہے کہ وہ ہر قسم کے ابتلاؤں اور مخالفتوں میں نشو ونما پاتے ہیں اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ تا دنیا پر ثابت ہو کہ یہ **آسمانی سلسلہ** ہے اور خدا تعالیٰ کی تائید اور نصرت اس کے ساتھ ہے اور باوجود ہر قسم کی مخالفت اور ایذا رسانی کے یہ بڑھتا اور پھولتا ہے۔ خود حضرت سیّد الاوّلین والآخرین خاتم النبیّین رسول ربّ العالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی مکّی زندگی کا تیرہ سال کا لمبا زمانہ ابتلاؤں میں گزرا لیکن آخر وہ وقت آ گیا کہ **آپ کے سامنے آپ کے مخالفین کی مخالفت ختم ہوگئی اور** جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ۖ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا[1] کا شاندار مظاہرہ ہوا۔

حضرت اقدس اُسی **سَيِّدُ الْاَنَام وَ اِمَامُ الْمُتَّقِيْن وَ مُرْسَلِيْن** کے ایک خادم تھے اور آپ کی صداقت کا مظہر۔ پس آپ کے ساتھ بھی وہی ہوا۔ ماموریت کے پہلے اعلان سے مخالفت کا سلسلہ شروع ہوا جیسے مخالفت بڑھتی گئی **جماعت میں روز افزوں ترقی ہوتی گئی۔**

۱۹۰۱ء کا سال ہی مخالفت کے طوفان میں شروع ہوا اور ہر رنگ میں جماعت کی تطہیر اور آپ کے ساتھ نُصرتِ الٰہی کی تجلّی کا مظاہرہ ہوتا گیا۔ اس سال کے کارناموں اور مخالفانہ ہنگاموں کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کیا یہ **آسمانی تائید کے بغیر ممکن ہوسکتا ہے؟**

آسمانی تائیدات ہر رنگ میں نازل ہو رہی تھیں چنانچہ طاعون کے ذریعہ اس پیشگوئی کا ظہور ہوا جس کی خبر آپ نے ۲۶ رفروری ۱۸۹۸ء کے اشتہار میں دی تھی اس وقت لوگوں نے ہنسی اور ٹھٹھا کیا اور مذاق اڑایا کہ آپ طاعون کو پورے پنجاب میں لگتے دیکھ رہے ہیں اسی طرح پر جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں دردناک عذاب طوفان کا آپ نے اعلان کیا تھا۔ تو ظاہر پرست معترضین نے ہنسی اڑائی کہ آسمان پر بارش کا نشان نہیں اور یہ بوڑھا (علیہ الصلوٰۃ والسلام) خشکی میں

---

[1] بنی اسرائیل:۹۹

کشتی بنا رہا ہے لیکن آخر **طوفان آیا اور سب کو بجز کشتی والوں کے تباہ کر دیا۔**

یہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے آپ کو نوح کہا اور کشتی بنانے کا حکم دیا اور اس عذاب کو **طوفانِ طاعون کی شکل میں نمودار کر دیا۔** جب اس طوفان کے آثار شروع ہوئے تو آپ نے پھر خلق اللہ کو آگاہ فرمایا۔ چنانچہ آپ نے ۱۷؍ مارچ ۱۹۰۱ء کو مندرجہ ذیل اعلان شائع کیا۔

طاعون

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْکَرِیْم

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ۶؍ فروری ۱۸۹۸ء کو میں نے طاعون کے بارے میں ایک پیشگوئی شائع کی تھی اور اس میں لکھا کہ مجھے یہ دکھلایا گیا ہے کہ اس ملک کے مختلف مقاموں میں سیاہ رنگ کے پودے لگائے گئے ہیں اور وہ طاعون کے پودے ہیں اور میں نے اطلاع دی تھی کہ توبہ اور استغفار سے وہ پودے دور ہو سکتے ہیں۔ مگر بجائے توبہ اور استغفار کے وہ اشتہار بڑی ہنسی اور ٹھٹھے سے پڑھا گیا اب میں دیکھتا ہوں کہ وہ پیشگوئی ان دنوں میں پوری ہو رہی ہے۔ خدا ملک کو اس آفت سے بچاوے اگر خدا نخواستہ اس کی ترقی ہوئی تو وہ ایک ایسی بلا ہے جس کے تصور سے بدن کانپتا ہے۔ سوائے عزیزو! اسی غرض سے پھر یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ سنبھل جاؤ اور خدا سے ڈرو اور ایک پاک تبدیلی دکھلاؤ تا خدا تم پر رحم کرے اور وہ بلا جو بہت نزدیک آ گئی ہے خدا اس کو نابود کرے۔

اے غافلو! یہ ہنسی اور ٹھٹھے کا وقت نہیں ہے۔ یہ وہ بلا ہے جو آسمان سے آتی اور صرف آسمان کے خدا کے حکم سے دور ہوتی ہے اگرچہ ہماری گورنمنٹ عالیہ بہت کوشش کر رہی ہے اور مناسب تدبیروں سے یہ کوشش ہے مگر صرف زمینی کوششیں کافی نہیں۔ ایک پاک ہستی موجود ہے جس کا نام **خدا** ہے یہ بلا اسی کے ارادے سے **ملک** میں پھیلی

ہے۔کوئی نہیں بیان کرسکتا کہ یہ کب تک رہے گی اوراپنے رخصت کے دنوں تک کیا کچھ انقلاب پیدا کرے گی اورکوئی کسی کی زندگی کا ذمہ دار نہیں ۔سو اپنے نفسوں اوراپنے بچوں اوراپنی بیویوں پر رحم کرو۔ چاہیے کہ تمہارے گھر خدا کی یاد اورتوبہ اوراستغفار سے بھر جائیں اورتمہارے دل نرم ہو جائیں ۔بالخصوص میں اپنی جماعت کونصیحتاً کہتا ہوں کہ یہی وقت توبہ اوراستغفار کا ہے جب بلا نازل ہوگئی تو پھرتوبہ سے بھی فائدہ کم پہنچتا ہے۔اب اس سخت سیلاب پر سچی توبہ سے بند لگاؤ۔باہمی ہمدردی اختیار کرو۔ایک دوسرے کوتکبر اورکینہ سے نہ دیکھو۔خدا کے حقوق ادا کرواورمخلوق کے بھی،تاتم دوسروں کے بھی شفیع ہو جاؤ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگرایک شہر میں جس میں مثلاً دس لاکھ کی آبادی ہوایک بھی کامل راست باز ہوگا تب بھی یہ بَلا اس شہر سے دفع کی جائے گی پس اگرتم دیکھو کہ یہ بلا ایک شہرکو کھاتی جاتی اور تباہ کرتی جاتی ہے تو یقیناً سمجھو کہ اس شہر میں ایک بھی کامل راستباز نہیں ۔معمولی درجہ کی طاعون یا کسی اور وبا کا آنا ایک معمولی بات ہے لیکن جب یہ بلا ایک کھا جانے والی آگ کی طرح کسی شہر میں اپنا منہ کھولے تو یقین کرو کہ وہ شہرکامل راستبازوں کے وجود سے خالی ہے تب اس شہر سے جلد نکلو یا کامل توبہ اختیا رکرو۔ایسے شہر سے نکلنا جس طرح طبّی قواعد کی رو سے مفید ہے ایسا ہی روحانی قواعد کی رو سے بھی ۔مگر جس میں گناہ کا زہریلہ مادہ ہووہ بہرحال خطرناک حالت میں ہے۔ پاک صحبت میں رہو کہ پاک صحبت اور پاکوں کی دعا اس زہر کا علاج ہے۔ دنیا ارضی اسباب کی طرف متوجہ ہے مگر جڑ اس مرض کی گناہ کا زہر ہے اور تریاقی وجود کی ہمسائیگی فائدہ بخش ہے۔اَللّٰہ جَلّ شَانُہٗ اپنے رسول کوقرآن شریف میں فرماتا ہے مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَاَنْتَ فِیْھِمْ [1] یعنی خدا ایسا نہیں ہے کہ وبا وغیرہ سے ان لوگوں کو ہلاک کرے جن کے شہر میں تو رہتا ہو۔پس چونکہ وہ نبی علیہ السلام

---

[1] الانفال:۳۴

کامل راست باز تھا اس لئے لاکھوں کی جانوں کا وہ شفیع ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ مکّہ جب تک آنحضرت ﷺ اس میں تشریف رکھتے رہے امن کی جگہ رہا اور پھر جب مدینہ تشریف لائے تو مدینہ کا اس وقت نام یثرب تھا۔ جس کے معنے ہیں ہلاک کرنے والا یعنی ہمیشہ اس میں سخت وبا پڑا کرتی تھی۔ آپ نے داخل ہوتے ہی فرمایا کہ اب اس کے بعد اس شہر کا نام یثرب نہ ہو گا بلکہ اس کا نام مدینہ ہو گا یعنی تمدّن اور آبادی کی جگہ اور فرمایا کہ مجھے دکھایا گیا ہے کہ مدینہ کی وبا اس میں سے ہمیشہ کے لئے نکال دی گئی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اب تک مکّہ اور مدینہ ہمیشہ طاعون سے پاک رہے ہیں۔ اُس خدائے کریم کا شکر کرتا ہوں کہ اسی آیت کے مطابق اس نے مجھے بھی الہام کیا اور وہ یہ ہے۔ اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ. اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ. اِنَّهٗ اَوَى الْقَرْيَةَ ۔ یہ الہام اشتہار ۶ / فروری ۱۸۹۸ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اور یہ طاعون کے بارے میں ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ موتوں کے دن آنے والے ہیں مگر نیکی اور توبہ کرنے سے ٹل سکتے ہیں اور خدا نے اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لیا ہے اور متفرق کئے جانے سے محفوظ رکھا یعنی بشرط توبہ۔ اور براہین احمدیہ میں یہ الہام بھی درج ہے کہ۔ مَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ [1] یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے برکتیں ہیں اور لوگوں کی نظر میں عجیب۔ اور یاد رہے کہ یہ ہماری تحریر محض نیک نیتی اور سچی ہمدردی کی راہ سے ہے۔ وَمَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلَاغ

وَ السَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان

۱۷ / مارچ ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۰۰ تا ۵۰۲ طبع بار دوم)

---

[1] الانفال: ۳۴

۱۹۰۱ء میں طاعونی حملہ نہایت شدت سے ہوا اور جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت اپنے نذیر کو خبر دی تھی کہ **''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اُسے قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔''** (تذکرہ صفحہ ۱۴۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

اور بار بار ان حملوں کے آغاز سے پہلے ہر رنگ میں آپ نے توجہ دلائی مگر مخالف شوخی اور شرارت میں بڑھتے گئے اور عذاب الٰہی کو قریب کرتے گئے۔ آپ نے اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر یہ بھی شائع کر دیا تھا کہ **طاعون کے حملے بڑے لمبے ہوتے ہیں**۔ جیسے جیسے طاعون کے حملے میں شدت ہوتی گئی آپ نے لوگوں کو توبہ اور استغفار کی طرف توجہ دلانے میں کمی نہ کی اور مختلف طریقوں سے ایک پاک تبدیلی اور رجوع الی اللہ کی دعوت دی جس قدر آپ یہ روح پیدا کرنا چاہتے تھے اسی شدت سے لوگ عداوت کے تیر برسا کر عذاب کو قریب اور شدید کر رہے تھے یہاں تک کہ آپ نے اتمام حجت کے لئے ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء کو ایک اور اعلان **اَلطَّاعُون** کے عنوان سے عربی، فارسی اور اردو میں شائع کیا۔ آپؑ نے عربی کا ترجمہ فارسی اور اردو میں بھی خود تحت میں لکھا۔ میں یہاں صرف اردو ترجمہ درج کرتا ہوں۔

''خدا کی حمد اور اس کے برگزیدہ بندوں پر سلام، بھائیو! اے دانشمندو!! خدا تعالیٰ تم پر دونوں جہانوں میں رحم کرے۔ طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے ڈال دیئے اور تمہارے جگروں کو پارہ پارہ کر دیا اور تمہارے بہت سے دوستوں، باپوں، بیٹوں، بیٹیوں اور جوروں اور ہمسائیوں کو اچک کر لے گئی اور تمہارے لئے اس میں خداوند علیم حکیم کی طرف سے بڑا ابتلا اور امتحان ہے اور جو بلا نازل ہوتی ہے اس کے چار ہی سبب ہوتے ہیں۔ اور ابتدائے فطرت سے خدا کی سنّت اسی طرح پر جاری ہے **پہلا** یہ ہے کہ جب لوگ خدا کی خوشنودی کی راہوں سے نکل جاتے اور عفت اور عبادت کو چھوڑ کر اس کے حقوق تلف کر دیتے ہیں اور خودی اور گھمنڈ میں زندگی بسر کرتے ہیں اور آخرت کی طرف دھیان نہیں کرتے اور فسق و فجور کی پرواہ نہیں کرتے اور خدا کی حدوں کی

پاسداری نہیں کرتے اور اس کے حکموں کو پامال کرتے اور اس کے سامنے بدکاری کرتے اور کھلے جرموں پر اصرار کر کے اُسے غصہ دلاتے ہیں۔ **دوسرا** جب لوگ ان اولوالامروں کی نافرمانی کرتے ہیں جو مصلحتِ الٰہی سے انہیں دیئے جاتے ہیں اور رعیت کے انبار غلہ کے لئے بجائے مُہر کے ہوتے ہیں۔ اور رعایا مفسد اور باغی بن جاتی اور اطاعت کی رسّی اتار ڈالتی ہے اور معروف باتوں اور جائز امروں میں ان کی مدد نہیں کرتی اور ان کی نسبت بدگمانی کرتی اور لڑائی اور مقابلہ کر کے ان کے معاملات کو درہم برہم کرتی ہے اور وفاداروں اور سعادت مندوں کی طرح ان سے بادب پیش نہیں آتی اور ان کے حکموں کو نہیں مانتی اور خدا کے جوڑے ہوئے کو کاٹنا چاہتے اور دفع کرتے ہیں اُس شئے کو، جسے خدا بڑی بھاری مصلحت سے لایا ہے۔ **تیسرا** جب لوگ اس امام کے قبول کرنے میں بخل کریں جو صدی کے سر پر معبوث ہوا اور روشن دلیلوں کے ساتھ اسے بھیجا گیا ہو اور جان بوجھ کر بخل اور کمینہ پن سے اس کے نشانوں کا انکار کریں اور اس کی ایذا دہی اور تحقیر اور تکفیر کریں اور تیغ وسنان سے اُسے مار ڈالنا چاہیں اور ظلم اور فریب سے حُکّام تک مقدمے لے جائیں اور اصل بات کو پوشیدہ کر دیں۔ **چوتھا** جبکہ لوگ کیڑوں مکوڑوں کی طرح ایک دوسرے کو کھانے لگ جائیں۔ اور ذرا بھی ان میں رحم نہ رہے اور مخلوق پر ترس کھانا اور چھوٹے بڑے کے حق کی رعایت ترک کر دیں۔ یاد رکھو نابود کرنے والی طاعون کے یہی چار سبب ہیں۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ وہ ہمیں اور ہمارے دوستوں کو اپنے فضل سے اس سے محفوظ رکھے اور میرے نزدیک یہی بڑے سبب ہیں۔ مگر دانشمندان اسباب کو سمجھتے ہیں۔ سو خدا سے ڈرو اور سلامتی چاہتے ہو تو ان سببوں کے نزدیک نہ جاؤ اور مَیں نے اس سے پہلے بھی کہا مگر تم نے کان نہ دھرے اور مَیں نے راہ بتائی پر تم نے ہدایت نہ پائی اور میں نے تم کو دکھایا پر تم نے نہ دیکھا۔ آج میرے دل میں آیا ہے کہ پھر ایک دفعہ تمہیں وصیّت کر دوں اور اپنی بریّت کے لئے حجت پیدا کر لوں۔

سنو اور منہ نہ پھیرو! اور خدا سے ڈرو اور اس کے حکموں کو نہ توڑو اور خدا کے لئے کھڑے ہو جاؤ اور سُست مت بیٹھو اور کہا مانو اور سرکشی نہ کرو اور خدا کو یاد کرو اور غفلت چھوڑ دو اور سب مل کر خدا کی رسّی کو پکڑ لو اور فرقہ فرقہ نہ بنو اور اپنے نفسوں کو پاک کرو اور میلے کچیلے نہ رہو اور اپنے باطنوں کو پاک کرو اور آلودگی سے بچو اور اپنے ربّ کی عبادت کرو اور شرک نہ کرو اور صدقے دو اور بخیل نہ بنو اور آسمان پر چڑھنے کی کوشش کرو اور زمین کی طرف نہ جھکو اور ضعیفوں پر رحم کرو تا کہ تم پر بھی آسمان میں رحم کیا جائے۔ اور خدا اور اپنے بادشاہوں کی اطاعت کرو اور فساد نہ کرو اور حُکّام کے حکموں اور فیصلوں اور پروانوں وغیرہ میں ان کی مخالفت نہ کرو اور ان کی رضا کے خلاف ایک قدم بھی آگے پیچھے نہ رکھو اور جب کوئی ان کے طرف سے کوئی حکم آوے تو حاضر ہو جاؤ اور ان کے بُلانے پر سُست اور ہار کھائے ہوئے نہ بنو اور ان کے قانون کی خلاف ورزی نہ کرو اور ان کی توہین نہ کرو اور جب کوئی خدمت تمہیں سپرد کی جائے تو بہت جلد حکم مانو۔ اور اس کے پورا کرنے کی سعی کرو خواہ پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھنا پڑے اور جاہلوں کی مانند عذر نہ تراشو اور خوب سمجھ لو کہ سلامتی حکموں کے قبول کرنے میں ہے اور ملامت نافرمانی اور جھگڑے میں ہے۔ اور ہم خدا کا شکر کرتے ہیں کہ اس نے ہمیں سلطنت برطانیہ کا عہد بخشا اور اس کے ذریعہ سے بڑی بڑی مہربانیاں اور فضل ہم پر کئے۔ ہم نے اس سلطنت کے آنے سے انواع اقسام کی نعمتیں پائیں۔ ہماری قوم نے علم اور تہذیب سیکھی اور بہائم کی زندگی سے نکلنا انہیں نصیب ہوا اور حیوانی جذبوں سے نکل کر انسانی کمالات پر پہنچنا میسر آیا۔ سو ہمیں اس گورنمنٹ کے طفیل امید اور فکر سے بڑھ کر امن اور امان ملا۔ اب ہم زمین پر گایوں کی طرح نہیں بلکہ باردار اونٹنیوں کی مانند بڑے وقار اور سہولت سے سفر کرتے ہیں اور ہمیں ڈاکوؤں اور بدذات دشمنوں کا کچھ بھی ڈر نہیں ہوتا اور ہم رات کے پہلے حصہ میں اور پچھلے میں اکیلے بلا خوف وخطر سفر کرتے ہیں اور

ریل گاڑی کے چلنے سے اونٹوں اور قافلوں اور گھوڑوں کی کوئی ضرورت نہیں رہی اب مناسب ہے کہ اپنی نیتوں کو درست کرو اور اس سلطنت کی نسبت نیک گمان کرو اور صاف دلی اور پاک نیت سے اس کے حضور حاضر ہو اور زمین میں باغیوں کی طرح فساد کرتے اور شریروں کی طرح بھاگے بھاگے نہ پھرو اور خوب سمجھ لو کہ سلطنت نے تمہیں ایذا دینے سے ظالموں کے ہاتھ بند کر دیئے اور تم سوتے تھے اور اس نے تمہیں جگایا اور تمہارے سفر اور حضر میں تمہاری پوری نگہبانی کی اور جب تم کہیں کارِ روزگار کرنے اور معاش کی تلاش میں جاتے ہو اور پھر وطن کو واپس آتے ہو دونوں صورتوں میں گورنمنٹ کی طرف سے تم پر محافظ مقرر ہیں اور اس نے تمہاری آبرو اور مال کی خوب نگہداشت کی اور صحت میں اور بیماری میں تمہاری خبر گیری کی اور تم کو امن بخشا جس کے سبب سے تم دولت اور مال میں اور کثرت میں ترقی کر گئے اور یہ سلطنت ہر میدان میں تمہاری مدد کو کھڑی ہوئی اور تمہارے یاروں اور دوستوں اور مکانوں کی نسبت خوب سلوک کیا اور ثابت کر دیا کہ وہ تمہاری پناہ اور جائے امن ہے۔ اب تم پر اس کے احسان کے حقوق ثابت ہیں اور اس نے تمہیں ڈاکوؤں اور چوروں سے بچایا اور تمہارے مال وعیال کی نسبت نگہبانی کا حق ادا کر دیا اور اس کی مہربانی تمہاری عمروں کی درازی کا سبب ہوئی ہے اور اس سے تمہیں ایسی عافیت ملی جو تباہ و برباد کرنے والی نہیں اور تمہیں پرلے درجہ کی رفاہیت حاصل ہوئی اور اس نے تمہیں دکھوں اور دردوں کی خوفناک جگہوں سے بچایا اور اپنے فضل وکرم کی حمایت اور پناہ میں لیا اب یہ حال ہے کہ دشمنوں کے ناخن بیداد کی تم تک رسائی نہیں ہو سکتی۔ سو مناسب ہے کہ اس گورنمنٹ کے شکر ادا کرنے میں اور ذکر و تذکرہ میں گونگے اور بیہوش نہ بن جاؤ اس لئے کہ احسان کا بدلہ احسان ہے اور شکر سے غفلت کرنا کفران ہے اور میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ سلطنت تمہارے لئے بڑا امن بخش تعویذ ہے اور اس کے ہوتے کسی خود پوش مددگار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ اور حقیقت میں ساری حمدیں

خدا کے لئے ہیں جس نے ہمیں ایسا قیصر عطا فرمایا جو ہمارے حال کی خبر گیری اور پَرداخت میں کوئی قصور اور کوتاہی نہیں کرتا اور کوشش کرتا ہے کہ ہمیں پستی سے باہر لائے اس نے ہمارا دین ہمیں پھر دیا بعد اس کے کہ مذہب اپنے مکانوں سے اکھڑ چکا تھا اور اسی نے قیصرہ ہند اور قیصر کو اس کا مامن بنایا۔ سو یہ رحمٰن کی رحمت اور منّان کی مِنّت ہے اور اگر بندہ نزولِ نعمت کے وقت خدا کا شکر نہ کرے تو بلا اس پر نازل ہوتی ہے سو اس میں شک نہیں کہ ان ہی گناہوں کے سبب سے طاعون نے تمہارے شہروں میں ڈیرے جما دیئے ہیں اب بہت جلد طاعت کی طرف قدم اٹھاؤ۔ اور اپنے آپ کو گناہوں سے بچاؤ اور اگر تم میری بات پر عمل کرو گے تو مجھے امید ہے کہ درد تم سے دور ہو جائیں گے اور آرام اور چین ترقی کرے گا۔ اب جواب دو کہ تمہاری کیا رائے ہے مانتے ہو یا انکار کرتے ہو اور طاعون کا کوئی علاج بجز پرہیز گاری اور گڑگڑانے اور دعا کے نہیں۔

اور تم دیکھ رہے ہو کہ وہ تمہیں ہلاک کرنے کو تمہاری آنگنوں میں آ اتری ہے اور تمہیں فنا کرنے کو تمہارے صحنوں میں داخل ہوگئی ہے اور کس قدر تمہارے باپ اور بیٹے اس کا شکار ہو گئے سو اب دانائی اور زیرکی سے اپنے انجام میں غور کرو اور کتنے تم میں سے اس کے تھیلے میں ڈال دیئے گئے اور قضاء و قدر نے اُس کے کباب کے لئے انہیں بریاں کیا؟ تمہیں کچھ علم بھی ہے کہ اس ساری کارروائی کی جڑ کیا ہے؟ سو یاد رکھو کہ یہ سب نتیجہ تمہارے فسق و فجور کا ہے۔ اب بیٹھ کر روؤ کہ یہ خوشی کا وقت نہیں ہے اور اپنے اندرونی معاملات کو خدا کے سامنے پاک کرو اور اُس اَبر کو جو تمہارے چاند پر آ گیا ہے دور کرو۔ اس لئے کہ خدا اس بھیڑیئے اور خوفناک جنگل کو تم سے دور کرے اور تمہیں عزت اور بزرگی عطا کرے۔ اور اپنے گھروں کی ساری طرفوں کو خوب پاک صاف کرو اور لاف و گزاف چھوڑ دو اور جو گزر چکا ہے اس کی تلافی کرو۔ اور اگر تم باز نہ آؤ تو جان لو کہ میری بات کسی افسانہ گو کی بات نہیں۔ دیکھو بلا جرار سَیل کی طرح تمہارے ملک

میں داخل ہو چکی ہے۔ سو جو شخص میری بات کو قبول کرے گا بوڑھا ہو یا جوان ہو اسے ہزل نہیں سنجیدہ بات سمجھے گا اور سب جھگڑے چھوڑ دے گا وہ کامیاب ہوگا۔ سو اب تم حَکَم قاضی کی طرف آ جاؤ۔ اور اپنی گزشتہ کرتوتوں پر پشیمان ہو جاؤ اور میری بات کو اپنے حق میں میرا بڑا احسان یاد کرو اسی میں میری خوشی اور تمہاری خوشی ہے اور جو شخص میری بات کو قبول کرے گا مجھے امید ہے کہ خدا اس کے دل کی شکست درست کر دے گا اور اس کے رنج وغم کو دور اور اس کے احوال کو ٹھیک کرے گا۔ اے لوگو! مجھے معلوم ہو رہا ہے اور میری فراست کہہ رہی ہے کہ یہ بلا گناہوں کی کثرت کی وجہ سے آئی ہے جس طرح پہلے زمانوں میں آیا کرتی تھی۔ اب تم خداوند تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کرنے کی فکر کرو اور ہر قسم کی بدکاری اور فساد سے بچ جاؤ تو خدا چاہے تم ضرور کیڑوں مکوڑوں کی موت مرنے سے نجات پا جاؤ گے۔ مجھے ڈر ہے کہ یہ مرض کہیں ہر شہر میں داخل نہ ہو جائے اور ہر بیشہ میں راہ نہ پا جائے پس پھر وہاں کے درندوں اور ہرنوں سب کو کھا جائے اور چراگاہوں اور پانیوں کو بالکل کھا جائے اور پی جائے۔ سو نیکیوں میں لگ جاؤ اور صدقات خیرات نکالو اور محتاجوں کو دو۔ قسم بخدا مجھے امید ہے کہ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو طاعون سے بچائے گا جو میرا کہا مانیں گے سو تم عیش پسندوں کی پوشاک بدن سے اتار پھینکو اور سونے والوں کی غفلت سے الگ ہو جاؤ اور راکعین اور قائمین سے مل کر نماز پڑھو اور صبر اور صلوٰۃ اور خیرات سے مدد لو اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ خدا تمہیں ہر طرح کے دکھ درد سے محفوظ رکھے گا اور تم گمراہی کو چھوڑ کر خدا تعالیٰ کا رحم دیکھو گے۔ میں نے تمہیں اسی طرح کہہ دیا جس طرح ملہم کہا کرتے ہیں سو تم عنقریب جان لو گے۔

المشتہر

خاکسار مرزا غلام احمد منمقام قادیان ۱۰؍دسمبر ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۴۷ تا ۵۴۸ طبع بار دوم)

ایک تاریخی دن (۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء)

اللہ تعالیٰ کے ایّام تو ہر رنگ میں ایک خاص شان رکھتے ہیں اور ایّام اللہ، اللہ تعالیٰ کے ماموروں کی زندگی میں ایک **یوم صداقت** ہوتے ہیں جن میں ان کی تائید کے نشانِ نصرت نمایاں ہوتے ہیں۔

۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء بھی سلسلہ احمدیہ کی تاریخ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی حیاتِ طیّبہ کا ایک یادگاری دن ہے اس روز ایک عظیم الشان پیشگوئی کا ظہور ہوا اور ہندوستان سے باہر مصر کے ایک نکتہ چین کو دعوت مقابلہ دی گئی ان دونوں کا ذکر میں جدا جدا کروں گا۔

(۱) یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ کا ایک نشان

حضرت اقدس کو اوائل ہی میں جب کہ کوئی آپ کو دنیا میں نہ جانتا تھا اور ایک گوشہ میں آپ مصروف عبادت اور براہین احمدیہ کی تالیف و اشاعت کے لئے مصروف دعا تھے اور قادیان کو بھی کوئی شہرت حاصل نہ تھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو بشارت دی تھی کہ ”**دور دراز راستوں سے تیرے پاس لوگ آئیں گے**“۔

مسٹر ڈکسن یورپین سیاح کی آمد

پھر کچھ عرصہ بعد اس پیشگوئی کا ظہور شروع ہوا۔ مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ دور دراز راستوں سے لوگ آئیں۔ ہر مہمان جو نزدیک یا دور سے آتا وہ اس پیشگوئی کا مصداق ہوتا اور اس کی ایک شانِ تجلّی کا مظہر ہوتا۔ ۱۷؍نومبر ۱۹۰۱ء کو جب حضرت اقدس سیر سے واپس آ کر تذکار سیر کی تکمیل کے سلسلہ میں تشریف فرما ہو گئے اور آپ کا سلسلہ کلام جاری تھا کہ ایک یوروپین سیاح مجلس میں آ گیا۔ راقم الحروف نے اپنے اخبار الحکم میں جو ۲۴؍نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۲ پر شروع ہوتا ہے اسے قلم بند کیا ہے۔ قارئین کرام اس تقریر میں حضرت اقدس کی شان سادگی اور تبلیغی جوش کا اندازہ کر

کے لطف اٹھا سکتے ہیں۔ سلسلہ کلام سیدوں اور ترکوں کے مقام عظمت کا تھا۔ چنانچہ جس فقرہ پر مسٹر ڈکسن آئے اور وہ سلسلہ کلام ختم ہوا وہ یہ تھا:۔

''ہندوستان میں جب مغل آئے تو انہوں نے مسجدیں بنوائیں اور اپنا قیام کیا **اَلنَّاسُ عَلٰی دِیْنِ مُلُوْکِھِمْ** کے اثر سے اسلام پھیلنا شروع ہوا اور اب تک بھی حَرَمَین شَرِیفَین تُرکوں ہی کی حفاظت کے نیچے خدا نے رکھی ہوئی ہے۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں خدا تعالیٰ نے دو ہی گروہ رکھے ہوئے ہیں ایک ترک، دوسرے سادات، ترک ظاہری حکومت اور ریاست کے حقدار ہوئے اور سادات کو فقر کا مبدء قرار دیا گیا۔ چنانچہ صوفیوں نے فقیر اور روحانی فیوض کا مبدء سادات کو ہی ٹھہرایا ہے اور میں نے بھی اپنے کشوف میں ایسا ہی پایا ہے۔ دنیا کا عروج ترکوں کو ملا ہے۔ حضرت اقدس یہ ذکر کر رہے تھے کہ ایک یورپین صاحب بہادر اندر آئے اور ٹوپی اتار کر مجلس میں آگے بڑھے اور بڑھتے ہی کہا۔ **اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ**

ان کے السلام علیکم کہنے پر مختلف خیال حاضرین مجلس کے دل میں گزرے کسی نے ترک سمجھا اور کسی نے نومسلم۔ صاحب موصوف کو بیٹھے ہوئے ایک منٹ ہی گزرا ہوگا کہ خاں صاحب نواب خاں صاحب تحصیلدار گجرات نے پوچھا آپ کہاں سے آئے ہیں؟۔

یورپین۔ میں سیّاح ہوں۔

خاں صاحب۔ آپ کا وطن؟

یورپین میں اتنی اردو نہیں جانتا اور پھر کچھ سمجھ کر بولا۔ اوہاں انگلینڈ۔

اتنے میں مفتی محمد صادق صاحب آ گئے۔ حضرت اقدس کی ایماء سے وہ ترجمان ہوئے اور اس طرح پر حضرت اقدس اور یورپین نو وارد میں گفتگو ہوئی۔

حضرت۔ آپ کہاں سے آئے ہیں؟

یورپین۔ میں کشمیر سے کُلّو گیا تھا اور وہاں سے ہوکر اب یہاں آتا ہوں۔

حضرت۔ آپ کا اصلی وطن کہاں ہے؟

یورپین ۔انگلینڈ ۔ میں سیّاح ہوں اور عرب اور کربلا میں بھی گیا تھا۔اب میں یہاں سے مصر،الجیریا،کارتھیج اور سوڈان کو جاؤں گا۔

حضرت ۔آپ کے اس سفر کا کیا مقصد ہے۔

یورپین ۔صرف دید وشنید۔سیاحت

حضرت ۔کیا آپ بحیثیت کسی پادری کے سفر کرتے ہیں؟

یورپین ۔ ہرگز نہیں۔

حضرت ۔آپ کی دلچسپی زیادہ تر کس امر کے ساتھ ہے ۔کیا مذہب کے ساتھ یا علمی امور کی طرف یا پولیٹیکل امور کے ساتھ؟

یورپین ۔مَیں صرف نظارۂ عالم دیکھنا چاہتا ہوں تا کہ کسی طرح دلِ مُضطر کو قرار ہو۔

حضرت ۔آخر آپ کے سفر کی کوئی غرض بھی ہے؟

یورپین ۔کوئی مدّعا نہیں۔

حضرت ۔کیا آپ فری میسن ہیں؟

یورپین ۔ میں ان میں یقین نہیں رکھتا بلکہ میں اپنا آپ ہی بادشاہ ہوں اور آپ ہی اپنا لاج ہوں ۔مَیں سب کا دوست ہوں اور کسی کا دشمن نہیں۔

حضرت ۔آپ کا نام کیا ہے؟

یورپین ۔ڈی ۔ڈی۔ڈکسن ۔

حضرت ۔عیسائی فرقوں میں سے آپ کس کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں؟

یورپین ۔ میں کسی فرقہ کا پابند نہیں ہوں ۔میرا اپنا مذہب خاص ہے۔دُنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جس میں صداقتیں نہ ہوں ۔مَیں ان سب مذاہب میں سے صداقتوں کو لے کر اپنا ایک الگ مذہب بناتا ہوں۔

حضرت۔ اگر آپ کا کوئی مذہب نہیں تو یہ مجموعہ انتخاب بھی تو ایک مذہب ہی ہونا چاہیے۔؟

یورپین۔ ہاں اگر اسے مذہب کہنا چاہیے تو میرا یہی مذہب ہے کہ مختلف صداقتیں لیتا ہوں۔

حضرت۔ اچھا جو مذہب آپ نے مختلف مذاہب کی صداقتوں کو لے کر جمع کیا ہے وہ غلطیوں سے بالکل منزّہ ہے یا کوئی اور مذہب بھی ایسا آپ کے نزدیک ہے جو بالکل غلطیوں سے مبّرا ہو؟

یورپین۔ جو مذہب میں نے جمع کیا ہے وہ تعلیم یافتہ لوگوں کے لئے اچھا ہے اور وہ مسیحؑ کی اس تمثیل کے اصول پر ہے جو اس نے کسی مالدار آدمی کی بیان کی ہے کہ اس نے اپنے نوکروں کو کچھ دے دیا۔ ان میں سے ایک نے تو اُس روپیہ کو کسی مصرف میں لگایا اور اس سے کچھ بنایا، دوسرے نے کچھ نہ کیا۔ پس خدا نے جو کچھ ہم کو دیا ہے اگر ہم اس سے کچھ بنائیں تو وہ خوش ہوتا ہے اور جو کچھ نہیں بناتا اس سے ناراض ہوتا ہے۔

حضرت۔ اچھا آپ کچھ روز یہاں قیام کریں گے تاکہ آپ ہمارے مذہب سے جو ہم پیش کرتے ہیں فائدہ اٹھائیں۔

یورپین۔ میں ایک دن کے بعد واپس جانا چاہتا ہوں اور زیادہ سے زیادہ کل تک ٹھہر سکتا ہوں۔

حضرت۔ آپ ایک ہفتہ تک نہیں ٹھہر سکتے۔

یورپین نہیں۔ میں نہیں ٹھہر سکتا مسٹر کنیڈی ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس بٹالہ میں میرے منتظر ہوں گے۔ میں انہیں آج آنے کو کہہ آیا تھا مگر خیر کل چلا جاؤں گا۔

حضرت۔ جب آپ کسی کے نوکر نہیں اور اپنے آپ ہی بادشاہ ہیں اور صرف نظّارۂ عَالَم کے لئے نکلے ہیں تو پھر کیوں آپ ایک ہفتہ تک نہیں ٹھہر سکتے؟

یورپین ۔ یہ سچ ہے مگر میں نے اپنے پیش نظر کُل دنیا کا دیکھنا رکھا ہے۔ اگر میں اس طرح پر ٹھہرنے لگوں تو مجھے اندیشہ ہے کہ بہت سی دلچسپیاں مجھے ٹھہراتی جائیں گی۔

حضرت ۔ آپ کے چہرے سے اچھے آثار نظر آتے ہیں اور آپ سمجھدار اور زیرک معلوم ہوتے ہیں کیا اچھا ہو کہ آپ ایک ہفتہ یہاں رہ جاویں اور ہماری باتوں کو سمجھ لیں۔ اگر آپ کا ارادہ ہو اور آپ پسند کریں تو صاحب کو ایک چٹھی لکھ دی جاوے۔

یورپین ۔ میں آپ کا بہت مشکور ہوں اور مجھے افسوس ہے کہ میں ایک دن سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔

(ملفوظات جلد ا صفحہ ۵۸۰ تا ۵۸۲ بحوالہ الحکم ۲۴ رنومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۲ و ۳ زیر ۱۷ رنومبر ۱۹۰۱ء)

اس کے بعد حضرت اقدس نے نو وارد سیّاح کے لئے کھانے کا حکم دیا کہ جو کچھ یہ کھانا چاہیں وہ شیخ مسیح اللہ خانساماں سے جو وہ انگریزی کھانے پکانے میں استاد ہیں طیّار کرایا جاوے اور گول کمرہ میں ان کو ٹھہرا دیا جاوے۔ چنانچہ حضرت اقدس اس کے بعد تشریف لے گئے اور صاحب ممدوح مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے کی رہبری سے اور چند احباب کے ہمراہ مدرسہ کے مختلف کمروں میں گئے اور پھر لائبریری میں جا کر ٹاٹو وچ روسی کی کتاب ''مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات'' کو دیکھ کر اس کتاب کے پڑھنے کی خواہش ظاہر کی جو اُن کو فی الفور نکال کر دی گئی۔ اس کے بعد ان کو گول کمرہ میں ٹھہرایا گیا اس اثناء میں ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین صاحب سے کچھ باتیں ہوتی رہیں اور پھر مولوی محمد علی صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب مختلف اوقات میں اس سے اپنے مذہب کے متعلق عجیب عجیب پیرائیوں میں کلام کرتے رہے خصوصیت کے ساتھ مسیح کی قبر کا کشمیر میں ہونا اور عربی زبان کا امّ الالسنہ ہونا اور دوسرے مسلمانوں کی نسبت احمدی قوم کے خاص طور پر اخلاق اور روحانی ترقی میں ممتاز ہونے کا ذکر ہوتا رہا جس کا اس نے خود اعتراف کیا اور یہ دیکھ کر اسے تعجب ہوا کہ کیونکر ایک چھوٹے سے گاؤں میں جہاں کسی قسم کی دلچسپی کا سامان نہیں ایک شخص ہر قسم کے اہل کمال اور زیرک انسان اپنے گرد جمع رکھتا ہے۔ جب وہ یہ سنتا کہ عربی کے عالم یہاں ہیں۔ عِبْــــرِی کے عالم یہاں ہیں۔

انگریزی کے عالم یہاں ہیں۔ فارسی کے عالم یہاں ہیں۔ ڈاکٹر یہاں ہیں وغیرہ وغیرہ تو اس پر ایک خاص قسم کا اثر ہوتا تھا۔

مسیح کی قبر کشمیر کے بیان کے سلسلہ میں اُس نے بتایا کہ میں نے ایک سکّہ دیکھا ہے جس پر لکھا تھا کہ میں شہنشاہ اور نجات دہندہ ہوں اُس نے یہ بھی کہا کہ کشمیر کے ایک پنڈت نے مجھے کہا کہ میرے پاس سنسکرت زبان میں ایک کتاب ہے جس میں مسیح کے حالات لکھے ہوئے ہیں۔ اور اس نے یہ بھی کہا کہ بدھوں کی زبان پالی ہے اور یہودیہ کو پالسٹائن یا پالستان کہتے ہیں اس نے کشمیریوں کے بنی اسرائیل ہونے کے ذکر میں بیان کیا۔ عصر کی نماز کے بعد اُس نے حضرت اقدس کے تین فوٹو لئے دو فوٹو آپ کے احباب کے ساتھ لئے اور ایک فوٹو الگ لیا۔

(الحکم مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

دوسرے دن ۱۸ر ستمبر ۱۹۰۱ء کو مسٹر ڈکسن نے قادیان سے رخصت ہونا تھا حضرت اقدس پہلے سے نیچے آ کر تشریف فرما تھے۔ خدام بھی حاضر تھے مسٹر ڈکسن تیار ہو کر وہاں ہی آ گیا اور مختلف امور پر گفتگو ہوتی رہی۔

آپ سدا نشان صداقت ہیں

اسی ضمن میں مسٹر ڈکسن نے سوال کیا کہ آپ کے اس دعویٰ کا کہ آپ اللہ تعالیٰ کے مرسل ہیں کیا ثبوت ہے؟ آپ نے بڑے جوش اور بلند آواز سے فرمایا کہ **خود آپ کا وجود میرے دعویٰ کا ثبوت ہے۔**

مسٹر ڈکسن کچھ حیران ہوئے اور پوچھا کہ میں کیسے نشان ہوں آپ نے اس پر ایک لمبی تقریر کی اور کہا کہ ایسے زمانہ میں کہ کوئی مجھے جانتا نہ تھا اور میرے پاس کوئی آتا نہ تھا اس وقت خدا تعالیٰ نے مجھے بطور پیشگوئی الہام کیا کہ **تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے۔**

اب آپ بتایئے مَیں نے آپ کو کوئی دعوت دیا تھا آج سے پہلے میں آپ سے واقف بھی نہ تھا

اور نہ اس قصبہ کو کوئی جانتا تھا مگر کس نے آپ کو تحریک کی کہ قادیان چلو اور مجھ سے آ کر ملو۔ یہ سن کر مسٹر ڈکسن اور خصوصاً ان کی اہلیہ پر بڑا اثر ہوا۔ الہام میں دور کے راستوں سے آنا کیا بتاتا ہے اور آپ خود بہت بڑا سفر کر کے آئے ہیں۔ اس قسم کے بے شمار نشان ہیں جو میری سچائی کا ثبوت ہیں۔ وہ خبریں جو اللہ تعالیٰ نے بطور پیشن گوئی مجھے قبل از وقت بتائیں اور وہ ایسے وقت اور حالات میں کہ کوئی یقین کیا وہم بھی نہیں کر سکتا تھا مگر ٹھیک اُس طرح پوری ہوئیں۔ آپ کا قیام زیادہ نہیں اور ابھی آپ جا رہے ہیں ورنہ بیسیوں نشانات پیش کرتا۔ یہاں کا ہر آدمی جو میرے پاس مختلف مقامات سے آیا ہے **ایک زندہ نشان ہے۔**

اس کے بعد روانگی کے لئے آپ اٹھ کھڑے ہوئے اور مہمان کو الوداع کہنے کے لئے آپ اپنی جماعت کے ساتھ بٹالہ کی طرف روانہ ہوئے اور برابر سلسلہ کلام و تبلیغ جاری رہا۔ آج ترجمانی کا کام مکرم محمد علی صاحب ایم۔اے مغفور و مرحوم نے سرانجام دیا اور حضرت اقدس کی خوشنودی کا موجب ہوا۔ اس روانگی پر مندرجہ ذیل نوٹ بطور خبر میں نے شائع کر دیا:۔

''۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء کو ڈی۔ڈی ڈکسن صاحب یورپین سیاح کو دارالامان سے وداع ہونا تھا اس لئے آج حضرت اقدس بٹالہ ہی کی طرف سیر کو نکلے اور برابر نہر کے پل تک تشریف لے گئے۔ راستے میں جو تقریر حضرت اقدس نے بطور تبلیغ سیاح مذکور کو فرمائی اسے ہم انشاءاللہ العزیز دوسرے وقت شائع کریں گے۔ یہاں ہم بعض ان امور کا ذکر کرتے ہیں جو اس تقریر میں نہ آئیں گے۔

حضرت اقدس کے اس قدر دور تک پیادہ تشریف لے جانے پر اُسے حضرت کے سِنّ وسال پر نگاہ کر کے تعجب معلوم ہوا جس پر اُسے بتایا گیا کہ یہ آنحضرت کا معمول ہے۔ سیّاح مذکور حضرت اقدس کے حسن سلوک اور مہمانداری اور اس دینی جوش کے لئے جو وہ تبلیغ مذہب کے لئے رکھتے ہیں بہت متعجب اور آپ کا از بس شکر گزار تھا۔

جب حضرت اقدس وہ تقریر کر چکے جس کے ترجمان مولوی محمد علی صاحب ایم۔اے

تھے تو حضرت اقدس نے دریافت کیا کہ کیا انہوں نے پورے طور پر ہمارے مقصد کو سمجھ لیا ہے جس پر سیاح مذکور نے کہا کہ ہاں میں نے خوب سمجھ لیا ہے اور اس نے وعدہ کیا کہ جہاں کہیں میں جاؤں گا ان باتوں کا تذکرہ کروں گا۔‘‘

(الحکم مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ۱)

سلک مروارید کی تحریک

میری پہلی تالیف سلک مروارید مستورات کے لئے حضرت اقدسؑ نے اسی سفر میں تحریک فرمائی اور مجھے یہ سعادت اور شرف حاصل ہوا کہ میں نے دوسرے دن سیر میں کتاب کا مسودہ پیش کر دیا جو حضور نے پسند فرمایا۔ اور وہ کتاب بِحَمْدِ اللّٰہ مقبول ہوئی۔ ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں اس واقعہ کا ذکر تحدیث بالنعمت کے طور پر میں سلسلہ واقعات ۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء میں کر رہا ہوں۔ وَلَا فَخْرَ

’’واپسی پر حضرت اقدس نے نواب صاحب کو خطاب کر کے فرمایا۔

میں سنتا رہتا ہوں کہ آپ اپنے اعزاء کو وقتاً فوقتاً تبلیغ کرتے رہتے ہیں یہ بہت ہی عمدہ بات ہے ہر وقت انسان کو ایسی فکر کرنا چاہیے کہ جس طرح ممکن ہو عورتوں اور مردوں کو اس امر الٰہی سے اطلاع کر دیوے۔ حدیث میں آیا ہے کہ اپنے قبیلہ کا شیخ اسی طرح سوال کیا جائے گا جیسے کسی قوم کا نبی۔ غرض جو موقع مل سکے اسے کھونا نہیں چاہیے، زندگی کا کچھ اعتبار نہیں ہوتا۔ رسول اللہ ﷺ کو جب وَاَنْذِرْ عَشِيْرَتَكَ الْاَقْرَبِيْنَ [1] کا حکم ہوا تو آپ نے نام بنام سب کو خدا کا پیغام پہنچا دیا ایسا ہی میں نے بھی کئی مرتبہ عورتوں اور مردوں کو مختلف موقعوں پر تبلیغ کی ہے۔ اور اب بھی کبھی گھر میں وعظ سنایا کرتا ہوں۔

میں نے ارادہ کیا تھا کہ عورتوں کے لئے ایک قصہ کے پیرایہ میں سوال و جواب کے طور پر سارے مسائل آسان عبارت میں بیان کئے جاویں۔ مگر مجھے اس قدر فرصت

---

[1] الشعراء:۲۱۵

نہیں ہوسکتی کوئی اور صاحب اگر لکھیں تو عورتوں کو فائدہ پہنچ جاوے اس پر خلیفہ رشید الدین صاحب نے عرض کیا کہ مرزا خدا بخش صاحب لکھیں ۔مرزا صاحب بھی شاید کسی وقت اگر انہیں فرصت ملے تو لکھیں مگر سردست حضرت اقدس کی خواہش کے پورا کرنے کے خیال سے خاکسار ایڈیٹر نے ایک مختصر سا قصہ سِلْکِ مَرْوَارِیْد (موتیوں کی لڑی) کے نام سے لکھنا شروع کر دیا ہے۔اسی کا کسی قدر حصّہ حضرت اقدسؑ کو سنایا بھی گیا۔‘‘

(الحکم مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۱و۲)

(۲) ایڈیٹر المنار (قاہرہ) کو چیلنج

اعجاز المسیح کی اعجازی اشاعت کا ذکر پہلے کر آیا ہوں اس کے متعلق بعض تفصیلات آگے بھی آئیں گی جہاں پر پیر گولڑوی کے ذریعہ اس کا اعجاز عظیم ظاہر ہو گیا۔یہاں آج اس کا ذکر (۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء) اعجازی اہمیت کی وجہ سے کر رہا ہوں مصری رسالہ **المنار** کا ایڈیٹر سیّد رشید رضا تھا اور مصر اور دوسرے بلاد عربیہ میں اس کے زور قلم اور علم و فضل کا سکّہ بیٹھا ہوا تھا۔اس کے سر پر جب تکبر و نخوت کا جِنّ سوار ہوا تو اس نے ’’**اعجاز المسیح**‘‘ پر نکتہ چینی کا قلم اٹھایا۔مطالبہ تو یہ تھا کہ ایسی فصیح و بلیغ زبان میں سورہ فاتحہ کے نادر حقائق بیان کئے جاویں اور یہ اذن عام تھا کہ اپنے گھر میں بیٹھ کر اپنے دوستوں اور عالم اسلام کے عرب ادیبوں اور فاضلوں سے مدد لے کر لکھو اور پھر مقابلہ کرو ایک مدت معیّنہ کے اندر رشید رضا صاحب تو خود اہل زبان اور ان میں بھی علم التفسیر میں مشہور تھے اس لئے کہ وہ مفتی عبدہٗ کے اسی طرح ممتاز شاگرد تھے جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے شاگرد تھے اور جس طرح پر یہ لاڈلے شاگرد حضرت کے مقابلہ میں رسوا ہوئے اور اسی طرح اس مقابلہ میں رشید رضا کو شرمندہ ہونا پڑا۔قارئین کرام غور کریں کہ مطالبہ تو تفسیر نویسی کا ہے اور جو اٹھتا ہے وہ اپنی ساری طاقت اس امر پر مبذول کر دیتا ہے کہ اس میں غلطیاں ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ تفسیر بالمقابل شرائط کے موافق لکھتے اگر ان کے زعم باطل میں زبان کی غلطیاں ہوتیں تو ان کو بھی

لکھ دیتے مگر ادھر تو کوئی آیا نہیں نہ ہندوستان میں کسی کو ہمت ہوئی نہ عرب اور دوسرے مما لک اسلامیہ میں ۔غرض اس کتاب کو حضرت اقدس نے مصر، عرب اور شام اور دوسرے اسلامی مما لک میں بھی بھیجا۔اس وقت ہندوستان میں انگریزی حکومت تھی اور حضرت اقدس کی تعلیم اپنی جماعت کے لئے یہ تھی کہ وہ جس حکومت کے ماتحت ہوں اس کے قوانین کی جو اسلام کے خلاف نہ ہوں پابندی کریں اور کسی ایسی تحریک میں حصہ نہ لیں جو حکومت سے بغاوت کا رنگ رکھتی ہو۔ ہندوستان میں چونکہ مسلمانوں کو فرائض مذہبی کے ادا کرنے میں آزادی تھی اور اشاعت اسلام کے لئے کبھی اسلام نے تلوار اٹھائی نہیں اس لئے مسئلہ جہاد کی حقیقی روح کی طرف آپ نے ہمیشہ توجہ دلائی۔ الفاظ پرست اور حقائق سے بے خبر مولوی اس حقیقت کو سمجھتے نہ تھے وہ جہاد بالسیف ہی کے قائل تھے اس مسئلہ پر بھی آپ نے روشنی ڈالی تھی اور اپنی ہر تالیف میں اس کو زیر نظر رکھتے تھے آپ حقائق و معارف اور دلائل اور تائیدات ربّانی کے ذریعہ اشاعت اسلام کے لئے سینہ سپر تھے بہرحال اس کتاب کو مصر اور دوسرے اسلامی مما لک میں بھیجا کسی اور کو تو جرأت نہ ہوئی مگر رشید رضا نے اپنے پندرہ روزہ **المنار** میں مخالفت کی۔ حالانکہ دوسرے اخبارات کو بھی ’’**اعجاز المسیح** ‘‘ بھیجا گیا تھا ان میں سے عیسائی مشہور رسالہ **ھلال** نے تو باوجود دشمن اسلام ہونے کے اس کی بہت تعریف کی اور ان دنوں **ھلال** کل اسلامی دنیا میں مشہور رسالہ تھا ایسا ہی رسالہ **المناظر** نے بھی تعریف کی مگر یہ بدقسمتی رشید رضا کے حصہ میں آئی کہ وہ **صفِ مقابلہ** میں آ کھڑا ہوا اور خود اپنے ہاتھ سے اپنی ذلّت کی قبر کھودی۔

حضرت اقدس کا معمول تھا کہ وہ ایسے اعتراضات (جو غلط فہمی پیدا کرتے ہوں) کے متعلق قلم اٹھانے میں ہر وقت تیار رہتے تھے۔ چنانچہ رشید رضا کے مقابلہ میں آپ نے **المنار** کے عنوان سے اسی ۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء کو ایک اشتہار شائع کیا اور راقم الحروف (عرفانی) نے اس اعلان کی اشاعت کے وقت اخبار میں تمہیدی نوٹ لکھا جو ۳۰؍نومبر ۱۹۰۱ء کے الحکم میں اسے شائع کیا اور وہ یہ ہے۔

المنار

ذیل میں ہم مندرجہ بالاعنوان کا وہ اشتہار درج کرتے ہیں جو ۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء کو حضرت اقدس **حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْاَرض** مسیح موعود **اَدَامَ اللّٰهُ فُيُوْضَهُمْ** کی طرف سے شائع کیا گیا ہے ہمارے ناظرین بخوبی اس امر سے آگاہ ہو چکے ہیں کہ **المنار** مصری پندرہ روزہ نے کتاب **اعجاز المسیح** پر کسی قدر نکتہ چینی کی تھی جس کو پنجاب کے ایک سرحدی اخبار چودھویں صدی نے شائع کیا تھا اور اس سے لے کر میرٹھ کے سیاہ دشمن ''شحنۂ ہند'' نے اپنے ضمیمہ میں درج کیا تھا۔

اس اشتہار (جو حضرت اقدس نے شائع کیا ہے) سے بھی معلوم ہوتا ہے اور اصل وجہ مخالفت بھی یہی ہے کہ چونکہ حضرت **جَرِيُّ اللّٰهِ فِيْ حُلَلِ الْاَنْبِيَاء** کی فطرت میں گورنمنٹ محسنہ برطانیہ کی خیرخواہی اور وفاداری موجود ہے اور انہوں نے کوئی ایک بھی موقع ہاتھ سے جانے نہیں دیا جبکہ انہوں نے جہاد کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کی سعی نہ کی ہو جو مسلمانوں کی بدقسمتی سے بعض پرانے فیشن کے علماء کے دل میں بیٹھی ہوئی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ انہوں نے اپنی تعلیم اور شرائط بیعت میں گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کو شامل کیا ہے۔ اس لئے وہ لوگ جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے خونریز جنگوں اور پھر بے قیاس مال و منال کے ہاتھ آنے پر دامن طمع پھیلائے بیٹھے تھے اس کی ان تحریروں سے ناراض اور کبیدہ خاطر ہو کر کفر اور قتل کے فتوے نہ دیں تو کیا کریں؟ طمع را سہ حرفست ہر سہ تہی

مگر جو بات حق ہے اور خدا تعالیٰ نے جب **هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ**[1] فرمایا ہے تو پھر مخالف خواہ مصر کے ہوں خواہ سرحد کے خواہ میرٹھ جیسے شہر کے جہاں سے ۱۸۵۷ء کے مکروہ اور بھیانک نظارے کا آغاز ہوا ہم ان کی مخالفتوں اور قتل کی دھمکیوں اور ناپاک فتووں کی ذرا بھی پرواہ نہ کر کے امر حق کے اظہار سے کبھی رک نہیں سکتے۔

مسیح موعود دنیا میں آیا ہے کہ وہ امن اور صلحکاری کو قائم کرے وہ آیا ہے کہ گورنمنٹ کے ساتھ مسلمانوں کو سچے اور مستحکم تعلقات کی تعلیم دے جن کے اندر وفاداری اور فرماں برداری کی روح

---

[1] الرحمٰن :۶۱

کام کرے ہم دعوے سے کہتے ہیں اور دانشمند اور مدبّر انگریزوں نے بھی اسے تسلیم کیا ہے کہ مسیح موعود اوراس کی جماعت گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی وفادار اور فرماں پذیر ہے اور نہ کسی دنیوی خیال سے نہ کسی لالچ کی بنا پر بلکہ محض اس لئے کہ خدا نے ایسی محسن گورنمنٹ کی وفاداری اور اطاعت کا حکم دیا ہے۔ پس مسیح موعود کی تعلیم جو جہاد کے خلاف ہے نہ وہ کسی خوشامد پر مبنی ہے اور نہ کسی خطاب کے لئے ہے بلکہ خدا کے حکم کی تعمیل کے لئے ہے اس سے صاف سمجھ میں آ سکتا ہے کہ اس کی یہ تعلیم مذہب کی مستحکم چٹان پر ہے جس کو کوئی ہلا نہیں سکتا۔

گورنمنٹ اندازہ کر سکتی ہے اور ہم ایسی دانشمند اور قدر دان گورنمنٹ کی شان کے خلاف سمجھتے ہیں کہ وہ ان معاملات پر غور نہ کرے کہ حضرت مرزا صاحب کی مخالفت کی اصل بنا یہی جہاد کے خلاف تعلیم ہے اور گورنمنٹ کی اطاعت کو قرآنی حکم کے نیچے لانا ہے۔ باقی اور جس قدر باتیں ہیں کہ انہوں نے فلاں دعویٰ کیا ہے یا ان کے فلاں عقائد ہیں یہ نرے بہانے ہیں۔ کیا مسلمانوں میں فاسق وفاجر موجود نہیں؟ کیا مسلمانوں میں حضرت علیؓ کو خدا سمجھنے والے موجود نہیں؟ کیا صحابہؓ پر لعن کرنے والے موجود نہیں؟ اور مختلف فرقے موجود نہیں؟ پھر کس پر اس قدر مخالفت کا شور اٹھایا جاتا ہے؟ ایک پر بھی نہیں۔ اس میں یہی راز ہے کہ انہوں نے جہاد کے حرام ہونے کا۔ انہوں نے گورنمنٹ کو اولوالامر میں داخل نہیں کیا گورنمنٹ چاہے تو علماء سے فتویٰ پوچھ سکتی ہے کہ مسیح موعود اور اس کی جماعت کے سوا کوئی اور بھی ہے جو گورنمنٹ کی اطاعت اس لحاظ سے کرنے والا ہو کہ وہ اولوالامر ہے اور اولوالامر کی اطاعت خدا کا حکم ہے؟

ہم پھر اشتہار کے اندراج سے پہلے یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ہماری مخالفت میں جو گندے اور ناپاک اشتہار نکالے جاتے ہیں اور ہمارے قتل اور کفر اور ہمارے مال واسباب کے لوٹ لینے کے فتوے دیئے جاتے ہیں اُس کی بنیاد صرف یہی ایک بات ہے کہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ جہاد حرام ہے اور اس کی اطاعت خدا کے اس حکم کے موافق ہے جو اولوالامر کی اطاعت کا اس نے دیا ہے۔ ہم گورنمنٹ کی اطاعت اور وفاداری میں خدا تعالیٰ کی رضا سمجھتے ہیں۔ اس لئے ہمیں اس امر کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی کہ ان خدمات کے لحاظ سے جو احمدی قوم کے لیڈر کی

طرف سے (جو گورنمنٹ کے ایک وفادار اور ارادت مند خاندان) کی یادگار ہے پچیس سال سے مسلمانوں کو جہاد کے متعلق غلط فہمیوں کے دور کرنے اور گورنمنٹ کی سچی اطاعت کے رشتہ میں منسلک کرنے کے متعلق ہو رہی ہیں گورنمنٹ سے کسی خطاب یا اجر کی امید رکھیں حالانکہ گورنمنٹ خوب جانتی ہے کہ کوئی آدمی ذرا سی خدمت بھی اگر کرتا ہے تو وہ کیسے خطابوں کی یا جاگیروں کے عطایا کی امید رکھتا ہے ہاں یہ امر جدا ہے کہ گورنمنٹ خود اپنی قدر دانی اور انصاف پژوہی سے اپنے ایک وفادار اور عقیدت مند خاندان کی یادگار کی قدر افزائی کر کے اپنی اعلیٰ حوصلگی کا ثبوت دے۔

مگر ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ ہمارا ہادی ان باتوں کی ذرا بھی پرواہ نہیں رکھتا ہم گورنمنٹ کی ساری عطوفتوں اور کرم فرمائیوں کی اسے جان سمجھتے ہیں۔ ہمارا جان و مال ہماری عزتیں خدا تعالیٰ نے اس محسن گورنمنٹ کے ذریعہ محفوظ کر دی ہیں اور ہمیں آزادی بخشی کہ ہم ان سچی اور پاک ہدایتوں کو جو ہمارا امام لے کر آیا ہے مشتہر کر سکیں۔ اور محض اس گورنمنٹ کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے ہم کو ان درندہ طبع لوگوں سے بچایا جو ہمارے خون حلال جانتے اور ہمارے مال و اسباب اور عورتوں تک کو چھین لینے میں ثواب سمجھتے تھے۔

پس ہمارے مخالف یاد رکھیں کہ ہم ان کی ان مخالفتوں سے ذرا بھی گھبرا نہ جائیں گے اور نہ تھکیں گے چونکہ ان مسائل اور معتقدات کے متعلق ہم بصیرت پر ہیں اس لئے ہم تمہارے فتووں اور قتل کی دھمکیوں کی ذرا بھی پروا نہ کرتے ہوئے بلاد اسلامیہ میں اور ہر مسلمان کے کان میں یہ تعلیم انشاء اللہ پہنچا دیں گے کہ گورنمنٹ برطانیہ کے ساتھ جہاد کا خیال رکھنا ناقابل عفو گناہ ہے اور اس کی اطاعت بالمعروف خدا تعالیٰ کی رضا مندی کا ایک ذریعہ ہے یہ باتیں ہم نے خصوصیت کے ساتھ اس لئے بھی ظاہر کی ہیں کہ ہم اپنے ضلع کے بیدار مغز ڈپٹی کمشنر جناب میجر ڈالس صاحب کے گوش گزار کریں تا اُن کو ہمارے مخالفوں کی راؤں کی توزین میں مدد ملے ہمیں پوری امید ہے کہ صاحب ممدوح الحکم کی معروضات پر پوری توجہ اور لحاظ فرماتے رہیں گے اب ہم اصل اشتہار کو ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر)　　(الحکم مورخہ ۳۰ رنومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۴، ۵)

المنار

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

قاہرہ سے ایک اخبار نکلتا ہے جس کا نام منار ہے جب فروری ۱۹۰۱ء میں ہماری طرف سے پیر گولڑی صاحب کے مقابل پر رسالہ **اعجاز المسیح** لکھا گیا جو فصیح بلیغ عربی میں ہے اور اس کے جواب سے نہ صرف پیر صاحب موصوف عاجز رہ گئے بلکہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام علماء بھی عاجز آ گئے تو مَیں نے مناسب سمجھا کہ اس رسالہ کو بلاد عرب یعنی حَرَمَین اور شام اور مصر وغیرہ میں بھی بھیج دوں کیونکہ اس کتاب کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت میں ایک مضمون لکھا گیا ہے اور میں نے بائیس ۲۲ برس سے اپنے ذمّہ یہ فرض کر رکھا ہے کہ ایسی کتابیں جن میں جہاد کی ممانعت ہو اسلامی ممالک میں ضرور بھیج دیا کرتا ہوں اسی وجہ سے میری عربی کتابیں عرب کے ملک میں بھی شہرت پا گئی ہیں۔ جو لوگ درندہ طبع ہیں اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں میری تحریریں پڑھتے ہیں وہ فی الفور چڑ جاتے ہیں اور میرے دشمن ہو جاتے ہیں مگر جن میں انسانیت ہے وہ معقول بات کو پسند کر لیتے ہیں۔ پھر دشمنی کی حالت میں کون کسی کی کتاب کی تعریف کر سکتا ہے۔ سو اسی خیال سے یہ رسالہ کئی جگہ مصر میں بھیجا گیا۔ چنانچہ منجملہ ان کے ایڈیٹر المنار کو بھی پہنچا دیا گیا تا اس سے جہاد کے غلط خیالات کی بھی اصلاح ہو۔ اور مجھے معلوم ہے کہ اس مسئلہ جہاد کی غلط فہمی میں ہر ایک ملک میں کسی قدر گروہ مسلمانوں کا ضرور مبتلا ہے بلکہ جو شخص سچے دل سے جہاد کا مخالف ہو اس کو یہ علماء کافر سمجھتے ہیں بلکہ واجب القتل بھی۔ لیکن چونکہ اسلام کی تعلیم میں یہ بات داخل ہے کہ جو شخص انسان کا شکر نہیں کرتا وہ خدا کا شکر بھی نہیں کرتا اس لئے ہم لوگ اگر ایمان اور تقویٰ کو نہ چھوڑیں تو

ہمارا یہ فرض ہے کہ اپنے قول اور فعل سے ہر طرح اس گورنمنٹ برطانیہ کی نصرت کریں کیونکہ ہم اس گورنمنٹ کے مبارک قدم سے پہلے ایک جلتے ہوئے تنور میں تھے۔ یہی گورنمنٹ ہے جس نے اس تنور سے ہمیں باہر نکالا۔ غرض اسی خیال سے جو میرے دل میں مستحکم جما ہوا ہے **اعجاز المسیح** میں بھی یعنی اس کے صفحہ ۱۵۲ میں جہاد کی مخالفت اور گورنمنٹ کی اطاعت کے بارے میں شدّ و مد سے لکھا گیا۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ اسی تحریر سے صاحب جریدہ منار اپنے تعصّب کی وجہ سے جل گیا اور اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سخت گوئی اور گالیوں پر آ گیا اور منار میں بہت تحقیر اور توہین سے مجھے یاد کیا اور وہ پرچہ جس میں میری بدگوئی تھی کسی تقریب سے پنجاب میں پہنچ گیا۔ پنجاب کے پُر حسد مُلّا تو آگے ہی مجھ سے ناراض تھے اور پیر گولڑی کی کمر ٹوٹ چکی تھی اس لئے منار کی وہ دو چار سطریں مرتے کے لئے ایک سہارا ہو گئیں۔ تب ان لوگوں نے اپنی طرف سے اور بھی لُون مرچ لگا کر اور ان چند سطروں کا اردو میں ترجمہ کر کے وہ مضمون پرچہ اخبار چودھویں صدی میں جو راولپنڈی سے نکلتا ہے چھپوا دیا اور جا بجا بغلیں بجانے لگے کہ دیکھو اہل زبان نے اور پھر منار کے ایڈیٹر جیسے ادیب نے ان کی عربی کی کیسی خبر لی۔ بے وقوفوں کو معلوم نہ ہوا کہ یہ تو سارا جہاد کی مخالفت کا مضمون پڑھ کر جوش نکالا گیا ہے۔ ورنہ اسی قاہرہ میں پرچہ مناظر کے ایڈیٹر نے جو ایک نامی ایڈیٹر ہے جس کی تعریف منار بھی کرتا ہے اپنے جریدہ میں صاف طور پر اقرار کر دیا ہے کہ کتاب **اعجاز المسیح** درحقیقت فصاحت بلاغت میں بے مثل کتاب ہے اور صاف گواہی دے دی ہے کہ اس کے بنانے پر دوسرے مولوی ہرگز قادر نہیں ہوں گے۔ ان مخالفوں کو چاہیے کہ جریدہ مناظر کو طلب کر کے ذرہ آنکھیں کھول کر پڑھیں اور ہمیں بتائیں کہ اگر ایڈیٹر منار اہلِ زبان ہے تو کیا ایڈیٹر مناظر اہلِ زبان نہیں ہے؟ بلکہ مناظر نے صاف طور پر بیان کر دیا ہے کہ اعجاز المسیح کی فصاحت بلاغت درحقیقت معجزہ کی حد تک پہنچ گئی ہے اور پھر ایڈیٹر

ہلال نے بھی جو عیسائی پرچہ ہے اعجاز المسیح کی بلاغت فصاحت کی تعریف کی اور وہ پرچہ بھی قاہرہ سے نکلتا ہے۔ اب ایک طرف تو دو گواہ ہیں اور ایک طرف بیچارہ منار اکیلا۔ اور ایڈیٹر منار نے باوجود اس قدر بدگوئی کے یہ بھی لکھ دیا ہے کہ ’’میں اس بات کا قائل نہیں ہوسکتا کہ اس کتاب کی مانند کوئی اور کتاب اہل عرب بھی نہیں لکھ سکتا۔ اگر ہم چاہیں تو لکھ دیں‘‘ لیکن یہ قول اس کا محض ایک فضول بات ہے اور یہ اسی رنگ کا قول ہے جو کفار قرآنِ شریف کی نسبت کہتے تھے کہ لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ [1] پھر ہم پوچھتے ہیں کہ اگر وہ کتاب فصیح نہیں تو پھر تمہارے اس قول کے کیا معنے ہیں کہ اگر ہم چاہیں تو ہم بھی اس کی مثل چند روز میں لکھ دیں کیا تم بھی غلط کتاب کے مقابل پر غلط لکھو گے؟

غرض جس پرچہ کی تحریر پر اتنی خوشی کی گئی ہے اس کا یہ حال ہے کہ اسی ملک کے اہل زبان وہی پیشہ رکھنے والے اس کو جھوٹا ٹھہراتے ہیں۔ اور جہاد کی وجہ سے بھی اس کا اشتعال بے معنی ہے کیونکہ یہ مسئلہ اب بہت صاف ہو گیا ہے اور وہ زمانہ گزرتا جاتا ہے جب کہ نادان مُلّا بہشت کی کُل نعمتیں جہاد پر ہی موقوف رکھتے تھے۔ اس جگہ بارہا بے اختیار دل میں یہ بھی خیال گزرتا ہے کہ جس گورنمنٹ کی اطاعت اور خدمت گزاری کی نیّت سے ہم نے کئی کتابیں مخالفت جہاد اور گورنمنٹ کی اطاعت میں لکھ کر دنیا میں شائع کیں اور کافر وغیرہ اپنے نام رکھوائے اُسی گورنمنٹ کو اب تک معلوم نہیں کہ ہم دن رات کیا خدمت کر رہے ہیں۔ ہم نے قبول کیا کہ ہماری اردو کی کتابیں جو ہندوستان میں شائع ہوئیں ان کے دیکھنے سے گورنمنٹ عالیہ کو یہ خیال گزرا ہو گا کہ ہماری خوشامد کے لئے ایسی تحریریں لکھی گئی ہیں کیونکہ انسان عالم الغیب نہیں لیکن یہ دانشمند گورنمنٹ ادنیٰ توجہ سے سمجھ سکتی ہے کہ عرب کے ملکوں میں جو ہم نے ایسی کتابیں بھیجیں جن میں

---

[1] الانفال: ۳۲

بڑے بڑے مضمون اس گورنمنٹ کی شکر گزاری اور جہاد کی مخالفت کے بارے میں تھے ان میں گورنمنٹ کی خوشامد کا کون سا موقع تھا کیا گورنمنٹ نے مجھ کو مجبور کیا تھا کہ میں ایسی کتابیں تالیف کر کے ان ملکوں میں روانہ کروں اور ان سے گالیاں سنوں؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ ایک دن یہ گورنمنٹ عالیہ ضرور میری ان خدمات کا قدر کرے گی اور وہ لوگ جو سراسر بغض اور حسد سے آئے دن خلافِ واقعہ میری نسبت شکایتیں کرتے رہتے ہیں وہ ضرور شرمندہ ہوں گے کیونکہ کوئی امر پوشیدہ نہیں جو ظاہر نہ ہو جائے۔ ایک مکّار انسان کب تک اپنی مکّاری چھپا سکتا ہے یا ایک مخلص انسان کب تک چھپ سکتا ہے۔

اب پھر ہم اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے لکھتے ہیں کہ مَیں نے صاحب منار کی دھوکہ دہی کے کھولنے کے لئے صرف ایڈیٹر مناظر اور ہلال کی با مبالغہ تعریف پر ہی حصر نہیں رکھا بلکہ عربی میں ایک اور رسالہ نکالا ہے اور ایڈیٹر منار سے بڑے مبالغہ کے ساتھ نظیر طلب کی ہے۔ اور اس رسالہ سے پہلے ایک چھوٹا سا رسالہ اس کے متنبہ کرنے کے لئے بھیجا جائے گا تا کہ اگر وہ عاجزی سے اپنا قصور معاف کرانا چاہے تو پھر اس ذلّت سے بچ جائے کہ جو بالمقابل لکھنے کے وقت اس کو پیش آنے والی ہے لیکن اس کی بدقسمتی سے ان رسالوں میں بھی گورنمنٹ کی تعریف اور جہاد کی مخالفت موجود ہے۔ پس اگر اس کے اشتعال کا باعث مخالفتِ جہاد کا مسئلہ ہے جیسا کہ یقیناً سمجھا گیا اور اس کے پُر رنج اشارات سے ظاہر ہو رہا ہے تو ان رسالوں کو پڑھ کر یہ اشتعال اور بھی زیادہ ہوگا۔

بالآخر ہم سب مخالف مولویوں کو اطلاع دیتے ہیں کہ صاحب منار کی مخالفت ان کے لئے کچھ بھی جائے خوشی نہیں اور جو کچھ عظمت اہل زبان ہونے کی اس کو دی گئی ہے آثار سے معلوم ہو رہا ہے کہ وہ جلد تر اس سے رخصت ہونے کو ہے ان مولویوں کو یہ خبر بھی نہیں کہ دراصل ملک مصر عجم میں داخل ہے اور ان کی عربی تمام عربی زبانوں سے بدتر

ہے نمونہ اتنا ہی کافی ہے کہ اُقْعُدْ کو گُد کہتے ہیں اور ان کا محاورہ بہت غلط اور عربی فصاحت سے نہایت دور ہے اور وہ اپنے تئیں فصیح بنانے کے لئے ہندیوں سے زیادہ مشکلات میں ہیں کہ ان کی زبان غلط بولنے پر عادی ہوگئی ہے مگر ہندیوں کی لوح طبیعت غلطی سے مبّرا اور صحیح طریق قبول کرنے کے لئے مستعد ہے۔اسی وجہ سے کتاب انسائیکلوپیڈیا میں ایک محقق انگریز لکھتا ہے کہ عرب کی تمام زبانوں میں سے بدتر زبان وہ ہے جو مصر میں رائج ہے۔غرض مولویانِ پنجاب اب عنقریب دیکھ لیں گے کہ جس شخص پر ناز کیا ہے اس کو علمِ ادب میں کہاں تک دخل ہے۔وَ السَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

المشتھر

خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان مورخہ ۱۸؍نومبر ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۶ طبع باردوم)

الہدیٰ کی اشاعت

المنار کے عنوان سے جو اشتہار آپ نے ممالک عربیہ میں شائع کیا اس کے بعد آپ منتظر رہے کہ المنار کا غیور ایڈیٹر رشید رضا جسے اپنی زبان پر ناز ہے۔اپنی علمیت پر مغرور ہے اور اس میں شک نہیں وہ اپنے ملک اور قوم میں ایک وسیع المعلومات عالم سمجھا جاتا تھا اور دیارِ مصر اور عالم اسلامی کے مایہ ناز مفکّر اور عالم مفتی عَبْدُہٗ کا مایہ ناز شاگرد تھا مگر سنت اللہ یہی ہے جب اس قسم کا متکبر انسان کسی مامور من اللہ کے مقابلہ میں کھڑا ہو جاتا ہے تو اس کی ساری علمی اور فکری قوتیں سلب ہو جاتی ہیں۔ ہندوستان کے علماء کے ساتھ بھی یہی ہوا اور مصری متکبّر انسان علاّمہ رشید رضا مقابلہ میں چاروں شانہ چت گرا اور باوجود اہل زبان ہونے کے **حضرت کے مقابلہ میں نہ آسکا۔**

مقابلہ میں کتاب لکھنا تو دور کی بات ہے کہ وہ اتنا بھی تو نہ کر سکا کہ جن اغلاط کا اس نے دعویٰ کیا تھا انہی کو تو کم از کم پیش کر دیتا۔

حضرت اقدس نے المنار کے جواب کا انتظار کیا لیکن جب صدائے برنخواست کا معاملہ ہوا تو آپ نے اتمام حجت کے لئے ایک اور مخصوص تصنیف عربی زبان میں اس کے لئے لکھی اور اس میں اس کو دوبارہ **چیلنج دیا کہ وہ مقابلہ کرے۔**

اور ۲۳؍ جون ۱۹۰۲ء اَلْھُدٰی وَ التَّبْصِرَۃُ لِمَنْ یَّرٰی کے نام سے فصیح و بلیغ عربی زبان میں لکھی اور اس کا آپ نے تحت السطور اردو ترجمہ بھی فرمایا تا کہ ہندوستان کے رہنے والے بھی اس سے فائدہ اٹھائیں اور انہیں معلوم ہو کہ کتاب معمولی تک بندی نہیں بلکہ حقائق و معارف اور عالم اسلامی کی حالت پر ایک اتھارٹی ہے اور اس طرح پر مختلف عنوانوں کے تحت زبان کے مختلف پہلوؤں کے بیان پر قدرت اور حکومت کا اعجازی اظہار ہوتا ہے۔

اس کتاب میں آپ نے مکرر ایڈیٹر المنار سے مطالبہ کیا کہ اعجاز المسیح کی ان اغلاط کو پیش کرے جن کا اس نے دعویٰ کیا ہے اور رشید رضا کو اس پر کچھ لکھنے یا کہنے کی ہمت نہ ہوئی اور اس طرح پر اعجاز المسیح کا **یہ دوسرا معجزہ دیار مصر میں ظاہر ہوا۔**

یہ کتاب بظاہر ایک ادبی چیلنج ہے مگر اس سے مسلمانوں کے تمام طبقات کو آئینہ کر دیا ہے۔ مشائخ، علماء، اخبار نویس اور ہر قسم کے طبقات کی موجودہ حالت کو بیان کر کے گویا اس بیماری کی نشاندہی کی ہے جو اس زمانہ میں مسلمانوں کی پستی اور زوال پذیر حالت کی وجہ قرآنِ کریم کی اس **غیر فانی اور دائمی پیشگوئی** حفاظت قرآن و اسلام کے وعدہ کو **اپنے ظہور کے رنگ میں پیش کیا ہے۔**

غرض یہ کتاب شائع ہوئی اور حسب معمول بلاد عربیہ اور مصر وغیرہ میں بکثرت شائع ہوئی۔ رشید رضا مر گیا اور اس مقابلہ میں عاجز آ کر اعجاز المسیح اور اَلْھُدٰی کے معجزہ پر **اپنی موت سے مہر کر گیا۔**

ایک ضمنی واقعہ

۱۹۱۲ء میں رشید رضا ندوۃ کے سالانہ اجلاس میں لکھنؤ آیا اور ندوۃ العلماء نے سارے مصر میں اس کو اس قابل سمجھا کہ علماء ہند کی جمیعت کے اجلاس کا اس کو صدر بنایا جاوے اس اجلاس میں (عاجز راقم) بھی جماعت احمدیہ کے وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے شامل تھا۔ مجھے اس جلسہ کے حالات بیان کرنا نہیں وہ میں نے الحکم میں مجمل طور پر شائع کر دیئے تھے۔ یہاں ایک واقعہ کا اظہار ہے خاکسار راقم الحروف اپنے بعض بزرگوں کے ساتھ (جو علمی حیثیت سے اعلیٰ مقام رکھتے تھے) رشید رضا سے ملنے گیا اور میں نے ان سے سوال کیا کہ مصر کی عربی زبان تو یہاں کے اردو کے موافق ہے اس میں فصاحت و بلاغت کا عنصر کم ہوتا جاتا ہے روزمرہ کی بول چال لِسَانُ الْقُرْآن سے مغائر ہے یہاں تک کہ الفاظ کا تلفّظ بھی بگڑ گیا یہ بتایئے کہ **لسان القرآن کی حفاظت کا آپ نے کیا انتظام کیا ہے؟**

اس نے جواب دیا کہ لغت ہیں۔

مَیں نے کہا کہ وہ الفاظ جواب آپ کے بازار اور آپ کے اخبارات آپ کی زبان سیاست میں بولے جاتے ہیں آج سے پچاس یا سو برس کے بعد لسان یا تاج العروس میں دیکھیں گے تو ملیں گے نہیں پھر لغت کیا مدد دے گی؟ کہا معاملہ ضروری ہے میں نے غور نہیں کیا۔ اس کے بعد چند منٹ بیٹھ کر کہا مجھے زیادہ فرصت نہیں اور احباب بھی ہیں السلام علیکم

غرض اس علمی، ادبی اور حقائق و معارف قرآنیہ کے مقابلہ میں چیلنج میں مصر کے ممتاز عالم اور اس کے اتباع وانصار بھی **شکست کھا گئے** اور حضرت اقدس کے اس اعلان کی صداقت کا پھر ظہور ہوا کہ

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اور یہ کرشمہ صداقت کا تھا جو آپ کی وحی میں اللہ تعالیٰ نے بطور پیشگوئی رکھا ہوا تھا۔

نُصِرْتَ بِالرُّعْبِ تجھے ایک خارق عادت رعب دیا گیا ہے۔ اس طرح پر **اعجاز المسیح** بجائے خود ایک معجزہ نہیں بلکہ مجموعہ معجزات ہے جسے اپنے اپنے وقت پر بیان کروں گا۔ **وَ بِاللّٰہِ التَّوْفِیْق**

ایک خوشی کی تقریب

اللہ تعالیٰ کے مامورین ومرسلین تو ہر آن اور ہر حالت میں اس کی یاد میں لگے رہتے، زندگی میں پیش آنے والے واقعات اور حالات میں خوش وخرم ہوتے ہیں اور وہ دنیا کی رسوم سے بے نیاز ہوتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ہر قسم کے واقعات عرف عام میں رنج اور خوشی کے دیکھے ان میں جو شان پائی جاتی ہے **وہ صرف رو بخدا ہونے کی ہے۔** ۱۹۰۱ء میں آپ کے ہاں ایک تقریب آمین کی ہوئی یہ تقریب صاحبزادگان مرزا بشیر احمد اور مرزا شریف احمد اور سیدہ مبارکہ بیگم صاحبہ کے ختم قرآن پر دعا (آمین) کی تقریب تھی اس سے پہلے حضرت مرزا محمود احمد صاحب (جو آج خلیفۃ المسیح الثانی اور آپ کے جانشین ہیں) ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی آمین ختم قرآن کے موقعہ پر ہوئی تھی اور یہ دوسری آمین تھی۔ ان تقاریب کے اثرات اور ثمرات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی تو سیرت مسیح موعود میں کروں گا یہاں صرف اس امر کا اظہار کرنا ہے کہ ان تقاریب میں جو دعائیں آپ نے کیں اللہ تعالیٰ نے ان کو شرف قبولیت بخشا خود یہ **ذریّۃ طیّبہ** اللہ تعالیٰ کی ہستی اور خود حضرت مسیح موعودؑ کی اور حضرت سیّدالاوّلین والآخرین صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کے آیات ہیں اور زندہ دلائل نبوت ہیں۔

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس ذریت طیبہ کی بشارت دی جب کہ بجز علم الٰہی میں اس کے وجود کا کچھ پتہ نہ تھا اور سالہا سال کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوئی پھر ان میں سے ہر ایک کے متعلق بشارات بذریعہ الہام ملیں بس حضرت اقدسؑ نے خوشی کی تقریب رسمی طور پر نہیں منائی بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کی عملی شکر گزاری اور حکم ربّانی اَمَّا بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ[1] کی تعمیل اور ایّام اللہ

---

[1] الضحٰی: ۱۲

میں سے ایک یوم کے ذریعہ تذکیر کے لئے منائی اور اس کا اظہار اس آمین سے ہوتا ہے جو اس تقریب پر آپ نے بطور دعا لکھی میں سلیم الفطرت پڑھنے والوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ غور سے پڑھیں میں یہاں کچھ حصہ درج کرتا ہوں:۔

ہمیں اس یار سے تقویٰ عطا ہے　　نہ یہ ہم سے کہ احسانِ خدا ہے
کرو کوشش اگر صدق و صفا ہے　　کہ یہ حاصل ہو جو شرطِ لِقا ہے
یہی آئینۂ خالق نما ہے　　یہی اِک جوہرِ سیفِ دعا ہے
ہر اِک نیکی کی جڑ یہ اتّقا ہے　　اگر یہ جڑ رہی سب کچھ رہا ہے
یہی اک فخرِ شانِ اولیاء ہے　　بجز تقویٰ زیادت اِن میں کیا ہے
ڈرو یارو کہ وہ بینا خدا ہے　　اگر سوچو، یہی دَارُالجزَا ہے

مجھے تقویٰ سے اس نے یہ جزا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

عجب گوہر ہے جس کا نام تقویٰ　　مبارک وہ ہے جس کا کام تقویٰ
سنو ہے حاصِلِ اِسلام تقویٰ　　خدا کا عِشق مَے اور جَام تقویٰ
مسلمانو! بناؤ تام تقویٰ　　کہاں ایماں اگر ہے خام تقویٰ

یہ دَولت تو نے مجھ کو اے خدا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

خدایا تیرے فضلوں کو کروں یاد　　بشارت تو نے دی اور پھر یہ اولاد
کہا ہرگز نہیں ہوں گے یہ برباد　　بڑھیں گے جیسے باغوں میں ہوں شمشاد

خبر مجھ کو یہ تو نے بارہا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مِری ہر بات کو تو نے چلا دی　　مِری ہر روک بھی تو نے اٹھا دی

مِری ہر پیشگوئی خود بنا دی تَــرٰی نَسْلًا بَعِیْدًا بھی دِکھا دی
جو دی ہے مجھ کو وہ کِس کو عطا دی
فَسُبْــحَـــانَ الَّــذِیْ اَخْــزَی الْاَعَـــادِیْ

بہار آئی ہے اِس وقتِ خزاں میں لگے ہیں پھول میرے بوستاں میں
ملاحت ہے عَجب اس دِلستاں میں ہوئے بدنام ہم اُس سے جہاں میں
عَدُوّ جب بڑھ گیا شوروفغاں میں نہاں ہم ہوگئے یارِ نہاں میں
ہوا مجھ پر وہ ظاہر میرا ہادی
فَسُبْــحَـــانَ الَّــذِیْ اَخْــزَی الْاَعَـــادِیْ

کروں کیونکر اَدا میں شکرِ باری فِدا ہو اُس کی راہ میں عمر ساری
مرے سر پر ہے منّت اس کی بھاری چلی اُس ہاتھ سے کشتی ہماری
مری بگڑی ہوئی اس نے بنا دی
فَسُبْــحَـــانَ الَّــذِیْ اَخْــزَی الْاَعَـــادِیْ

تجھے حمد و ثنا زیبا ہے پیارے کہ تو نے کام سب میرے سنوارے
ترے احساں مرے سرپر ہیں بھارے چمکتے ہیں وہ سب جیسے ستارے
گڑھے میں تو نے سب دشمن اتارے ہمارے کر دیئے اونچے منارے
مقابل میں مرے یہ لوگ ہارے کہاں مرتے تھے پر تو نے ہی مارے
شریروں پر پڑے ان کے شرارے نہ اُن سے رُک سکے مقصد ہمارے
انہیں ماتم ہمارے گھر میں شادی
فَسُبْــحَـــانَ الَّــذِیْ اَخْــزَی الْاَعَـــادِیْ

تِری رحمت ہے میرے گھر کا شہتیر مِری جاں تیرے فضلوں کی پنہ گیر
حریفوں کو لگے ہر سمت سے تِیر گرفتار آگئے جیسے کہ نخچیر

ہوا آخر وہی جو تیری تقدیر   بھلا چلتی ہے تیرے آگے تدبیر
خدا نے ان کی عظمت سب اڑا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مری اُس نے ہر اِک عزّت بنا دی   مخالف کی ہر اِک شیخی مٹا دی
مجھے ہر قسم سے اس نے عطا دی   سعادت دی، ارادت دی، وفا دی
ہر اِک آزار سے مجھ کو شفا دی   مرض گھٹتا گیا جوں جوں دوا دی
محبت غیر کی دِل سے ہٹا دی   خدا جانے کہ دِل کو کیا سنا دی
دوا دی اور غذا دی اور قبا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مجھے کب خواب میں بھی تھی یہ امید   کہ ہوگا میرے پر یہ فضل جاوید
مِلی یوسف کی عزّت لیک بے قید   نہ ہو تیرے کرم سے کوئی نومید
مراد آئی، گئی سب نامُرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تری رحمت عجب ہے اَے مرے یار   ترے فضلوں سے میرا گھر ہے گلزار
غریقوں کو کرے اِک دم میں تو پار   جو ہو نومید تجھ سے ، ہے وہ مُردار
وہ ہو آوارہَ ہر دَشت و وادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ہوئے ہم تیرے اَے قادر توانا   ترے دَر کے ہوئے اور تجھ کو جانا
ہمیں بس ہے تری درگہ پہ آنا   مصیبت سے ہمیں ہر دم بچانا
کہ تیرا نام ہے غفّار و ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے دنیا میں ہے کس نے پکارا		کہ پھر خالی گیا قسمت کا مارا
تو پھر ہے کس قدر اس کو سہارا		کہ جس کا تو ہی ہے سب سے پیارا
ہوا مَیں تیرے فضلوں کا منادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مَیں کیونکر گن سکوں تیری عنایات		ترے فضلوں سے پُر ہیں میرے دن رات
مِری خاطر دِکھائیں تو نے آیات		ترحّم سے مری سن لی ہر اک بات
کرم سے تیرے دشمن ہوگئے مات		عطا کیں تو نے سب میری مرادات
پڑا پیچھے جو میرے غُول بد ذات		پڑی آخر خود اُس موذی پہ آفات
ہوا انجام سب کا نامُرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

بنائی تو نے پیارے میری ہر بات		دکھائے تو نے اِحسان اپنے دن رات
ہر اک میداں میں دیں تو نے فتوحات		بد اندیشوں کو تو نے کر دیا مَات
ہر اک بگڑی ہوئی تو نے بنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تری نصرت سے اب دشمن تبہ ہے		ہر اک جَا میں ہماری تو پنہ ہے
ہر اک بدخواہ اب کیوں روسیہ ہے		کہ وہ مثلِ خسوفِ مہر و مہ ہے
سیاہی چاند کی منہ نے دِکھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ترے فضلوں سے جاں بستاں سَرا ہے		ترے نوروں سے دِل شمس الضحیٰ ہے
اگر اندھوں کو اِنکار و اِباء ہے		وہ کیا جانیں کہ اِس سینہ میں کیا ہے

کہیں جو کچھ کہیں سَر پر خدا ہے پھر آخر ایک دن روزِ جزا ہے
بدی کا پھل بَدی اور نامُرادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا تجھے پایا ہر اِک مطلب کو پایا
ہر اک عاشق نے ہے اِک بت بنایا ہمارے دِل میں یہ دِلبر سمایا
وہی آرامِ جاں اور دِل کو بھایا وہی جِس کو کہیں رَبُّ الْبَرَایَا
ہوا ظاہر وہ مجھ پر بِالْاَیَادِیْ
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مجھے اس یار سے پیوندِ جاں ہے وہی جنّت، وہی دَارُالاماں ہے
بیاں اس کا کروں طاقت کہاں ہے محبت کا تو اِک دریا رواں ہے
یہ کیا اِحساں ہیں تیرے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

تیری رحمت کی کچھ قِلّت نہیں ہے تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے مجھے اَب شکر کی طاقت نہیں ہے
یہ کیا اِحساں ہیں تیرے میرے ہادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ترے کوچے میں کِن راہوں سے آؤں وہ خدمت کیا ہے جِس سے تجھ کو پاؤں
محبت ہے کہ جِس سے کھینچا جاؤں خُدائی ہے خودی جِس سے جلاؤں
محبت چیز کیا کِس کو بتاؤں وفا کیا راز ہے کِس کو سُناؤں
مَیں اِس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں یہی بہتر کہ خاک اپنی اُڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دنیائے مادی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کوئی اُس پاک سے جو دل لگاوے کرے پاک آپ کو تب اُس کو پاوے
جو مرتا ہے وہی زندوں میں جاوے جو جلتا ہے وہی مُردے جلاوے
ثمر ہے دُور کا کب غیر کھاوے چلو اُوپر کو وہ نیچے نہ آوے
نہاں اندر نہاں ہے کون لاوے غریقِ عشق وہ موتی اُٹھاوے
وہ دیکھے نیستی رحمت دکھاوے خودی اور خودروی کب اس کو بھاوے

مجھے تُو نے یہ دَولت اے خدا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کہاں تک حرص و شوقِ مالِ فانی! اُٹھو ڈھونڈو متاعِ آسمانی
کہاں تک جوشِ آمال و اَمانی یہ سَو سَو چھید ہیں تم میں نہانی
تو پھر کیونکر ملے وہ یارِ جانی کہاں غِربال میں رہتا ہے پانی
کرو کچھ فکرِ مُلکِ جاودانی یہ مُلک و مال جھوٹی ہے کہانی
بسر کرتے ہو غفلت میں جوانی مگر دِل میں یہی تم نے ہے ٹھانی
خدا کی ایک بھی تم نے نہ مانی ذرا سوچو یہی ہے زندگانی؟

خُدا نے اپنی رہ مُجھ کو بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

کرو توبہ کہ تا ہو جائے رحمت دِکھاؤ جلد تر صدق و اِنابت
کھڑی ہے سر پہ ایسی ایک ساعت کہ یاد آجائے گی جس سے قیامت

مجھے یہ بات مولیٰ نے بتا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

مُسلمانوں پہ تب اِدبار آیا! کہ جب تعلیمِ قرآں کو بُھلایا
رسُولِؐ حق کو مٹی میں سُلایا مسیحاؑ کو فلک پَر ہے بٹھایا

یہ توہین کر کے پھل ویسا ہی پایا　　اہانت نے اُنھیں کیا کیا دِکھایا
خدا نے پھر تمھیں اب ہے بلایا　　کہ سوچو عزّتِ خَیرُالْبَرَایَا

ہمیں یہ رہ خُدا نے خود دِکھا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

کوئی مُردوں سے کیونکر راہ پاوے　　مرے تب بے گماں مُردوں میں جاوے
خُدا عیسیٰ کو کیوں مُردوں سے لاوے　　وہ کیوں خود مُہرِ ختمیّت مِٹاوے
کہاں آیا کوئی تا وہ بھی آوے　　کوئی اِک نام ہی ہم کو بتاوے

تمھیں کِس نے یہ تعلیمِ خطا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

وہ آیا منتظر جِس کے تھے دِن رات　　معمّہ کُھل گیا روشن ہوئی بات
دِکھائیں آسماں نے ساری آیات　　زمیں نے وقت کی دے دیں شہادات
پھر اس کے بعد کون آئے گا ہیہات　　خُدا سے کُچھ ڈرو چھوڑو معادات

خُدا نے اِک جہاں کو یہ سُنا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

مسیحِ وقت اَب دنیا میں آیا　　خُدا نے عہد کا دن ہے دِکھایا
مُبارک وہ جو اَب ایمان لایا　　صحابہؓ سے ملا جب مُجھ کو پایا

وہی مَے اُن کو ساقی نے پِلا دی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِی

(مجموعہ آمین صفحہ ۱۰ تا ۱۸ مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس قادیان ۲۷ر نومبر ۱۹۰۱ء)

پیر گولڑوی اور نیا محاذ

پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ کو اس انقلاب سے سخت دکھ ہوا جو اس کے بعض معزّز و مخلص مریدین کا اس کے خلاف بغاوت کر کے سلسلہ احمدیہ میں داخل ہونے سے ہوا۔ یہ بزرگ اپنے اخلاص اور اعمال صالحہ میں نمونہ کے لوگ تھے اور بعض ان میں سے محکمہ ریلوے میں اسٹیشن ماسٹر تھے جیسے حضرت بابو فیروز الدین صاحبؓ، حضرت بابو شاہ دین صاحبؓ حضرت بابو عطا الٰہی صاحبؓ وَغَیْرُھُمْ اور انہیں خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ ایسا نہ ہو میری خاموشی میرے حلقہ مریدین پر بُرا اثر پیدا کرے ورنہ اس سے پیشتر وہ بالکل خاموش تھے۔ مخالفت کی ابتدائی کہانی عہد جدید کی جلد سوم میں لکھ آیا ہوں۔ اس سلسلہ میں پیر صاحب نے شَمْسُ الْھِدَایَہ نامی کتاب شائع کی جس کا جواب حضرت مولانا محمد احسن امروہیؓ نے شَمْسِ بَازِغَہ کے نام سے دیا اور بالآخر حضرت اقدس نے ان کو تفسیر نویسی کے مقابلہ کی دعوت دی جس کو عملاً پیر صاحب نے ردّ کر دیا اور اپنے ربّانی اقرار اور عملی انکار کے چکر میں ڈال کر سرخروئی حاصل کرنی چاہی مگر ؏

نہاں کے مانند آں رازے کزو سازند محفل ہا

اللہ تعالیٰ نے حضرت اقدس کی ایسے رنگ میں رہنمائی فرمائی کہ ایک ہی ضرب سے وہ سارا تار پود کھل گیا۔ حضرت اقدس نے پیر صاحب گولڑوی کو تفسیر نویسی کا ایک دوسرا پہلو پیش کیا پہلے تو یہ تھا کہ ایک جلسہ میں بالمقابل بیٹھ کر تفسیر لکھیں جب اس میدان سے شکست کھا کر بھاگے تو حضرت نے اُن کو گھر میں بیٹھ کر ایک مدّتِ معیّنہ کے اندر سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھنے کی دعوت دی کہ ستر دن کے اندر عربی زبان میں اپنے ہی گھر بیٹھ کر دوسروں سے مدد لے کر بلکہ ادیب عربوں کو بھی ساتھ ملا کر تفسیر لکھ کر شائع کر دیں یہ ایسا آسان فیصلہ تھا کہ اس کے انکار کی کوئی گنجائش نہ ہو سکتی تھی۔ مگر اس میدان میں بھی پیر صاحب کو جرأت نہ ہوئی اور یہ تحدّی پوری شان کے ساتھ نمایاں ہوگئی۔

چہ ہیبت ہا بدادند ایں جواں را☆
کہ ناید کس بہ میدان محمدؐ

باوجودیکہ پیر صاحب کو اپنے دوستوں اور حامی علماء ہند و عرب سے مدد لینے کی کھلی اجازت تھی مگر وہ رعب جو اللہ تعالیٰ کی وحی میں **نُصِرْتُ بِالرُّعْبِ** کی صورت میں عطا ہو چکا تھا اس نے پیر صاحب کی قوت عمل کو سلب کر دیا بالمقابل حضرت اقدسؑ نے **اِعْجَازُ الْمَسِیْح** کے نام سے موعودہ تفسیر عین وقت پر باوجود اس کے کہ دوران تصنیف **اعجاز المسیح** مختلف قسم کی روکیں پیش آئیں مگر جیسا کہ اعلان کیا گیا تھا ان مواقع پر اللہ تعالیٰ نے آپ کی نصرت فرمائی اور ہر پیش آمدہ روک پر آپ کو غلبہ عطا فرمایا جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ یہ مقابلہ تفسیر نویسی اعجازی تائید محض اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے تھی اور اس کی ہی تائید اور نصرت سے یہ اعجاز ظاہر ہوا جس قدر ایک سلیم الفطرت انسان غور کرتا ہے اسی قدر اس کا ایمان ترقی کرتا ہے کہ ایک میعاد مقررہ کے اندر ایک ضخیم کتاب حقائق و معارف قرآنیہ پر عدیم النظیر چھاپ کر شائع کر دینا اور فریق مخاطب کے لئے ہر قسم کی کھلی اجازت دے دینا کہ وہ جس سے چاہے مدد لے اور گھر بیٹھ کر لکھے اس طرح دوسرے کے لئے تمام پابندیاں اڑا دینا اور اپنے لئے ہر قسم کی پابندی عائد کر لینا معمولی بات نہیں۔

غرض ۱۵؍دسمبر ۱۹۰۰ء سے ۱۵؍فروری ۱۹۰۱ء کے عرصہ میں اس اعلان کے موافق **اعجاز المسیح** شائع ہوگئی اور گولڑوی صاحب اور ان کے انصار (جن میں تمام علماء ادیب مفسر ہر علم کے مدعی شامل ہیں) **اس مقابلہ میں عہدہ برانہ ہوسکے**۔ اور یہ ایک اعجازی نشان نہیں، متعدد نشانات ہیں جیسا کہ مناسب موقع پر تشریح کرنے کا ارادہ رکھتا ہوں **وَبِاللّٰہِ التَّوْفِیق** اس موقعہ پر ۲۰؍فروری ۱۹۰۱ء کو حضرت اقدس امام الزمانؑ نے ذیل کا اعلان اس اعجاز کے اظہار میں شائع کیا۔

☆ترجمہ۔ اس جواں کو کس قدر رعب دیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان میں کوئی بھی (مقابلہ پر) نہیں آتا۔

خدا کے فضل سے بڑا معجزہ ظاہر ہوا

ہزار ہزار شکر اُس قادر یکتا کا ہے جس نے اس عظیم الشان میدان میں مجھ کو فتح بخشی اور باوجود اس کے کہ ان ستر دنوں میں کئی قسم کے موانع پیش آئے چند دفعہ مَیں سخت مریض ہوا بعض عزیز بیمار رہے مگر پھر بھی یہ تفسیر اپنے کمال کو پہنچ گئی جو شخص اس بات کو سوچے گا کہ یہ وہ تفسیر ہے جو ہزاروں مخالفوں کو اسی امر کے لئے دعوت کر کے بالمقابل لکھی گئی ہے وہ ضرور اس کو ایک بڑا معجزہ یقین کرے گا بھلا میں پوچھتا ہوں کہ اگر یہ معجزہ نہیں تو پھر کس نے ایسے معرکہ کے وقت کہ جب مخالف علماء کو غیرت دِہ الفاظ کے ساتھ بلایا گیا تھا تفسیر لکھنے سے اُن کو روک دیا اور کس نے ایسے شخص یعنی اس عاجز کو جو مخالف علماء کے خیال میں ایک جاہل ہے جو ان کے خیال میں ایک صیغہ عربی کا بھی صحیح طور پر نہیں جانتا ایسی لاجواب اور فصیح بلیغ تفسیر لکھنے پر باوجود امراض اور تکالیف بدنی کے قادر کر دیا کہ اگر مخالف علماء کوشش کرتے کرتے کسی دماغی صدمہ کا بھی نشانہ ہو جاتے تب بھی اس کی مانند تفسیر نہ لکھ سکتے اور اگر ہمارے مخالف علماء کے بس میں ہوتا یا خدا ان کی مدد کرتا تو کم سے کم اس وقت ہزار تفسیر ان کی طرف سے بالمقابل شائع ہونی چاہیے تھی لیکن اب ان کے پاس اس بات کا کیا جواب ہے کہ ہم نے اس بالمقابل تفسیر نویسی کو مدار فیصلہ ٹھہرا کر مخالف علماء کو دعوت کی تھی اور ستر دن کی میعاد تھی جو کچھ کم نہ تھی اور میں اکیلا اور وہ ہزار ہا عربی دان اور عالم فاضل کہلانے والے تھے تب بھی وہ تفسیر لکھنے سے نامراد رہے، اگر وہ تفسیر لکھتے اور سورۃ فاتحہ سے میرے مخالف ثبوت پیش کرتے تو ایک دنیا ان کی طرف اُلٹ پڑتی پس وہ کونسی پوشیدہ طاقت ہے جس نے ہزاروں کے ہاتھوں کو باندھ دیا اور دماغوں کو پست کر دیا اور علم اور سمجھ کو چھین لیا اور سورۃ فاتحہ کی گواہی سے میری سچائی پر مہر لگا دی اور ان کے دلوں کو ایک اور مہر سے نادان اور نافہم کر دیا ہزاروں

کے روبرو ان کے چرک آلودہ کپڑے ظاہر کئے اور مجھے ایسی سفید کپڑوں کی خلعت پہنا دی جو برف کی طرح چمکتی تھی اور پھر مجھے ایک عزت کی کرسی پر بٹھا دیا اور سورۃ فاتحہ سے ایک عزت کا خطاب مجھے عنایت ہوا وہ کیا ہے اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ اور خدا کے فضل اور کرم کو دیکھو کہ تفسیر کے لکھنے میں دونوں فریق کے لئے چار جز کی شرط تھی یعنی یہ کہ ستر دن کی میعاد تک چار جز لکھیں لیکن وہ لوگ باوجود ہزاروں ہونے کے ایک جز بھی نہ لکھ سکے اور مجھ سے خدائے کریم نے بجائے چار جز کے ساڑھے بارہ جز لکھوا دیئے۔

اب میں علماء مخالفین سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا یہ معجزہ نہیں ہے اور اس کی کیا وجہ ہے کہ معجزہ نہ ہو؟ کوئی انسان حتی المقدور اپنے لئے ذلت قبول نہیں کرتا پھر اگر تفسیر لکھنا مخالف مولویوں کے اختیار میں تھا تو وہ کیوں نہ لکھ سکے؟ کیا یہ الفاظ جو میری طرف سے اشتہارات میں شائع ہوئے تھے کہ جو فریق اب بالمقابل ستر دن میں تفسیر نہیں لکھے گا وہ کاذب سمجھا جائے گا یہ ایسے الفاظ نہیں ہیں جو انسان غیرت مند کو اس پر آمادہ کرتے ہیں کہ سب کام اپنے پر حرام کر کے بالمقابل اس کام کو پورا کرے تا جھوٹا نہ کہلاوے؟ لیکن کیونکر مقابلہ کر سکتے خدا کا فرمودہ کیوں کر ٹل سکتا کہ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَ رُسُلِىْ؟[1] خدا نے ہمیشہ کے لئے جب تک دنیا کا انتہا ہو یہ حجت ان پر پوری کرنی تھی کہ باوجودیکہ علم اور لیاقت کی یہ حالت ہے کہ ایک شخص کے مقابل پر ہزاروں ان کے عالم و فاضل کہلانے والے دم نہیں مار سکتے پھر بھی کافر کہنے پر دلیر ہیں! کیا لازم نہ تھا کہ پہلے علم میں کامل ہوتے پھر کافر کہتے؟ جن لوگوں کے علم کا یہ حال ہے کہ ہزاروں مل کر بھی ایک شخص کا مقابلہ نہ کر سکے۔ چار جز کی تفسیر نہ لکھ سکے ان کے بھروسہ پر ایک ایسے مامور من اللہ کی مخالفت اختیار کرنا جو نشان پر نشان دکھلا رہا ہے بڑے بدقسمتوں کا کام ہے!!

بالآخر ایک اور ہزار شکر کا مقام ہے کہ اس موقعہ پر ایک پیشگوئی آنحضرت ﷺ

---

[1] المجادلة:۲۲

کی بھی پوری ہوئی اور وہ یہ ہے کہ اس ستر دن کے عرصہ میں کچھ بباعث امراض لاحقہ اور کچھ بباعث اس کے کہ بوجہ بیماری بہت سے دن تفسیر لکھنے سے سخت معذوری رہی ان نمازوں کو جو جمع ہوسکتی ہیں جمع کرنا پڑا اور اس سے آنحضرت ﷺ کی وہ پیشگوئی پوری ہوئی جو درمنثور اور فتح باری اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کتب میں ہے کہ **تُجْمَعُ لَهُ الصَّلٰوةُ** یعنی مسیح موعود کے لئے نماز جمع کی جائے گی۔ اب ہمارے مخالف علماء یہ بھی بتلاویں کہ کیا وہ اس بات کو مانتے ہیں یا نہیں کہ یہ پیشگوئی پوری ہو کر **مسیح موعود** کی وہ علامت بھی ظہور میں آ گئی اور اگر نہیں مانتے تو کوئی نظیر پیش کریں کہ کسی نے مسیح موعود کا دعویٰ کر کے دو ماہ تک نمازیں جمع کی ہوں۔ یا بغیر دعویٰ ہی نظیر پیش کرو۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی**

الـــــــــــــــمشتهـــــــــــــــر

مرزا غلام احمد قادیانی ۲۰؍فروری ۱۹۰۱ء

(مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۴۹۶، ۴۹۷ طبع بار دوم)

اس نشان کی کسی قدر تفصیلات اور اعجاز المسیح کن حالات میں لکھی گئی اور اعجاز المسیح کا معجزہ کس کس رنگ میں ظاہر ہوا اور پھر قلمی جنگ کے بعد قانونی جنگ میں تبدیل ہوا اور حضرت اقدس علیہم السلام اور آپ کے اس خادم کی فتح سے کس طرح اعدائے سلسلہ کو ذلّت آفرین شکست ہوئی کسی قدر تفصیل چاہتا تھا اس لئے حیات احمد کی جلد سوم عہد جدید میں مختصر ذکر اس محاذ گولڑہ کا ہوا اور اب کسی قدر اس کی تفصیل بیان کرتا ہوں۔

پیر گولڑوی پر ہر گونہ اتمام حجت

پیر صاحب کو مختلف طریقوں سے اِس میدان میں حاضر ہو کر مقابلہ کی دعوت دی گئی مگر اس نے کمال دیدہ دلیری سے اپنے لئے راہِ فرار اختیار کی اس طرح پر کہ ہر رنگ میں عملاً مقابلہ سے

انکار کیا اور لُطف یہ ہے کہ فرضی اشتہار شائع کرتے رہے کہ ہم نے تمام شرائط منظور کر لئے اور تاریں دیں کہ تفسیر قرآنی میں مقابلہ کو منظور کرتا ہوں وغیرہ چونکہ یہ سب فرضی فسانہ پبلک میں اپنی شکست کو چھپانے کے لئے گھڑا گیا تھا اس پر لاہور کی احمدی جماعت نے جو اس وقت انجمن فرقانیہ کے نام سے موسوم تھی پہلے ایک وفد معززین کے ذریعہ پیر صاحب سے اس موضوع پر حلفیہ بیان چاہا جو فرضی تاروں کے اعلان کے متعلق تھا لیکن پیر صاحب نے باوجود اس کے کہ یہ وعدہ کیا تھا کہ **عصر کے بعد جواب دیا جائے گا** خاموشی اختیار کی اور حلف وعدہ کی بھی پرواہ نہ کی تب جماعت لاہور نے ایک مطبوعہ اعلان شائع کیا اور پیر صاحب کو مکرر توجہ دلائی جیسا کہ ذیل کے مکتوب و اعلان سے ظاہر ہوگا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

خط بنام پیر مہر شاہ صاحب

درخواست بجناب پیر مہر شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ حال وارد لاہور

عالی جناب پیر صاحب! بعد ماوجب کہ آپ کی تشریف آوری سے پہلے حافظ محمد الدین صاحب تاجر کتب لاہور نے تمام پہلے اشتہاروں کے برخلاف ایک اشتہار بدیں مضمون شائع کیا تھا کہ آپ ہمارے امام مقدس مجدّد وقت حضرت مسیح معہود مہدی مسعود خاتم الاولیاء **حضرت مرزا غلام احمد قادیانی** کے ساتھ اُن کی تمام شرائط کو منظور کر کے اُن سے مباحثہ کرنے کے لئے لاہور تشریف لائیں گے۔ جناب کل شام سے لاہور میں تشریف فرما ہیں اور ہم اس وقت تک اس انتظار میں تھے کہ جناب کے دستخط خاص سے کوئی تحریر مطبوعہ یا قلمی ہمارے پاس پہنچے جس میں جناب نے صریح لفظوں میں حضرت اقدس مخدومنا مرزا صاحب کے اشتہار مرقومہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے مطابق مباحثہ تفسیر نویسی کرنے کے لئے آمادگی ظاہر کی ہو کیونکہ بغیر اظہار ارادہ مطلق آپ کا

یہاں تشریف لانا مفید نہیں اور ہمارے پاس کوئی سند اس بات کے باور کر لینے کے لئے موجود نہیں کہ حافظ صاحب مذکور کا ساختہ پرداختہ جناب کو مثل کردہ ذات خود منظور وقبول ہے اور نہ ہی اس میں صراحت سے لکھا ہے کہ ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار کے پیش کردہ طرز مباحثہ کے لئے آپ تیار ہیں اس لئے ان کی تحریر قابلِ التفات نہیں سمجھی گئی اور اس لئے اس وقت تک انتظار کرنے کے بعد آخر ہم خاکساروں نے اس بات کو مناسب سمجھا ہے کہ جناب کی خدمت میں ادب سے گزارش کریں کہ اگر درحقیقت جناب دین اسلام پر نظر کر کے اس بڑے فتنے کو مٹانے کے لئے ہی لاہور میں تشریف لائے ہیں تو فی الفور اپنے دستخط خاص سے اس مضمون کی ایک تحریر شائع کر دیں کہ ہم میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ اُن کے ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار کے مطابق بلاکم وکاست شرائط سے مباحثہ تفسیر نویسی کرنے کے لئے تیار ہیں ایسی تحریر پر کم ازکم لاہور کے چار مشہور رئیسوں اور مولویوں کے شہادتاً دستخط کرا دیں اور اس میں کوئی پیچیدہ عبارت یا ذُوْ مَعْنَیَین الفاظ تحریر نہ فرمائیں۔ صاف اور کھلے لفظوں میں لکھیں کہ اس طرز کے مطابق جس کو ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں میرزا صاحب نے شائع کر دیا ہے۔ ان کے ساتھ مباحثہ تفسیر کرنے کو تیار ہیں۔

ہم یہ عرض بادب کرتے ہیں کہ لِلّٰہ آپ اس فیصلہ کے لئے آمادہ ہوں اور کسی طرح گریز کا خیال نہ فرمائیں اور ہم ہزار بار خدا کی قسم دے کر عرض کرتے ہیں کہ اس بڑے تنازعہ کو مٹانے کے لئے اس پیش کردہ مباحثہ تفسیر نویسی کو نباہیں تا کہ حق و باطل میں فیصلہ ہو کر اصلاح و امن پیدا ہو۔ کیونکہ اگر آپ نے اس میں پیش و پس کیا یا پیچیدہ طور پر جواب دیا یا سکوت اختیار کیا تو یہ سمجھا جائے گا کہ آپ کی نیّت میں منشاءِ احقاقِ حق نہیں آپ صرف مخلوق کو دھوکہ دینا اور اسلام میں فتنہ برپا کرنا چاہتے ہیں۔

ہم یقین کرتے ہیں کہ فی الواقعہ آپ کو حق سے اُنس اور محبت ہے تو ضرور اس پر

غور کریں گے اس عریضے کا جواب موصول ہونے پر مع جواب ہم اس کو شائع کر دیں گے۔وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی۔ ۲۵؍اگست ۱۹۰۰ء

الملتمس خاکسار معراج الدین عمر جائنٹ سیکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور۔حکیم فضل الٰہی پریذیڈنٹ انجمن فرقانیہ

گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد	گواہ شد
دستخط سراج الدین	دستخط عبدالعزیز	فدوی عبدالقادر	مہر بخش دکاندار	الراجی عفو به
عفی عنہ	صاحب عفی عنہ		لاہور	عَمّا سلف عبداللہ

جب اس میں بھی ہم کو پیر صاحب کے سکوت کے توڑنے میں کامیابی نہ ہوئی تو پھر ہم نے پانچویں دفعہ آپ کو بذریعہ ڈاک ایک رجسٹری شدہ خط روانہ کیا کہ شاید اس کا جواب دیں مگر افسوس کہ پیر صاحب ایسا ڈرے کہ انہوں نے رجسٹری لینے سے بھی انکار کیا۔

رجسٹری شدہ چٹھی

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم　　　　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْم

وَالْعَصْرِ۔ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ ۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ [1]

بخدمت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی۔کل ایک خط قلمی نہایت ادب سے معرفت چند معززین جن کا نام نامی درج ذیل ہے۔آپ کی خدمت میں اس لئے بھیجا تھا کہ آپ صفائی سے اپنی خاص دستخطی تحریر سے ایک اشتہار چھپوا کر شائع کر دیں کہ آیا وہ شرائط جو حضرت اقدس امامنا میرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نے آپ کی دعوت میں ۲۰؍جولائی ۱۹۰۰ء والے اشتہار میں مقرر کئے ہیں سب بلا کم وکاست آپ کو منظور ہیں؟ آپ نے اس خط کو پڑھ کر قاصدوں سے وعدہ کیا تھا کہ عصر کے بعد جواب دیا

[1] العصر: ۲تا۴

جائے گا آپ کا وعدہ بھی گزر چکا ہے اور ابھی تک آپ کی قلم و زبان سے کوئی آواز نہیں سنی اس قدر انتظار کے بعد ہم پھر اس تجویز کے ذریعہ سے آپ کو یاد دلاتے ہیں کہ آپ ایفائے وعدہ کریں۔ کیونکہ آپ کی کوئی تحریر اس وقت تک پوری شرائط مندرجہ ذیل اشتہار میرزا صاحب کے مطابق سیدھے طور پر قبولیت مباحثہ تفسیر القرآن کے باب میں شائع نہیں ہوئی۔

اسماءِ معزز قاصدان جو کل خط لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

میاں عبدالرحیم صاحب داروغہ مارکیٹ۔ حکیم سید محمد عبداللہ صاحب عرب بغدادی۔

منشی عبدالقادر صاحب مدرس۔ میاں مہر بخش صاحب دکان دار، از لاہور مورخہ ۲۶ ؍اگست ۱۹۰۰ء

خاکساران۔ حکیم فضل الٰہی و معراج الدین عمر

نوٹ۔ چونکہ کل جواب دینے میں آپ نے ایفائے وعدہ نہیں کیا اس لئے اس تحریر کو طبع کرا کے ارسال کیا گیا۔

جب اس کے جواب میں بھی پیر صاحب خاموش ہی رہے اور آپ کے مریدوں اور خوش اعتقاد لوگوں نے یہ جھوٹ مشہور کیا کہ پیر صاحب نے مرزا صاحب کو تمام شرائط منظور کر کے کئی ایک تاریں دی ہیں اور مرزا صاحب کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ تب ہم نے ایک اشتہار اس مضمون کا دیا کہ یہ بالکل غلط ہے کوئی تار نہیں دی گئی اور کوئی منظوری شرائط کی پیر صاحب نے نہیں کی وہ اشتہار درج ذیل ہے۔ پیر صاحب کے مُنہ سے اقرار کرانے کے لئے ہماری ساتویں تجویز تھی مگر کیا مجال تھی کہ پیر صاحب ایک لفظ مُنہ سے نکالتے بلکہ عصر تک جواب دینے کا جو وعدہ کیا تھا اس کو بھی پورا نہ کیا اور یہ تجویز کر دی کہ کوئی جواب لینے والا ان تک پہنچنے ہی نہ پاوے باہر سے ہی ان لوگوں کو رخصت کر دو۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡم نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡم

وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ۚ وَمَنْ يَكْتُمْهَا فَإِنَّهُ آثِمٌ قَلْبُهُ ۗ وَاللَّهُ بِمَا تَعْمَلُونَ عَلِيمٌ [1]

اور نہ چھپاؤ گواہی اور جو کوئی اسے چھپاوے اس کا دل گنہگار ہے اور اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو۔

---

[1] البقرۃ: ۲۸۴

پیر مہر علی شاہ صاحب سے لِلّٰہ ایک شہادت کا مطالبہ

پیر مہر علی شاہ صاحب کے مریدوں نے شور مچا رکھا ہے کہ ۲۵ر اگست کو پیر صاحب نے حضرت اقدس جناب مخدومنا میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی خدمت میں تاریں دی تھیں کہ اب صرف تفسیر قرآن کا اسی طرز سے آپ کے ساتھ مباحثہ کرنا منظور کرتا ہوں جو آپ کے ۲۰ر جولائی ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں درج ہے۔ بلکہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے خاص پیر صاحب کی زبان سے بھی یہ بات سنی ہے نیز ان لوگوں نے عوام الناس کو دھوکہ میں ڈالنے کے لئے یہ بھی مشہور کر رکھا ہے کہ پیر صاحب نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی شرط کے مطابق اشتہار شائع کر کے ان کو پہنچا دیا تھا۔

اس لئے ہم پیر صاحب سے شہادتِ حقّہ لینے کے لئے یہ عرض کرتے ہیں کہ اگر پیر صاحب چار معزز سمجھدار ہندو رئیسوں کے جلسے میں تین دن کے اندر حلف اٹھا کر اس بات کو ثابت کر دیں کہ پیر صاحب نے ۲۵ر تاریخ کو بمضمون مذکورہ بالا حضرت میرزا صاحب کی خدمت میں تاریں روانہ کی تھیں اور اسی طرح سے اس بات کو خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر ثابت کر دیں اور اپنا اصل مشتہرہ اشتہار دکھا دیں کہ جس میں انہوں نے خود حضرت اقدس مسیح موعود میرزا صاحب کو لکھا ہو کہ آپ کے ساتھ مباحثہ تفسیر القرآن تمام شرائط مندرجہ اشتہار ۲۰ر جولائی ۱۹۰۰ء کے مطابق کرنے کو منظور کرتا ہوں اور اقرار کرتا ہوں کہ مغلوبیّت میں آپ کی بیعت کر لوں گا (کیونکہ یہی سب سے بڑی اور ضروری شرط میرزا صاحب کی تھی) تو ہم پیر صاحب کو ااکاون روپے بطور نذر پیش کریں گے۔ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو خلقت ان کی راست بازی سمجھ لے۔

نوٹ۔ اس کام کے لئے ہم جناب لالہ سندر داس صاحب سوری ایم۔اے اسسٹنٹ رجسٹرار پنجاب یونیورسٹی۔ بابو اناش چندر صاحب ہیڈ کلرک دفتر اگزیمینر ریلوے۔ ڈاکٹر لالہ پرمانند صاحب ڈنٹسٹ سرجن و رئیس لاہور۔ لالہ دھن پت رائے صاحب بی۔اے ایل ایل بی۔ وکیل چیف کورٹ پنجاب کو منتخب کرتے ہیں۔ فقط ۲۷ر اگست ۱۹۰۰ء

الملتمس خاکساران۔ حکیم فضل الٰہی و معراج الدین عمر جائنٹ سیکرٹری انجمن فرقانیہ لاہور

یہ سب کچھ ہوا مگر پیر صاحب پر کچھ اثر نہ ہوا اور انہوں نے میدان مقابلہ میں نہ آنا تھا نہ آئے۔ میں نے واقعات کو مِن و عَن پیش کر دیا ہے تا کہ ہر سلیم الفطرت انسان خود نتیجہ پر پہنچ سکے۔ فتح و شکست کا سوال واقعاتی صورت سے پیدا ہوتا ہے مگر اس سے الگ رہ کر اصل منشاء **اِحْقَاقِ حَق تھا۔**

اعجاز المسیح کن حالات میں لکھی گئی

اعجاز المسیح کے ذریعہ علمی اور قرآن دانی کا اعجاز ظاہر ہوا وہ بجائے خود اس کے لاجواب رہ جانے اور مقابلہ میں کسی کے نہ آنے سے بھی ثابت ہے مگر اس اعجاز کی امتیازی خصوصیت کا مقام اور بھی بڑھ جاتا ہے جبکہ یہ دیکھا جاوے کہ یہ تالیف کن حالات میں لکھی گئی اس کے لئے میں اخبار الحکم ۳؍مارچ ۱۹۰۱ء سے حضرت مولانا عبدالکریم رضی اللہ عنہ کے ایک خط سے کچھ اقتباس دیتا ہوں۔

’’اخوانی۔ **اَلسَّلامُ علیکم ورحمةُ اللّٰہِ وَبرکاتہٗ** کئی دفعہ میری روح میں زوردار تحریک ہوئی کہ ان اثروں اور نقشوں پر کچھ لکھوں اور بھائیوں کو مستفید و مسرور کروں جو اس چلّہ میں حضرت موعود علیہ السلام کی زندگی کے خاص اور بالکل نئے حصہ کے مشاہدہ سے میرے حق جو، حق بین، حق گو قلب پر وارد اور منتقش ہوئے ہیں۔ پیر گولڑی کے مقابل تفسیر لکھنے کی میعاد (۷۰) دن ٹھہری تھی۔ اس بڑی ہی تھوڑی میعاد میں سے بھی جو اصلاً اور حقیقۃً سورہ فاتحہ کی عربی فصیح میں غیر مسبوقہ حقائق کے ساتھ تفسیر لکھنے کے لئے نہایت **غَیْر مُکْتَفِیْ** تھی پورے تیس دن حضرت حجۃ اللہ علیہ السلام نے یوں منہا کر دیئے کہ اس اثنا میں آپ کے دست و قلم میں خالص منافرت رہی ایک نقطہ تک نہ تو لکھا اور نہ اس غیر مامور کو جگہ سے ہلا دینے والے کام کی نازک ذمہ واری کی طرف کچھ توجہ ہی کی۔ پورے ایک مہینہ کے بعد جب لکھنے کا ارادہ کیا معاً **بَرْدِ اَطْرَاف** اور ضعف کے اس قدر متواتر دورے پڑنے شروع ہوئے کہ بسا اوقات پر دل امید زندگی کے چراغ کو شمع سحری کی طرح ٹمٹاتا دیکھ کر یاس کے تاریک کونے میں سرنگوں بیٹھ جاتی تھی۔ میں نے دس سال میں اس قدر اِتّصال اور ہجوم ان ہولناک امراض کا نہیں دیکھا تھا۔ صحت کا یہ حال اور وعدہ اس قدر مضبوط۔ منجانب اللہ ہونے۔ **مُؤَیَّد مِنَ اللّٰہ**

ہونے کا ایک نشان اور معیار اور ایک چلّہ باقی ۔کوئی معمولی آدمی ہو اور عزّت وذلّت کا معاملہ ہو تو ایک سوچنے والا سوچ سکتا ہے کہ اس کے دل اور جان پر کیا گزر سکتی ہے۔ یہاں سارے جہاں سے ٹکر لگی ہوئی ہے ایک ماموراور مرسل اللہ کی برسوں کی کامیاب عزت معرض امتحان میں اور ضعیف محدود بشری نگاہ کے نزدیک معرض خطر میں تھی ۔مسودہ لکھنا ۔کاپی لکھنا۔ پروف دیکھنا اور پوری صفائی سے چھپنا یہ سب کام ضروری تھا کہ اس تھوڑی مدت میں پورے ہوں۔

میرا دل بصیرت اور دلائل سے اس پر شاہد اور قائم ہے کہ اس وقت سے کہ آپ کی مبارک انگلیوں کو چھونے کا شرف قلم کو ملا ایسی تقیید اور تقید کا کام کبھی آپ کے پیش نہیں آیا۔ایک بات اور ایک تکلیف آپ کو پیش نہیں آئی مختلف قسم کی زحمتوں کا سامنا آپ کو کرنا پڑا۔ آپ کی کریم رحیم فطرت کا نبوتِ محمدیہ (عَلٰی صَاحِبِهَا الصَّلٰوةُ وَالتَّحِيَّه) اور قرآن کریم کے اتباع سے ایک ہی رنگ پر اور مختصر پیرایہ پر قانع نہ ہونا۔معانی اور نکات کے بحرِ زخّار کی مضطرب امواج کا آپ کی معنی آفرین جودت زا طبیعت میں موجیں مارنا۔محدود وقت کی سخت قید کا لگ جانا اور ان سب پر اور سب سے زیادہ زحمت خوفناک امراض کا پے در پے حملہ آور ہونا۔غرض یہ ایسی تحریکیں اور دباؤ تھے کہ ایک غیر مامور کو پیس کر سُرمہ کر دیتے ۔بسا اوقات قوی دل لوگ بھی ایسے موقعوں پر جی چھوڑ کر رہ جاتے ہیں اور جدید اور لذیذ مضامین کا پیدا کرنا تو بر کنار موجودہ علم و دانش بھی ان کے دماغ سے پرواز کر جاتی ہے مگر حضرت موعود علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کی تائید اور اذن سے ۲۰ تاریخ کو تفسیر کی تسوید سے فراغت کر لی اور کاتب اور مطبع کا کام رہا جو انشاء اللہ تعالیٰ دو روز میں انجام کو پہنچ جائے گا۔میرا موضوع اس وقت یہ نہیں کہ تفسیر کی نسبت گفتگو کروں اور اس کے اعجاز کے پہلوؤں پر بحث کروں وہ انشاء اللہ ۲۵ تک حسب وعدہ شائع ہو جائے گی۔سنت اللہ کے موافق سعید اُسے معجزہ اور آیۃ اللہ سمجھ کر خدا کے نور کو پہچان لیں گے اور شقی اُسی کنوئیں میں گریں گے جو ان کے اشباہ وامثال کے لئے موعودوں کے ہر زمانہ میں تیار رہا ہے۔میرا مقصد اس وقت یہ ہے کہ میں اپنے ان دوستوں کو حضرت مامور کی استقامت اور اخلاص کی کیفیت کا نقشہ دکھاؤں جو قدرت کی تقدیروں سے اس نظارہ کے

معائنہ سے دور پڑے ہیں۔ میرا دل مجھے یقین دلاتا ہے کہ محبوب و مولیٰ اور رؤف رحیم آقا کی یہ زحمت اور تکلیف جو اس راہ میں اُن پر پڑی ہے اُن کے عاشق خدّام کی محبت اور عشق کے لئے مہمیز کا کام دے گی اور یہ اطلاع اور شعور اور احساس ایک آگ ہوگی جو غیر کو، غیر کی تعظیم وتکریم کو، غیر کی کسی قسم کی جہد و ریاضت کے خیال اور یقین کو اُن کے دل سے راکھ کر کے نکال ڈالے گی۔ میرا یگانہ لاشریک خدا جس کی عظمت اور جبروت کا تصور ایک صادق کی پیٹھ کی ہڈیاں توڑ دیتا ہے گواہ اور آگاہ ہے کہ میں آپ کی اس محنت اور جانفشانی اور بیماریوں کی شدت کو دیکھ کر بسا اوقات جوش محبت میں سخت رنج اور دکھ سے بھر جاتا اور بھاری صدمہ اپنی جان میں محسوس کرتا اور میرا دل چیخ کر یہ کہتا کہ حقیقی کفارہ اور واقعی قربانی یہ ہے جو ہمارا برگزیدہ شفیع اپنے وجود سے امت محمدیہ کے لئے پیش کر رہا ہے۔ ناشکر گزار قوم کیا مکافات دے رہی ہے اور اب بھی اس لانظیر نشان پر کیا کیا نکتہ چینیاں ناعاقبت اندیش بدگمانوں کی طرف سے ہوں گی۔ مگر ایک جمیل حسین اور محسن چہرہ ہے جو اس برگزیدہ کے سامنے بیٹھا اور اپنی جاں بخش تجلّیات سے ساری مصیبتیں اس پر آسان کر رہا ہے اور اس دل افروز حسن سے ایسے عالم محویّت میں یہ عاشق صادق ہے کہ غیر کی نہ تو تحسین کی پرواہ ہے اور نہ تقبیح اور توہین کا کچھ خوف ہے۔ میں نے بارہا دل میں ایک رنج محسوس کیا وہ جبروت اور عظمت کے دباؤ سے سینہ سے سر نکالتے نکالتے رہ گیا اور کبھی جو کلیجہ منہ تک آیا تو نازآمیز شکوہ سے اپنے رحیم کریم رب کو کہہ ہی گزرا کہ اے رحیم کریم مولیٰ تیری حکمتوں اور تقدیروں کے اتھاہ سمندر میں غوطہ لگا کر کون کسی راز کو مٹھی میں لاسکتا ہے۔ ایک طرف تو تُو نے اپنے بندہ پر ایسی ذمہ داریوں کے پہاڑ توڑ رکھے ہیں اور ایک جہاں کی آنکھوں کا مطمح نظر اسے بنا رکھا ہے اور ایک طرف یہ بیماریاں اور رنج ہیں کہ یقیناً ایک پہاڑ پر پڑیں تو اُسے چُور چُور کر دیں۔ آخر اس حقیقت کی تجلّی اور انکشاف نے ڈھارس باندھ دی کہ یہ ہی اور یہی درحقیقت عظیم الشان معجزہ ہے اگرچہ کوئی خارجی آدمی بدگمانی اور تیرہ فطرتی سے یقین نہ کرے پر آستانۂ قدس کا شرف ملازمت رکھنے والے اس رنگ کو اپنے ایمانوں کے لئے نئی اور عجیب یاقوتی سمجھتے ہیں اس لئے کہ وہ یقین سے بھر گئے ہیں کہ یہ خدائے قدوس قادر کا ہاتھ ہے

جس نے چالیس روز میں اس عظیم الشان کام کو پورا کیا ہے ورنہ مجرد اور مخذول اور مفتری بشریت کے سامنے آخری اور ابدی تباہی کا دن آ چکا تھا۔ ان متواتر بیماریوں اور نا قابلِ بیان ناتوانی اور بے کسی اور خدا تعالیٰ کی اس نصرت اور تائید نے اور بھی زیادہ حضرت موعود کے صدق اور حقیقت پر مہر کر دی۔

کل جمعہ کے دن ۲۲ رفروری یہاں قابل دید نظارہ تھا جبکہ قدس کے میدانوں میں جولاں کرنے والا اشہبِ قلم آپ کا منزل مقصود پر بعافیت وخیریت پہنچ کر آرام سے کھڑا ہو گیا۔ رات کو حضرت ماموؑر آدھی رات سے زیادہ تک کاپیاں اور پھر اسی افراتفری میں جمے ہوئے اور نکالے ہوئے پروف دیکھتے رہے۔ مطبع کے کارکن رات بھر کام کرتے رہے اور آج ۲۳ کی صبح کو **اعجاز المسیح** پورے دوسو صفحوں میں مکمل ہو کر ڈاک کے ذریعہ مختلف مقامات میں بھیجا گیا۔ ظہر کی نماز کے وقت جب آپ مسجد میں تشریف لائے آپ کا درخشاں چہرہ جس پر کامیابی اور نُصرتِ حق اور محبوبیت ڈھیروں پھول برسا رہی تھی عشاق کے لئے ایک نورانی مشعل تھا جس کی روشنی میں وہ براہ راست وَجہ اللّٰہ کو دیکھتے تھے۔

خدا تعالیٰ کی برکتیں اور تائیدیں اور صلوات شامل حال ہوں حضرت موعود کے حرم محترم کے کہ پرسوں انہوں نے ایک فقرہ کہہ کر اپنی فراستِ حقّہ اور خدا بین اور رسالت فہم طبیعت کا کیسا ثبوت دیا۔ از بسکہ وہ رات دن مشاہدہ کرتی تھیں اور ان سے زیادہ اور کون مخلوقات میں سے شاہد حال ہو سکتا تھا کہ حضرت مامور علیہ السلام دن رات میں کئی کئی مرتبہ موت تک پہنچ جاتے اور بیسیوں دفعہ لکھتے لکھتے تین تین چار چار لحاف اوڑھ کر لیٹ جاتے اور ہاتھ پیر مردۂ بے جان کی طرح ٹھنڈے ہو جاتے پھر اس نادر کام کو کامل مکمل دیکھ کر وہ حضرت سے مخاطب ہو کر کہتی ہیں کہ میری روح شرح صدر سے گواہی دیتی ہے کہ آج وہ الہام ''**ایک عزّت کا خطاب**'' پورا ہو گیا۔ اس سے زیادہ کیا عزت ہے اور انبیاء و مرسلین اور اہل اللہ کی ایسی ہی خدائی رنگ کی عزت ہوا کرتی ہے کہ اس قدر تحدّی اور دعوے کے ساتھ علماء اور ان کے شہداء کو پکارا گیا اور غیرت اور جوانمردی کا مقتضا تھا کہ وہ اس مرد آزما میدان میں بڑھ بڑھ کر قدم مارتے مگر مُتصرِّف عَلَی القُلوب خدا نے ان کی غیرتیں سلب کر لیں اور ان کی

ہمتوں اور قصدوں کے ہاتھ شل کر دیئے اور وہ اس نامردی اور روسیاہی پر تہ دل سے راضی ہو گئے اور جس شخص کی تردید اور انکار ان کی دلی مراد تھی اس بزدلی سے انہوں نے اپنے ہاتھوں، پاؤں پڑ کر، مٹی پر ناک رگڑ کر اس کے صدق پر مہر کر دی۔

خدا ترس اہل دل اور سنن انبیاء (علیہم السلام) سے واقف اس کلام سے جو اس صدفِ عصمت وعفت کے قیمتی موتی کے منہ سے نکلا ہے نور اور فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ میرے قلب کی بناوٹ خداوند حکیم نے ایسی بنائی ہے کہ میں رسول کریم ﷺ کی ازواج مطہرات خصوصاً عائشہ صدیقہؓ کی شہادت کو حضور سرور کائنات ﷺ کی رسالت کے صدق پر لانظیر شہادت مانتا ہوں ایک مَحرم تمام گردوپیش کے حالات سے واقف جس پر بے تکلفی اور سادگی اور اضطراری تحریکات اور جذبات وقتاً فوقتاً برہنہ تجلی کرتی اور اپنا سارا اندرونہ کبھی بتدریج اور کبھی بیک بارگی اگل کر سامنے رکھ دیتی ہیں اپنے ایسے رفیق کی نسبت گواہی دے اور رفتار زندگی میں اپنے چال چلن سے اس شہادت پر اپنے صدق و ثبات سے حقیقت کا نشان لگا دے یہ صدق کا ایسا نشان ہے کہ کسی بڑے نشان سے نیچے نہیں۔ اسی بناء پر میں نے اس شہادت اور پاک اور سادہ الفاظ میں ادا کی ہوئی شہادت کو ہمیشہ قدر کی نگاہ سے دیکھا ہے جو حضرت صدیقہ ثانیہؓ نے حضرت موعود علیہ السلام کی نسبت دی ہے آہ بد بخت اور کج دل جو ان باتوں کو استخفاف اور حقارت سے دیکھے۔ کاش کوئی اور پیرایہ ہوتا کوئی اور الفاظ ہوتے جو ان صداقتوں اور میرے صدق دل اور ایمان اور بصیرت، اور خشیة اللّٰہ کو مدنظر رکھتے ہوئے دل کے سچے اظہارات کے ایصال اور اظہار کا ذریعہ بن سکتے اور شکوک اور اوہام اور بدگمانیوں کے پتھروں کو لوگوں کی راہ سے صاف کر سکتے مگر سنت اللہ اور سنت الانبیاء اور اطراف اور نئی تلاشوں سے مایوس کر دیتی ہے جب کہ وہ یقین دلاتی ہے کہ ایک ہی ذریعہ ہے جس سے سارے خدا کے برگزیدے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ یہی ہے جو ہمارے برگزیدہ امام علیہ السلام کی پاک زندگی پوری صفائی سے پیش کر رہی ہے۔ خدا تعالیٰ کی لگاتار نصرتیں آسمان سے اور محرم راز انیسوں اور واقف حال جلیسوں کی خدا کے لئے گواہیاں زمین سے۔ اگر یہ معیار صدق نہیں تو پھر کچھ بھی نہیں ایک اُمّی نے

تحدّی کی اُسی طرح جیسے اس سے پہلے فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ[1] کی صدا میں کی گئی تھی ایک ناتوان اور بے سامان اور قوم اور زمینوں کے مہجور ومتروک نے باسامان زمانہ کو مقابلہ کے لئے بلایا وہ کامیاب ہوا۔ وہ اکیلا بلا مزاحمت مالی لے کر عزت کے ساتھ میدان سے نکلا اور اس کے تمام حریفوں نے جو اس کی بےعزتی کے لئے تڑپتے تھے خجالت اور ندامت کے نقابوں میں مسخ شدہ چہروں کو چھپا لیا۔ کیا فرق ہے؟ کون سا مَـابِـهِ الْاِمتیـاز ہے۔ اس تحدّی میں اس دعویٰ کے الفاظ میں جو حضرت مسیح موعودؑ کی طرف سے شائع ہوئے اور اس میں جو فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ کے رنگ میں کیا گیا تھا؟ اے خدا نا ترس مخالف! ناحق کے غضب سے پوستین کومت پھیلا اور غیض کی جھاگ منہ پر مت لا، اللہ تعالیٰ کے خوف کو مدنظر رکھ کر اور خوب سوچ کر کوئی لطیف فرق اور نازک امتیاز دکھا۔ سن اور سمجھ لے کہ ان دونوں تحدیوں میں سرمو بھی فرق نہیں اور ضرور تھا کہ اس زمانہ میں بھی ایسی تحدی ہوتی اس لئے کہ وہ پہلا سربستہ راز سمجھ میں آجاتا کہ کیونکر آسمانوں اور زمینوں کا مالک خدا صَرْفُ الْوُجُوه کیا کرتا ہے میں نے حضرت امام علیہ السلام کو امّی کہا ہے اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ میں نے مبالغہ اور اطراء سے کام نہیں لیا وَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَی الْـكَـاذِبِيْنَ الْمَادِحِيْنَ الْمُطْرِيْنَ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ مَا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ وَلَا فِيْ مَمْدُوْحِهِمْ میں خوب جانتا ہوں کہ آج زمانہ میں علم اور فن اور فضل کا کیا چرچا اور کیسا سامان اور کسی فن میں کمالات حاصل کرنے کے لئے کیا کیا تحریکات اور مواد ہیں۔ اور میں خوب جانتا ہوں کہ کس طرح ادباء ادب کی تحصیل میں اور دوسرے علوم کے شیدا ان علوم میں دستگاہ پیدا کرنے کے لئے جان توڑ کر سعی کر رہے ہیں اور بہت سے اُن میں اپنے مقاصد میں کامیاب بھی ہیں حضرت حجۃ اللہ آیۃ اللہ کو دیکھتا ہوں اور برسوں سے دیکھتا ہوں کہ ہر رنگ میں ہر فن میں اور ہر حال میں اُمّیّت آپ پر غالب ہے آپ کے قلب کی بناوٹ ایسی بنائی گئی ہے اور آپ کے پیش نہاد مقاصد اور مطامح ایسے رکھے گئے ہیں کہ اُس لازوال ذوالجلال قبلہ کے سوا اور طرف رُخ توجہ پھیر ہی نہیں سکتے۔ کبھی ایک ادیب کی

---

[1] البقرۃ: ۲۴

طرح کسی ادب کی کتاب کا مطالعہ ہو۔ کسی فن کی کتاب میں انہماک و استغراق ہو یہ موقع کبھی آپ کے پیش آیا ہی نہیں عربی میں تصانیف کے اختیار کرنے کا محرّک خود میں ہی ہوا۔ میری ہی روح میں خدا تعالیٰ نے پہلے یہ جوش ڈالا کہ یہ آسمانی نعمت عربی کے ظروف میں عربوں کے آگے بھی پیش کی جاوے۔ اس تحریک پر سب سے پہلے آپ نے تبلیغ لکھی جو آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ شامل ہے۔ اس کیفیت کو میرا ہی دل خوب جانتا ہے جو اس پس وپیش اور تحیّر کے نقشہ سے میں نے سمجھی جو میری اس درخواست پر آپ پر طاری ہوا۔ کس معصوم اور بے بناوٹ سادگی اور صفائی سے آپ نے فرمایا کہ بات تو بہت اچھی ہے مگر یہ کام بڑا نازک ہے میری بساط اور استعداد سے باہر ہے پھر کچھ سوچ کر فرمایا اچھا میں پہلے اردو میں مسودہ تیار کروں گا پھر میں اور آپ (یہ عاجز راقم) اور مولوی صاحب (مولوی نورالدین صاحب) مل ملا کر اس کا ترجمہ عربی میں کرلیں گے۔ تحریک تو ہو ہی چکی تھی رات کو قادر حکیم عَزَّ اِسْمُہٗ کی طرف سے اس بارہ میں وحی ہوئی کہ عربی میں لکھیں اور معاً یہ بھی آپ کو تسلی دی گئی کہ عربی زبان کے بہت سے حصہ پر آپ کو قبضہ مرحمت کیا گیا اور لکھنے کے وقت خود روح پاک آپ کی زبان اور قلم پر لغات عربی کو جاری کردے گی چنانچہ ایسا ہی ہوا سب سے پہلی کتاب تبلیغ جس کی تالیف کے سارے زمانہ میں مَیں ساتھ رہا اور مجھے اس کے فارسی میں ترجمہ کرنے کا شرف حاصل ہوا ایسی فصیح بلیغ نکلی کہ ایک فاضل ادیب نے اسے پڑھ کر حضرت موعود کو لکھا کہ تبلیغ کو پڑھ کر میرے دل میں آیا کہ سر کے بل رقص کرتا ہوا قادیان تک آؤں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی اور اس کے مثیلوں نے اس سے پہلے بہت شور مچا رکھا تھا کہ وہ (حضرت موعود علیہ السلام) عربی کا ایک صیغہ نہیں جانتے اور صَرف ونحو اور فلاں فلاں علم سے قطعاً واقف نہیں اور فتویٰ تکفیر سے تھوڑی دیر قبل سیالکوٹ میں ہماری مسجد کے اندر جناب حکیم حسام الدین صاحب کے مقابل تکرار کرتے ہوئے غیظ وغضب میں بھر کر یہ کہا کہ مرزا ایک اردو خواں منشی ہے وہ عربی کیا جانتا ہے اس کی تعریف اور مدح میں اتنا مبالغہ کیا جاتا ہے میں اب جاتا ہوں اور اس کا بندوبست کرتا ہوں اور ایک دم میں اس کے سارے سلسلہ کو الٹا تا ہوں اسی دھمکی اور بخار کا سرجوش وہ

تکفیر کا فتویٰ تھا جو اس کے تھوڑے دنوں بعد آپ کے قلم سے نکلا۔

درحقیقت ان مولویوں کی بات سچ تھی اور ان کا یہ اعتراض اور انکار کہ آپ لسان عرب سے ماہر نہیں ان کی واقفیت اور علم پر مبنی تھا اور حقیقت میں مولویوں اور بڑے واقفیت حال کے مدعی مولوی محمد حسین کی گواہی کے بعد ضرورت نہیں کہ حضرت موعودؑ کی اُمّیّت کی نسبت زیادہ ثبوت دیئے جائیں ان مولویوں کے چھوٹے بڑے اس وقت پکار کر یہی شکایت کرتے تھے کہ آپ مجدد دین ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اسی دین کی لسان میں مہارت نہیں رکھتے اور فی الحقیقت اگر آپ کو لسان عربی کا علم نہ بخشا جاتا تو آپ کے لئے اور آپ کے تمام سلسلہ کے لئے شرم اور ماتم کی جگہ تھی اس لئے کہ عربی زبان کی واقفیت و مہارت ہی ایک ٹکٹ ہے جس کے وسیلہ سے خدا تعالیٰ کے حریم قدس میں جو قرآن کریم ہے باریابی کا شرف حاصل ہوسکتا ہے اور ایک مجدد مامور محدّث مکلّم ......مہدی ہو یا مسیح موعود ہو لازم ہے کہ قرآن کریم کا علم اسے سب لوگوں سے زیادہ ہو مگر افسوس اور صد ہزار افسوس کہ جب غیّور اور حکیم خدا نے ان کی شکایت رفع کر دی اور احسن طور پر رفع کر دی اور حضرت مامور کو اس پاک زبان کے تبحّر میں عالمین پر سبقت اور فوق دے دیا اس پر بھی انہوں نے اعراض اور استکبار کیا اور خدا تعالیٰ کے اس نشان سے کچھ بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ ان کے نالہائے زار سے سمجھ میں آتا تھا کہ ایک ہی اور بہت بڑی شکایت انہیں ہے اور یہ بالکل آمادہ ہیں کہ اُس کے رفع پر اپنی غلط کاریوں اور نادانیوں کی اصلاح کر لیں گے مگر نہیں انہوں نے ایسا نہیں کیا اس وقت قدرتِ توفیق بیّن اور نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کی طرف سے حق رکھتی تھی کہ یہی ایک بڑا نشان ان کے لئے ہو جاتی اور اس کے بعد کسی اور نشان کی تلاش اور مانگ ان میں باقی نہ رہتی۔ میں حیران ہوں کہ سارے مولوی اور خود میں بھی ان کے ساتھ اس مرکز پر متفق تھا کہ درحقیقت آپ اُمّی محض ہیں۔ ان سب نے اور میں نے یکساں یہ نشان دیکھا کہ فصاحت و بلاغت عربی کا وہ معجزہ آپ کو دیا گیا کہ ہندوستان بھر کے ادباء و فضلاء اس کے مقابلہ اور اس کی مثل لانے سے عاجز آ گئے مجھے اور میرے احباب کو خدائے کریم نے اس راہ سے ایمان اور عرفان میں روز افزوں قوت اور سکینت بخشی اور ان مولویوں کو طغیان اور حسد

میں ترقی دی۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْ لَا اَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ. لَقَدْ جَآءَ تْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ. رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا وَ ھَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْکَ رَحْمَةً اِنَّکَ اَنْتَ الْوَھَّابُ. رَبَّنَا افْتَحْ بَیْنَنَا وَ بَیْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَ اَنْتَ خَیْرُ الْفَاتِحِیْنَ .

غرض جیسا میں نے بیان کیا ہے کہ ایک امّی بے سامان نے تحدی کی کہ ہندوستان و پنجاب کے تمام علماء ان کے چھوٹے اور ان کے بڑے اکیلے اکیلے اور مل مل کر میرے مقابلہ میں آئیں اور ممکن ہو تو عربوں کو بھی اپنی مدد میں بلائیں میرے قادر مرسل نے مجھے یقین دلایا ہے کہ وہ سارے میرے سامنے خجل اور نادم ہوں گے۔ عربی تحریر اور تقریر کی قوتیں اُن سے سلب کر لی جائیں گی اور وہ محض لَایَعْلَمُ لَا یَعْقَلُ ہو جائیں گے اس تفسیر فاتحہ کے لئے غیرت دلانے والے الفاظ میں اشتہار دیئے اور محض اللہ تعالیٰ کا معجزہ دکھانے کو تیز مُغضب الفاظ لکھے کہ گولڑوی مہر علی شاہ اور اس کے انصار واعوان اٹھیں اور سورۂ فاتحہ کی سات آیتوں کی تفسیر عربی زبان میں لکھیں کس قدر موقع اور خداداد وقت ان لوگوں کے لئے تھا کہ بالمقابل معجزہ نمائی کرتے اور ایک لشکر کثیر جرار کے ساتھ ایک بیکس اور ناتوان اور امّی آدمی پر حملہ کرتے اور آئے دن کے خرخشوں کو مٹانے کی فکر کرتے۔

یہی ایک بات تھی اور صرف یہی ایک بات تھی جس کے لئے سب سے پہلا اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے نکلا اور جس کا مضمون صاف لفظوں میں یہی تھا کہ پیر صاحب قرآن کریم کی کسی سورت یا آیت کی تفسیر میں مجھ سے مقابلہ کر لیں اس لئے کہ زبانی جھگڑے بہت ہو چکے ہیں اور حضرت مامور خدا کی طرف سے مباحثات کے کرنے سے روک دیئے گئے ہیں۔ مگر ظالم محرّفوں نے کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچائی اور اصل بات کو چھوڑ کر ایک فضول بات اور مکر اور زور اور ظلم کی حمایت کی اور سیاہ دلی اور ستمگری سے غل مچا دیا کہ مہر شاہ جیت گیا۔ میں اور میرے دوست جو اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی کے لئے یہاں بیٹھے ہیں حیران ہو ہو جاتے اور اللہ تعالیٰ کی جناب میں چلاّ چلاّ کر فریاد کرتے کہ الٰہی اے حکیم خدا! تیری حکمتوں کے گہراؤ تک ہم کہاں پہنچ سکتے ہیں۔ بات کیسی صاف ہے اور ان مولویوں اور صوفیوں اور سجادہ نشینوں کے دل کیسے پلٹ گئے ہیں یا

مسخ ہو گئے ہیں کہ ایک دفعہ ہی سب کے سب پکار اٹھے ہیں کہ مہر علی شاہ جیت گیا۔ کس بات میں جیت گیا۔ کیا کام کیا۔ کونسا معجزہ اور کرامت لوگوں کو دکھائی۔ بس یہی کہ نالائقی اور بے بضاعتی اور تہی دستی کی ندامت کو چھپانے کے لئے سیاہ ظلم اور فریب کی چال اختیار کر کے لاہور میں آ گیا۔ اگر حضرت اقدس کے کام اور کلام میں کوئی چھل اور فند ہوتا تو ہم اللہ تعالیٰ کے لئے سب سے اوّل اس کی مخالفت کرنے والے ہوتے اور اُس چال سے واقف ہو جاتے۔ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ گواہ اور آ گاہ ہے کہ کوئی چیز نہیں جس نے ہمیں زنجیروں سے جکڑ کر یہاں بٹھا رکھا ہے بجز صدق اور حق کی پیاس اور محبت کے جو ہمارے محبوب امام کے ہر قول اور ہر فعل سے عیاں ہے۔ حضرت اقدس نے ہم سے جو اُس وقت سو سے کم قادیان میں نہ تھے مسجد مبارک میں مشورہ کیا کہ آیا اس صورت میں جو اب پیش آئی ہے مہر علی شاہ کے لئے لاہور جانا چاہیے ہم سب نے بالاتفاق اور شرح صدر سے عرض کیا کہ شرط تو عربی فصیح بلیغ میں تفسیر لکھنے کے لئے تھی وہ مہر علی شاہ نے توڑ دی، اب اگر وہ کوئی چال اختیار کر کے لاہور آ گیا ہے تو آئے ہمیں خدا کے مقدس اور محترم انسان کی ہتک معلوم ہوتی ہے کہ اب اس کے مقابل لاہور جائے۔ رہا یہ اندیشہ کہ عوام کالانعام شور مچائیں گے اور وہ جو حقیقت کو نہیں سمجھتے اتنے ظاہری نظارہ پر قناعت کر جائیں گے کہ لو دیکھو مہر شاہ آ گئے۔ اور مرزا صاحب نہیں آئے۔ لیکن یہ معمولی باتیں ہیں جو راستبازوں کی راہ میں آیا ہی کرتی ہیں۔ **لِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الْخَبِيْثَ مِنَ الطَّيِّبِ** اس لئے کہ خدا تعالیٰ ناعاقبت اندیش، سخن نافہموں، بدگمانوں، شتاب کاروں میں اور بات کی تہہ میں پہنچ جانے والوں تقویٰ شعاروں میں فرق کر دے۔ اگر ہم نے امام کو کمزور اور ناتواں اور مقابلہ میں ڈرپوک اور مہر شاہ کو پورا پہلوان سمجھ کر دانستہ یہ کارروائی کی اور ایک سیاہ پردہ حق اور حقیقت پر ڈال دیا تو ہم سے زیادہ آسمان کے نیچے زمین کے اوپر کوئی ملعون نہیں ہم نے پہلے خلقت کو تو اپنے اوپر ناراض کیا تھا اب خدائے غیور کے غضب اور مقت کی آگ کو بھڑکایا۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہم راستی پر ہیں اور ہر وقت اس کے غضب سے ایسا ہی ڈرتے ہیں جیسے اس کے ملائکہ مقربین اور عباد صالحین ڈرتے ہیں اور ہم صدق دل سے لعنت بھیجتے ہیں اس دل پر جو ایک کاذب کو صادق کہے اور اس

پر بھی جو ایک صادق کو کاذب کہے۔

غرض غیور خدا تعالیٰ نے کچھ دیر صبر کیا تا کہ بندوں کی دانش اور ایمان کو آزمائے اور جب دیکھ لیا کہ سیاہ دل بیداد گر باز نہیں آتے ہنوز مہر شاہ کو آسمان پر چڑھا رہے ہیں تب اس کی غیرت نے جوش مارا اور اپنے بندہ کے دل میں سورۃ فاتحہ کی تفسیر کی تحریر القا کی اور یہ بڑی صاف اور فیصلہ کی راہ اور حق وصدق اور کذب کا معیار تھی اور یہ کام پہلے کام سے آسان تر تھا اس لئے کہ گھر میں بیٹھ کر لکھنا اور کتابوں سے مدد لے کر لکھنا اور دیگر شہدا کو اپنی تائید میں جمع کرنا اس میں ممکن اور میسر تھا۔لیکن اس میں وہی سرخرو ہوا جس کے لئے سرخروئی مقدر تھی اور اس میں خدا تعالیٰ نے صاف اشارہ کر دیا کہ مہر علی درحقیقت اس میدان کا مرد نہ کبھی تھا اور اب بھی نہیں ہے اور وہ اس وقت بھی ذلیل اور شرمندہ ہوتا جیسے اب کافی وقت اور موقعہ ملنے پر شرمندہ ہوا ہے۔

یہ ہوا کیا کہ اتنی تھوڑی یا کافی میعاد میں اعجاز المسیح نمودار ہو گیا اور مہر علی شاہ اور اس کے امثال مبہوت اور ساکت رہ گئے خود انہوں نے توجہ نہیں کی۔دانستہ انہوں نے ایک شخص کو حقیر سمجھ کر مقابلہ کی پرواہ نہیں کی غلط اور بیہودہ بات ہے۔کیا نصاریٰ اور کفار اب تک یہ نہیں کہتے کہ عرب کے فُصَحَا اور بُلَغَا نے فَأْتُوْا بِسُوْرَةٍ[1] کی صدا کو بے التفاتی سے دیکھا اور مدعی کو حقیر دیکھ کر معارضہ کرنے سے پہلو تہی کی۔آج کل کے مسلمانی کے مدعیوں کے عذر میں اور نصاریٰ کی اس وکالتِ کفّار میں کیا فرق ہے؟ خدا کے لئے کوئی تو بتا وے کیا یہ شخص حقیر ہے جس نے ایک جہان میں غلغلہ ڈال رکھا ہے اور دوست اور دشمن میں ایک حرکت پیدا کر رکھی ہے اور جس کی تردید وانکار میں تمہارے پیشواؤں نے بڑی بڑی کتابیں لکھی ہیں اور جس کی راہ سے لوگوں کو روکنے کیلئے تم ہر وقت جانیں کھپاتے اور کڑھتے رہتے ہو اور یہ حقیر آدمی ہے جس کے لئے تم نے تکفیر کا فتویٰ تیار کیا اور تمہاری جانیں اس کے سلسلہ کی ترقی سے تب وتاب میں ہیں! کبھی ممکن ہوا ہے کہ کسی نے مجنوں کی حرکات اور حقیر آدمی کی بات کی طرف توجہ کی ہو! تم بے شک آپ اپنے اوپر گواہ ہو اور تمہاری

---

[1] یونس:۳۹

زبانیں اور قلمیں مخالفت کرتی ہیں اُس سے جو تمہارے دل میں ہے اور جو تمہارے اعمال سے ظاہر ہو رہا ہے۔

تمہیں اسی طرح اس تحدی کے مقابلہ اور معارضہ سے خدا تعالیٰ نے عاجز کر دیا جس طرح کفارِ عرب کو فَاْتُوْا بِسُوْرَۃٍ کے مقابلہ میں بے دست و پا کیا تھا۔ تمہارے علماء پر تمہارے ادباء پر، چھوٹے پر بڑے پر، تمہارے صوفیوں پر، تمہارے سجادہ نشینوں پر، خدا تعالیٰ کی حجت پوری ہوگئی اور ۲۲رفروری جمعہ کے دن آسمان سے آواز آگئی کہ تم سب کے سب مخذول و مقہور ہوا اور **حضرت مرزا غلام احمد قادیانی** خدا کے منصور اور مؤیّد ہیں فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ۔............

بالآخر منکرین اور معاندین کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

سنو اور خدا کے لئے سنو کہ **حضرت مسیح موعود علیہ السلام** نے ۱۵ردسمبر ۱۹۰۰ء کے اشتہار میں جس کا عنوان ہے پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑی کیا لکھا تھا جسے حکیم قادر خدا تعالیٰ نے ۲۰رفروری ۱۹۰۱ء کو اپنی قدرتوں اور زور آوریوں سے پورا کر کے دکھایا۔ اس سے زیادہ آپ لوگوں کے لئے کوئی نشان نہیں ہوسکتا سوچو اور غور کرو کہ کس طرح خدائے غیور نے اپنے **فرستادہ** کی مدد کی اور اس کے مُنہ کی باتوں کی لاج رکھ لی۔ کیا کبھی تم نے پڑھا اور سنا ہے کہ کسی کاذب کو آسمان و زمین کے خدا نے ایسی نصرتیں دی ہیں؟ اگر یہ استدراج ہے تو وہ نصرتیں کہاں اور کیسی ہیں جو عبادالرحمٰن کو ملا کرتی ہیں؟ سنو! اشتہار مذکور میں خدا کا نذیر کیا لکھتا ہے اور منشی الٰہی بخش صاحب اکاؤنٹنٹ نے بھی اپنی کتاب عصائے موسیٰ میں پیر صاحب کی جھوٹی فتح کا ذکر کر کے جو چاہا کہا ہے بات تو تب ہے کہ کوئی انسانی حیا اور انصاف کی پابندی کر کے کوئی امر بھی ثابت بھی کرے۔ اگر منشی صاحب کے نزدیک پیر مہر علی شاہ صاحب علم قرآن اور زبان عربی سے کچھ حصہ رکھتے ہیں جیسا کہ وہ دعویٰ کر بیٹھے ہیں تو اب چار جز و عربی تفسیر سورہ فاتحہ کی ایک لمبی مہلت ستر دن میں اپنے گھر میں ہی بیٹھ کر اور دوسروں کی مدد بھی لے کر میرے مقابل پر لکھنا ان کے لئے کیا مشکل بات ہے؟ ان کی حمایت کرنے والے اگر ایمان سے حمایت کرتے ہیں تو اب ان پر زور دیں ورنہ ہماری یہ دعوت آئندہ نسلوں کے لئے بھی ایک چمکتا ہوا

ثبوت ہماری طرف سے ہوگا کہ اس قدر ہم نے اس مقابلہ کے لئے کوشش کی اور پانسو روپیہ انعام بھی دینا کیا لیکن پیر صاحب اور ان کے حامیوں نے اس طرف رخ نہ کیا ظاہر ہے کہ اگر بالفرض کوئی کُشتی دو پہلوانوں کی مشتبہ ہو جائے تو دوسری مرتبہ کُشتی کرائی جاتی ہے پھر کیا وجہ ہے کہ ایک فریق اُس دوبارہ کُشتی کے لئے کھڑا ہے تا احمق انسانوں کا شبہ دور ہو جائے اور دوسرا شخص جیتتا ہے اور میدان میں اُس کے مقابل کھڑا نہیں ہوتا اور بیہودہ عذر پیش کرتا ہے۔ ناظرین! برائے خدا ذرا سوچو کہ کیا یہ عذر بدنیتی سے خالی ہے کہ پہلے مجھ سے منقولی بحث کرو۔ پھر اپنے تئیں دشمنوں کی مخالفانہ گواہی پر میری بیعت بھی کرلو اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ تمہارا خدا سے وعدہ ہے کہ ایسی بحثیں میں کبھی نہیں کروں گا پھر بیعت کرنے کے بعد بالمقابل تفسیر لکھنے کی اجازت ہوسکتی ہے۔ یہ پیر صاحب کا جواب ہے جس کی نسبت کہا جاتا ہے کہ انہوں نے شرط دعوت منظور کرلی تھی۔

اب بتایئے منشی صاحب۔ عبدالحق صاحب۔ کیا آپ کا فرض نہ تھا اس لئے کہ آپ نے مہر علی شاہ کی مدح سرائی اپنی کتاب میں کی تھی اور ظلم کی راہ سے اُس کو غالب اور فاتح قرار دیا تھا کہ اُسے تفسیر لکھنے کی طرف توجہ دلاتے اور خود بھی اپنی الہامی تفسیر سے اس کی مدد کرتے۔

سوچو اور غور کرو! یہ ہوا کیا کہ اس مقابلہ میں تمام قلم ٹوٹ گئے اور بیشمار عالموں سے ایک ہی کو اور اُسی کو جس کا خدا کی طرف سے منصور و مؤید ہونے کا دعویٰ تھا اس کے لکھنے اور پورا کرنے اور میعاد کے اندر شائع کرنے کی توفیق ملی۔ اللہ تعالیٰ جَلَّ شَانُہٗ ایسا ظالم نہیں اور اُس کی سنت کبھی ایسی ثابت نہیں ہوئی کہ اس طرح ایک شخص میدان میں کھڑا ہو کر اپنی صداقت کا کوئی ثبوت اور معیار پیش کرے اور ہو وہ کاذب اور مفتری علی اللہ، اور اس کے مقابل ہوں صادقین کاملین ملہمین علمائے کرام اور سجّادہ نشینانِ عِظام پھر وہ کامیاب ہو جائے اور اس کے مُنہ کی بات حرفاً حرفاً پوری ہو جائے اور وہ بزرگ اور پاک جماعت مبہوت اور مخذول رہ جائے۔ اے دانشمندو! سوچو اے خدا کو ماننے والو! فکر کرو یہ بات کیا ہے؟ کیا غیور خدا نے ناحق اس شخص کی مدد کی جو مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور امت محمدیہ کا چیدہ اور کثیر گروہ اس پر صدق دل سے ایمان رکھتا ہے اور دن بدن اطراف الارض سمٹ

کر اس کے حضور میں ناصیہ فرسائی کا شرف حاصل کر رہے ہیں کیا یہ اس لئے کہ قہر کی بجلی سے امت محمدیہ کو نابود کر ڈالے؟ ظلم مت کرو خدائے پاک کی طرف ایسے گستاخانہ خیالات کو منسوب نہ کرو۔ اس نے جو کیا درست کیا۔ اسی طرح وہ اپنے بندوں کی صداقت ظاہر کیا کرتا ہے۔ یوں اس نے مؤید کو مؤید اور مخذول گروہ کو مخذول کر دکھایا اس لئے کہ جہان پر کھلی حجت ثابت ہو جائے۔ جس طرح ۴۰ روز ۷۰ میں سے باقی رہ گئے تھے اور بیماریوں کی جھپٹ دن بدن زیادہ ہوتی جاتی تھی اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو میعادیوں ہی ٹل جاتی اور حضرت موعود کو قلم پکڑنے کی مہلت ہی نہ ملتی **فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عَالِمُ السِّرِّ وَالْعَلَنْ** گواہ اور آگاہ ہے کہ ہم کو بشریت کے ضعف کی وجہ سے بار بار ایسا دھڑکا لگتا تھا کہ کیوں کر اتنا عظیم الشان کام باوجود ان حالتوں کے جو ہم دیکھتے تھے پورا ہوگا۔ اپنے حق میں تو ظلم سے جو چاہو سو کہو مگر یہ تو بتاؤ کہ کیا ہمارے لئے بھی یہ نشان نہیں جن کے سامنے یہ سب حالات وقوع میں آئے اور کیا اب بھی ہم حضرت موعودؑ کو اپنے تمام دعووں میں صادق اور مؤید اور منصور ماننے پر معذور و مجبور نہیں ہیں؟ مجھے رہ رہ کر جوش آتا ہے اور اللہ تعالیٰ گواہ اور آگاہ ہے کہ دل کی تہہ سے یہ فوارہ جوش مارتا ہے کہ یہ بڑا عظیم الشان معجزہ اس سلسلہ عالیہ کی تائید میں خدائے بزرگ و برتر نے دکھایا ہے۔ عوارض اور حالات کو مدنظر رکھا جائے تو اس کی کوئی نظیر نہیں ہر ایک چیز کی عظمت وقت اور حالات موجودہ کی نسبت اور قیاس سے ہوتی ہے۔

ایک تحدّی ہوئی اس کی ایک میعاد مقرر ہوئی۔ اُس میں سے بھی **پورا ایک مہینہ گزر گیا اور دعویٰ کرنے والے پر موت تک پہنچا دینے والی بیماریاں حملہ پر حملہ کرتی رہی ہیں** اور تحدّی ایسی خطرناک کہ اگر اُس میں خطا ہو جائے تو پچھلا برسوں کا ساختہ پرداختہ سب غارت۔ سارے دعوے جھوٹے۔ سارا تانا بانا درہم برہم۔ اس پر خداوند کریم کی ایسی نصرت اور تائید کہ چالیس روز میں سے بھی ۲۰ رفروری کو یہ کام پورا کرا دیا۔ اتنی نصرتیں اور تائیدیں یکجا جمع ہو جائیں۔ کاتب موجود۔ پریس موجود۔ سامان اور مواد مطلوب موجود۔ اور ان سب لوگوں کی صحت و عافیت اس حد تک برقرار۔ یہ نشان ہیں پر ان لوگوں کے لئے جو خدا کو خدا میں دیکھتے ہیں۔ ممکن ہے کہ اس کوچہ سے بے خبر ہنسیں

اور راقم کو ان امور میں استخفاف کی نگاہ سے دیکھیں مگر خدا کی نصرتوں کے مواطن کو جاننے والے اور ایام اللہ سے عارف سمجھتے ہیں کہ یہی باتیں ہیں جو مومنین کے ایمان وعرفان کو بڑھاتی ہیں۔

شام کو یعنی (۲۳ر فروری کی شام کو) مغرب کی نماز کے بعد حضرت موعود علیہ السلام تحدیث بالنعمت کے طور پر ذکر کرنے لگے کہ اس کتاب کے پورا کرنے میں اللہ تعالیٰ نے کس قدر تائید کی ہے۔ دن اور رات میں ضعف بشریت کی وجہ سے امراض کے غلبہ کے وقت خیال آ جاتا تھا کہ اب آخری دم ہے پھر فرمایا کہ وہ دو زرد چادریں جو مسیح موعود کا نشان پیغمبر خدا ﷺ کے منہ سے نکلا ہے وہ تو ہمارے ساتھ زندگی بھر میں چلی جائیں گی۔ یعنی ایک بیماری اوپر کے حصہ میں اور ایک بیماری نیچے کے حصہ میں اور یہ اس لئے ہے کہ تا خدا تعالیٰ اپنی قدرتیں دکھائے کہ کیونکر سارا کام وہ اپنی ہی قدرت اور قوت سے کرتا ہے اور تا وہ دکھائے کہ اگر وہ چاہے تو ایک تنکے کے مقابل تمام متکبر زور آوروں اور کوہ وقاروں کو عاجز کر دے۔

پھر فرمایا۔ رات ایک پھنسی نے جو کئی دن سے نکلی ہوئی ہے اور ساتھ ہی خارش نے تنگ کیا بشریت کی وجہ سے دھیان آیا کہ کہیں یہ ذیابیطس کا اثر اور نتیجہ نہ ہو اتنے میں خدائے رحیم قدوس نے وحی کی کہ ”اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰی“ اور پھر وحی ہوئی ”اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ“۔

اب میں اس چٹھی کو ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں کو ایمان اور محبت میں اپنے برگزیدہ موعود کے ساتھ روز افزوں ترقی مرحمت کرے اور وَسْوَاسِ خَنَّاس کی تمام باریک راہوں پر انہیں آگاہ کر دے جن سے وہ عَلٰی الْغَفْلَہ حملہ کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے عزموں کو قوی اور ہمتوں کو چست کر دے اور ان کی بصیرت اور فراست میں نور رکھ دے کہ وہ پست فطرت، کمینہ طبع، نکتہ چینوں کو جو خدا کے برگزیدوں اور ماموروں پر بُغض اور حقد اور حسد اور بَغی کی راہ سے حملہ کرتے ہیں بالبداہت تاڑ لیں اور ایسی تمام کتابوں اور تحریروں کو جو ان تعفّنات سے بھری ہیں پہلی ہی نظر میں پہچان جائیں اور مشامِ جاں کو اُن کی زہریلی بدبو سے بچالیں۔ اُن کو مَعَالِیْ طَلب فطرت

ملے اور مقاصد عالیہ اور عظیمہ ان کے پیش نہاد ہوں اور خوب سمجھ لیں کہ راستی کے بھوکوں اور علومِ حقّہ کے پیاسوں کو سیر و سیراب کرنے والا ایک ہی برگزیدہ ہے جس کا نام پاک **مرزا غلام احمد** ہے اور جان لیں کہ اس کے سوا اور سب ظلم وظلمت کے فرزند اور ہلاکت اور تاریکی کی طرف بلانے والے ہیں۔ اے خدائے کریم! تو ہم سے اسی طرح راضی ہو جا جس طرح تو ان منعم علیہم سے راضی ہوا جن کا مذکور تیرے پاک کلام قرآن کریم میں ہے تُو اس صرصر کے تُند جھونکوں کے مقابل جو آن کل چاروں طرف سے چل رہی ہیں ہمیں ثبات واستقامت عطا فرما کہ ساری توفیقوں کا مخزن تو ہی ہے۔ آمین

عاجز **عبدالکریم** از قادیان ۲۷؍فروری ۱۹۰۱ء

(الحکم جلد ۵ نمبر ۸ مورخہ ۳؍مارچ ۱۹۰۱ء صفحہ ۱ تا ۹)

اپنے اس مکتوب میں حضرت اقدس کے اس اعجاز کا بھی کسی قدر ذکر کیا ہے اور وہ بطور ایک شاہد عینی کے ہے حضرت اقدس نے کسی قدر صراحت اس کی اپنی کتاب **نزول المسیح** میں بھی فرمائی ہے اور اس کی ضرورت اس لئے پیش آئی کہ گولڑوی صاحب نے سیفِ چشتیائی میں چند فقرات کے متعلق اعتراض کیا تھا کہ یہ اِس یا اُس کتاب میں پائے جاتے ہیں۔ اس کے جواب میں بڑی معقول اور طویل بحث کرتے ہوئے آپ نے اس کے جواب میں بذریعہ الہام عربی زبان کے بطور نشان دیئے جانے کا ذکر فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

''یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ مَیں خاص طور پر خدائے تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے۔ (۱) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور میں اس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اُس تحریر میں مجھے کوئی مشقّت اٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا یعنی الفاظ اور معنے ایسے ہوتے ہیں

کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر ان مضامین کو میں لکھ سکتا۔ **وَاللّٰہُ اَعْلَمُ**

(۲) دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلہ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب ان کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی متلو کی طرح رُوحُ القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت مَیں اپنی حس سے غائب ہوتا ہوں۔ مثلاً عربی عبارت کے سلسلہ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک ٹھیک بسیاری عیال کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سلسلہ عبارت اُس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی متلو کی طرح لفظ **ضَفَفٌ** ڈالا گیا جس کے معنے ہیں بسیاریِ عیال۔ یا مثلاً سلسلہ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہوئی جس کے معنے ہیں غم وغصہ سے چپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں تو فی الفور دل پر وحی ہوئی کہ وُجُوم۔ ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی متلو کی طرح دل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیاتِ قرآنی ہوتے ہیں یا ان کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرف سے۔ اور بعض اوقات کچھ مدت کے بعد پتہ لگتا ہے کہ فلاں عربی فقرہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے برنگ وحی متلو القا ہوا تھا وہ فلاں کتاب میں موجود ہے چونکہ ہر ایک چیز کا خدا مالک ہے اس لئے وہ یہ بھی اختیار رکھتا ہے کہ کوئی عمدہ فقرہ کسی کتاب کا یا کوئی عمدہ شعر کسی دیوان کا بطور وحی میرے دل پر نازل کرے یہ تو زبان عربی کے متعلق بیان ہے مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا

سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ اُن کا لکھا گیا ہے اور مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادت اللہ میرے ساتھ ہے اور یہ نشانوں کی قسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے جو مختلف پیرایوں میں امور غیبیہ میرے پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور میرے خدا کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ کوئی کلمہ جو میرے پر بطور وحی القا ہو وہ کسی عربی یا انگریزی یا سنسکرت کی کتاب میں درج ہو کیونکہ میرے لئے وہ غیب محض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سے توریت کے قصّے بیان کر کے ان کو علم غیب میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ قصّے آنحضرت ﷺ کے لئے علمِ غیب تھا گو یہودیوں کے لئے وہ غیب نہ تھا۔ پس یہی راز ہے جس کی وجہ سے مَیں ایک دنیا کو معجزہ عربی بلیغ کی تفسیر نویسی میں بالمقابل بلاتا ہوں ورنہ انسان کیا چیز اور ابن آدم کیا حقیقت کہ غرور اور تکبر کی راہ سے ایک دنیا کو اپنے مقابل پر بلاوے۔ یہ عجیب بات ہے کہ بعض اوقات بعض فقروں میں خدا تعالیٰ کی وحی انسانوں کے بنائے ہوئے صرفی نحوی قواعد کی بظاہر اتباع نہیں کرتی مگر ادنیٰ توجہ سے تطبیق ہو سکتی ہے اسی وجہ سے بعض نادانوں نے قرآن شریف پر بھی اپنی مصنوعی نحو کو پیشِ نظر رکھ کر اعتراض کئے ہیں مگر یہ تمام اعتراض بیہودہ ہیں۔ زبان کا علم وسیع خدا کو ہے نہ کسی اور کو۔ اور زبان جیسا کہ تغیر مکانی سے کسی قدر بدلتی ہے ایسا ہی تغیر زمانی سے بھی تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ آج کل کی عربی زبان کا اگر محاورہ دیکھا جائے جو مصر اور مکہ اور مدینہ اور دیارِ شام وغیرہ میں بولی جاتی ہے تو گویا وہ محاورہ صرف و نحو کے تمام قواعد کی بیخ کنی کر رہا ہے اور ممکن ہے کہ اسی قسم کا محاورہ کسی زمانہ میں پہلے بھی گزر چکا ہو۔ پس خدا تعالیٰ کی وحی کو اس بات سے کوئی روک نہیں ہے کہ بعض فقرات سے گزشتہ محاورہ یا موجودہ محاورہ کے موافق بیان کرے اسی وجہ سے قرآن میں بعض خصوصیات ہیں۔ علاوہ اس کے اس ملک میں صرفی نحوی قواعد سے بھی لوگوں کو اچھی طرح واقفیت نہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ

جب تک زبان عرب میں پورا پورا توغّل نہ ہو اور جاہلیت کے تمام اشعار نظر سے نہ گزر جائیں اور کتب قدیمہ مبسوطہ لغت جو محاورات عرب پر مشتمل ہیں غور سے نہ پڑھے جائیں اور وسعتِ علمی کا دائرہ کمال تک نہ پہنچ جائے تب تک عربی محاورات کا کچھ بھی پتہ نہیں لگتا اور نہ ان کی صرف اور نحو کا باستیفاء علم ہو سکتا ہے۔ ایک نادان نکتہ چینی کرتا ہے کہ فلاں صِلَہ درست نہیں یا ترکیب غلط ہے اور اُسی قسم کا صِلَہ اور اُسی قسم کی ترکیب اور اُسی قسم کا صیغہ قدیم جاہلیت کے کسی شعر میں نکل آتا ہے اور اس ملک میں جو لوگ علماء کہلاتے ہیں بڑی دوڑ اُن کی قاموس تک ہے حالانکہ قاموس کی تحقیق پر بہت جرح ہوئی ہیں اور کئی مقامات میں اس نے دھوکہ کھایا ہے۔ یہ بیچارے جو علماء یا مولوی کہلاتے ہیں ان کو تو قدیم معتبر کتابوں کے نام بھی یاد نہیں اور نہ ان کو تحقیق اور توغّل زبان عربی سے کچھ دلچسپی ہے۔ مشکوٰۃ یا ہدایہ پڑھ لیا تو مولوی کہلائے اور پھر دِہ بَدِہ پیٹ کے لئے وعظ کرنا شروع کر دیا۔ اگر وعظ سے کوئی عورت دام میں پھنس گئی تو اس سے نکاح کر لیا۔ یا کسی گدّی پر بیٹھ کر تعویذ گنڈوں سے اپنا معاش چلایا۔ پس اغراض نفسانیہ کے ساتھ زبان پر کیونکر احاطہ ہو سکے اور معارف قرآنیہ کیوں کر حاصل ہو سکیں اور لغت عرب جو صرف نحو کی اصل کنجی ہے وہ ایک ایسا ناپیدا کنار دریا ہے جو اس کی نسبت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے کہ لَا یَعْلَمُهٗ اِلَّا نَبِیٌّ یعنی اس زبان کو اور اس کے انواع اقسام کے محاورات کو بجز نبی کے اور کوئی شخص کامل طور پر معلوم ہی نہیں کر سکتا اس قول سے بھی ثابت ہوا کہ اس زبان پر ہر یک پہلو سے قدرت حاصل کرنا ہر ایک کا کام نہیں بلکہ اس پر پورا احاطہ کرنا **معجزات انبیاء علیہم السلام** سے ہے۔

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ یہ نکتہ چینی مذکورہ بالا ایک مُلْهَم کے مقابل پر کہ جو عربی نویسی میں بہت سے فقرے خدائے تعالیٰ کی طرف سے بطور الہام کے پاتا ہے بالکل بے محل ہے کیونکہ اگر خدائے تعالیٰ اپنے بندوں کو اس طرح پر بھی مدد دے کہ کبھی

ایک مسلسل تقریر میں کسی کتاب کا کوئی عمدہ فقرہ بطور وحی اس کے دل پر القا کر دے تو ایسا القا اس عبارت کو اعجازی طاقت سے باہر نہیں کر سکتا۔ باہر تب ہو کہ جب دوسرا شخص اس کی مثل پر قادر ہو سکے مگر اب تک کون قادر ہوا؟ اور کس نے مقابلہ کیا؟ اور خود اُدباء کے نزدیک اس قدر قلیل توارد نہ جائے اعتراض ہے اور نہ جائے شک۔ بلکہ مستحسن ہے کیونکہ طریقِ اقتباس بھی ادبیہ طاقت میں شمار کیا گیا ہے اور ایک جز بلاغت کی سمجھی گئی ہے۔ جو لوگ اس فن کے رجال ہیں وہی اقتباس پر بھی قدرت رکھتے ہیں ہر یک جاہل اور غبی کا یہ کام نہیں ہے۔ ماسوا اس کے ہمارا تو یہ دعویٰ ہے کہ معجزہ کے طور پر خدا تعالیٰ کی تائید سے اس انشاء پردازی کی ہمیں طاقت ملی ہے تا معارف حقائق قرآنی کو اس پیرایہ میں بھی دنیا پر ظاہر کریں اور وہ بلاغت جو ایک بیہودہ اور لغو طور پر اسلام میں رائج ہو گئی تھی اس کو کلامِ الٰہی کا خادم بنایا جائے اور جبکہ ایسا دعویٰ ہے تو محض انکار سے کیا ہو سکتا ہے جب تک کہ اس کی مثل پیش نہ کریں۔ یوں تو بعض شریر اور بدذات انسانوں نے قرآن شریف پر بھی یہ الزام لگایا ہے کہ اس کے مضامین توریت اور انجیل میں سے مسروقہ ہیں اور اس کی امثلہ قدیم عرب کی امثلہ ہیں جو بِاَلْفَاظِهَا سَرقہ کے طور پر قرآن شریف میں داخل کی گئی ہیں۔ ایسا ہی یہودی بھی کہتے ہیں کہ انجیل کی عبارتیں طالمود میں سے لفظ بلفظ چُرائی گئی ہیں۔ چنانچہ ایک یہودی نے حال میں ایک کتاب بنائی ہے جو اس وقت میرے پاس موجود ہے اور بہت سی عبارتیں طالمود کی پیش کی ہیں۔ جو بجنسہٖ بغیر کسی تغیر تبدل کے انجیل میں موجود ہیں اور یہ عبارتیں صرف ایک دو فقرے نہیں ہیں بلکہ ایک بڑا حصہ انجیل کا ہے اور وہی فقرات اور وہی عبارتیں ہیں جو انجیل میں موجود ہیں اور اس کثرت سے وہ عبارتیں ہیں جن کے دیکھنے سے ایک محتاط آدمی بھی شک میں پڑے گا کہ یہ کیا معاملہ ہے اور دل میں ضرور کہے گا کہ کہاں تک اس کو توارد پر حمل کرتا جاؤں اور اس یہودی فاضل نے اسی پر بس نہیں کی بلکہ باقی حصّہ انجیل کی نسبت اس نے ثابت کیا

ہے کہ یہ عبارتیں دوسرے نبیوں کی کتابوں میں سے لی گئی ہیں اور بعینہٖ وہ عبارتیں بائبل میں سے نکال کر پیش کی ہیں اور ثابت کیا ہے کہ انجیل سب کی سب مسروقہ ہے اور یہ شخص خدا کا نبی نہیں ہے بلکہ اِدھر اُدھر سے فقرے چرا کر ایک کتاب بنالی اور اس کا نام انجیل رکھ لیا۔ اور اس فاضل یہودی کی طرف سے یہ اس قدر سخت حملہ کیا گیا ہے کہ اب تک کوئی پادری اس کا جواب نہیں دے سکا۔ یہ کتاب ہمارے پاس موجود ہے جو ابھی ملی ہے۔ اَب چونکہ یہ ثابت شدہ امر ہے کہ حضرت مسیحؑ نے ایک یہودی استاد سے سبقاً سبقاً توریت پڑھی تھی اور طالمود کو بھی پڑھا تھا اس لئے ایک شکی مزاج کے انسان کو اس شبہ سے نکلنا مشکل ہے کہ کیوں اس قدر عبارتیں پہلی کتابوں کی انجیل میں بِـلَفْظِهَا داخل ہو گئیں اور نہ صرف وہی عبارتیں جو خدا کے کلام میں تھیں بلکہ وہ عبارتیں بھی جو انسانوں کے کلام میں تھیں مگر اس سنت اللہ پر نظر کرنے سے جس کو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یہ شبہ ہیچ ہے کیونکہ خدا تعالیٰ بباعث اپنی مـالکیّت کے اختیار رکھتا ہے کہ دوسری کتابوں کی بعض عبارتیں اپنی جدید وحی میں داخل کرے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ہر ایک پر ظاہر ہوگا کہ اکثر قرآنی آیتیں اور بعض انجیل کی آیتیں اور بعض اشعار کسی غیر ملہم کے اس وحی میں داخل کئے گئے ہیں جو زبردست پیش گوئیوں سے بھری ہوئی ہے جس کے منجانب اللہ ہونے پر یہ قوی شہادت ہے کہ تمام پیشگوئیاں اُس کی آج پوری ہو گئیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ غرض خدائے تعالیٰ کی یہ قدیم سے عادت ہے کہ وہ اپنی وحی کی عبارتوں اور مضمونوں کو دوسرے مقام سے بھی لے لیتا ہے اور پھر جاہلوں کو اعتراض پیدا ہوتے ہیں چنانچہ ان دنوں میں ایک اور شخص نے تالیف کی ہے جس سے وہ ثابت کرنا چاہتا ہے کہ توریت کی کتاب پیدائش جو گویا توریت کے فلسفہ کی ایک جڑھ مانی گئی ہے ایک اور کتاب میں سے چرائی گئی ہے جو موسیٰ کے وقت میں موجود تھی تو گویا ان لوگوں کے خیال میں موسیٰ اور عیسیٰ سب چور ہی تھے۔ یہ تو انبیاء علیہم السلام پر شک

کئے گئے ہیں مگر دوسرے ادیبوں اور شاعروں پر نہایت قابلِ شرم الزام لگائے گئے ہیں۔ **متنبّی** جو ایک مشہور شاعر ہے اس کے **دیوان** کے ہر ایک شعر کی نسبت ایک شخص نے ثابت کیا ہے کہ وہ دوسرے شاعروں کے شعروں کا سَرقہ ہے۔ غرض سَرقہ کے الزام سے کوئی بچا نہیں۔ نہ خدا کی کتابیں اور نہ انسانوں کی کتابیں۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ کیا درحقیقت ان لوگوں کے الزامات صحیح ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کے ملہموں اور وحی یابوں کی نسبت ایسے شبہات دل میں لانا تو بدیہی طور پر بے ایمانی ہے اور لعنتیوں کا کام۔ کیوں کہ خدائے تعالیٰ کے لئے کوئی عار کی جگہ نہیں کہ بعض کتابوں کی بعض عبارتیں یا بعض فقرات اپنے ملہموں کے دل پر نازل کرے بلکہ ہمیشہ سے سنت اللہ اسی پر جاری ہے۔

رہی یہ بات کہ دوسرے شاعروں اور ادیبوں کی کتابوں پر بھی یہی اعتراض آتا ہے کہ بعض کی عبارتیں یا اشعار **بِلَفْظِهَا یَا بِتَغَیُّرِ مَا بَعْض**؟ کی تحریرات میں پائے جاتے ہیں تو اس کا جواب جو ایک کامل تجربہ کی روشنی سے ملتا ہے یہی ہے کہ ایسی صورتوں کو بجز توارد کے ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ جن لوگوں نے ہزار ہا جزیں اپنی بلیغ عبارت کی پیش کر دیں ان کی نسبت یہ ظلم ہوگا کہ اگر پانچ سات یا دس بیس فقرات ان کی کتابوں میں ایسے پائے جائیں کہ وہ یا ان کے مشابہ کسی دوسری کتاب میں بھی ملتے ہیں تو ان کی ثابت شدہ لیاقتوں سے انکار کر دیا جائے۔ اسی طرح ان لوگوں کو انصاف سے دیکھنا چاہیے کہ اب تک ہماری طرف سے بائیس۲۲ کتابیں عربی فصیح بلیغ میں بطلب مقابلہ تصنیف و شائع ہو چکی ہیں اور عربی کے اشتہارات اس کے علاوہ ہیں اور کتابوں کے نام یہ ہیں۔ **(۱) تبلیغ (۲) نور الحق حصّہ اوّل (۳) نور الحق ثانی (۴) اتمام الحجة (۵) خطبہ الهامیہ (۶) الهدیٰ (۷) اعجاز المسیح (۸) کرامات الصادقین (۹) سرّالخلافه (۱۰) انجام آتھم**

(۱۱) نجم الهُدٰی (۱۲) منن الرَّحمٰن (۱۳) حمامة البشرٰی (۱۴) تحفه بغداد (۱۵) البلاغ (۱۶) ترغیب المؤمنین (۱۷) لجّة النور ☆

اس قدر تصانیف عربیہ جو مضامین دقیقہ علمیہ حکمیہ پر مشتمل ہیں بغیر ایک کامل علمی وسعت کے کیونکر انسان ان کو انجام دے سکتا ہے۔ کیا یہ تمام علمی کتابیں حریری یا ہمدانی کے سرقہ سے طیار ہو گئیں اور ہزار ہا معارف اور حقائق دینی و قرآنی جو ان کتابوں میں لکھے گئے ہیں وہ حریری اور ہمدانی میں کہاں ہیں؟ اس قدر بے شرمی سے منہ کھولنا کیا انسانیت ہے یہ لوگ اگر کچھ شرم رکھتے ہوں تو اس شرمندگی سے جیتے ہی مر جائیں کہ جس شخص کو جاہل اور علم عربی سے قطعاً بے خبر کہتے تھے اس نے تو اس قدر کتابیں فصیح بلیغ عربی میں تالیف کر دیں مگر خود ان کی استعداد اور لیاقت کا یہ حال ہے کہ قریباً دس برس ہونے لگے برابر ان سے مطالبہ ہو رہا ہے کہ ایک کتاب ہی بالمقابل ان کتابوں کے تالیف کر کے دکھلائیں مگر کچھ نہیں کر سکے صرف مکہ کے کفار کی طرح یہی کہتے رہے کہ **لَوْنَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَا** کہ اگر ہم چاہیں تو اس کی مانند کہہ دیں۔ لیکن جس حالت میں ان کو گالیاں دینے کے لئے تو خوب فرصت ہے تو پھر کیا وجہ کہ ایک عربی رسالہ کی تالیف کے لئے فرصت نہیں ہے اور جس حالت میں ہزاروں اشتہار گالیوں کے چھاپ کر شائع کر رہے ہیں تو پھر کیا وجہ کہ عربی کتاب کے چھاپنے کے لئے ان کے پاس کچھ نہیں ہے۔ میں خیال نہیں کرتا کہ کوئی عاقل ایسے عذرات ان کے قبول کر سکے اور صرف چند فقرے بیس ہزار فقروں میں سے پیش کر کے یہ کہنا کہ یہ مسروقہ ہیں یہ اس درجہ کی بے حیائی ہے جو بجز پیر مہر علی شاہ کے کون ایسا کمال دکھلا سکتا ہے۔

اے نادان! اگر علمی اور دینی کتابیں جو ہزار ہا معارف اور حقائق پر مندرج ہوتی ہیں صرف فرضی افسانوں کی عبارتوں کے سرقہ سے تالیف ہو سکتی ہیں تو اس وقت تک کس

☆ **(۱۸) رساله عربیه حقیقة المهدی (۱۹) رسالة الطاعون (۲۰) القصائد (۲۱) قصیده رساله هٰذا**
(۲۲) ایک رسالہ عربی بطور خط ہمراہ نظم اردو ممانعت جہاد مورخہ ۷؍جون ۱۹۰۰ء

نے آپ لوگوں کا منہ بند کر رکھا ہے کیا ایسی کتابیں بازاروں میں ملتی نہیں ہیں جن سے
سرقہ کر سکو؟ اُن لعنتوں کو کیوں آپ لوگوں نے ہضم کیا جو درحالت سکوت ہماری طرف
سے آپ کی نذر ہوئیں اور کیوں ایک سورۃ کی بھی تفسیر عربی بلیغ فصیح میں تالیف کر کے
شائع نہ کر سکے تا دنیا دیکھتی کہ کس قدر آپ عربی دان ہیں!!‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۳۴ تا ۴۴۰)

گولڑوی کا نیا محاذ اور قلمی جنگ اشتداد

گولڑوی صاحب نے قلمی جنگ کا آغاز تو اس امید پر کیا تھا کہ غلط اور جھوٹے پروپیگنڈے سے غالباً وہ داغ دُھل جائے گا جو تفسیر نویسی کے مقابلہ سے فرار نے لگا دیا ہے۔ جس قدر اس کو صاف کرنے کی کوشش کی جاتی ہے اسی قدر وہ روشن اور وسیع ہوتا جاتا ہے **اعجاز المسیح** کی اعجازی قوت نے ہندوستان سے باہر نکل کر بلادِ عربیہ میں بھی اپنا سکّہ بٹھا دیا جیسا کہ اوپر قارئین کرام پڑھ چکے ہیں کہ مصر کے مشہور اخبار نویس رشید رضا کا قلم توڑ دیا اور بلادِ عرب و شام کے کسی اہل قلم کو مقابلہ میں آنے کی ہمت نہ ہوئی۔

پیر صاحب خود محسوس کرتے تھے کہ وہ اس مقابلہ میں نہ صرف ناکام بلکہ اپنوں اور غیروں میں بدنام ہو چکے ہیں اس لئے انہوں نے ایک نیا محاذ قائم کرنا چاہا اور **اعجاز المسیح** کا جواب تو کیا لکھنا تھا اس پر اعتراض کرنے کے لئے قدم اٹھایا وہ غالباً ایسا نہ کرتے مگر شامتِ اعمال سے فیض الحسن فیضی ساکن بھیں ضلع جہلم کے نوٹ **اعجاز المسیح** پر مل گئے اور پیر صاحب نے سمجھا کہ **اب میری فتح کا جھنڈا بلند ہوگا۔** مگر وہ اس سے غافل تھا کہ اعلان رسوائی ہوگا اور اس نے سیفِ چشتیائی کے نام سے ایک نئی کتاب کی اشاعت کا اعلان کیا اور عجیب بات یہ ہے کہ اپنی ہی تلوار سے اس نے خودکشی کر لی اور اپنی دستار فضیلت کو اپنے ہاتھ سے تار تار کر ڈالا جس کی تفصیل آگے آتی ہے اور یہ محاذ قلمی جنگ سے گزر کر **قانونی جنگ کی صورت اختیار کر گیا** اور بالآخر عدالت نے پیر صاحب اور ان کے رفقاء کی قسمت پر آخری مہر لگا دی اور قیامت تک ان کے علم، تقویٰ و طہارت اور اخلاقی پہلوؤں پر نہ مٹنے والا فیصلہ لکھ دیا۔

میرا تعلق اس سلسلہ میں

پیر صاحب اور اس کے حمایتیوں کی قلمی اور قانونی جنگ میں اللہ تعالیٰ نے اس خاکسار کو میدان جنگ کے ہر پہلو میں حضرت اقدس کے پہلو بہ پہلو کھڑے رہنے کی سعادت بخشی اور اسی رفاقت کے برکات میں سے اس کو بھی حصہ ملا جیسا کہ اپنے موقعہ پر آئے گا۔ یہ بھی اس کی خوش قسمتی ہے کہ اس کو اس جنگ میں ذاتی طور پر پیر صاحب اور اس کے رفقاء کے گھروں میں جا کر ان سے اپنے فرائض کو ادا کرنے کی تلقین کرنے کی توفیق ملی اور میرا وہاں سے صحیح وسلامت بچ کر آ جانا بھی **حضرت کا ایک اعجاز ہے۔**

اب بلا تاخیر میں سیفِ چشتیائی کا ذکر کرتا ہوں جو اس آخری جنگ میں پیر صاحب اور ان کے جنگی مشیروں کی رسوائی اور موت کا باعث ہوئی۔

گولڑوی کی رسوائی کا سامان اس کے دوستوں نے پیدا کیا

پیر صاحب گولڑوی کی علمی خودکشی کی تلوار خود ان کے دوستوں نے تیز کی اور یہ ایک عجیب بات ہے کہ اس سامان رسوائی کو بھی خود ان کے ہی دوستوں نے حضرت اقدس کے حضور پہنچایا اس کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت اقدس سیف چشتیائی پر کچھ تحریر فرما رہے تھے کہ موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم سے کچھ خطوط حضرت اقدس کی خدمت میں پہنچے۔ لکھنے والے مولوی محمد حسن کے رشتہ دار اور دوست یا شاگرد تھے۔

حضرت اقدس کے ساتھ یہ سنت اللہ ہے کہ جس شخص نے آپ کے مقام امامت پر توہین آمیز رنگ میں حملہ کیا اسی رنگ میں وہ پکڑا گیا اور الہام ''اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ'' کے تحت پکڑا گیا۔ گولڑوی نے سرقہ کا الزام **اعجاز المسیح** کے متعلق شائع کیا اور وہ خود ہی اس الزام کا مستحق ثابت ہوا۔ حضرت اقدس گولڑوی کے الزام سرقہ کا جواب دے رہے تھے کہ وہ خطوط پہنچے جو درج ذیل ہیں۔

کیا یہ اعجاز عیسوی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی کوشش یا ذاتی علم کے یہ خطوط حضرت کی خدمت میں پیر صاحب کے دوستوں نے پہنچا دیئے۔ کس طرح پر وہ خطوط پبلک میں آئے یہ سب ایک اعجازی رنگ ہے۔

پردہ دری کے خطوط

’’مجھے آج ۲۶؍جولائی ۱۹۰۲ء کو موضع بھیں سے میاں شہاب الدین دوست مولوی محمد حسن بھیں کا خط ملا جس میں انہوں نے تحریر کیا ہے کہ میں پیر مہر علی شاہ کی کتاب دیکھ رہا تھا کہ اتنے میں اتفاقاً ایک آدمی مجھ کو ملا جس کے پاس کچھ کتابیں تھیں اور وہ مولوی محمد حسن کے گھر کا پتہ پوچھتا تھا اور استفسار پر اُس نے بیان کیا کہ محمد حسن کی کتابیں پیر صاحب نے منگوائی تھیں اور اب واپس دینے آیا ہوں میں نے وہ کتابیں جب دیکھیں تو ایک ان میں **اعجاز المسیح** تھی جس پر محمد حسن متوفی نے اپنے ہاتھ سے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور ایک کتاب شمس بازغہ تھی اور اس پر بھی محمد حسن مذکور کے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور اتفاقاً اس وقت کتاب سیف چشتیائی میرے پاس موجود تھی جب میں نے ان نوٹوں کا اس کتاب سے مقابلہ کیا تو جو کچھ محمد حسن نے لکھا تھا بلفظہا بغیر کسی تصرف کے پیر مہر علی نے بطور سرقہ اپنی کتاب میں اس کو نقل کر لیا تھا بلکہ بہ تبدیل الفاظ یوں کہنا چاہیے کہ پیر مہر علی شاہ کی کتاب وہی مسروقہ نوٹ ہیں اس سے زیادہ کچھ نہیں۔ پس مجھ کو اس **خیانت اور سرقہ** سے سخت حیرت ہوئی کہ کس طرح اُس نے اُن تمام نوٹوں کو اپنی طرف منسوب کر دیا۔ یہ ایسی کارروائی تھی کہ اگر مہر علی کو کچھ شرم ہوتی تو اس قسم کے سرقہ کا راز کھلنے سے مر جاتا نہ کہ شوخی اور ترک حیا سے اب تک دوسرے شخص کی تالیف کو جس میں اس کی جان گئی اپنی طرف منسوب کرتا اور اس بدقسمت مُردہ کی تحریر کی طرف ایک ذرہ بھی اشارہ نہ کرتا اور پھر بعد اس کے میاں شہاب الدین لکھتا ہے کہ میں ہر ایک شخص کو جو مہر علی کی اس خیانت کو دیکھنا چاہے اس کی یہ **قابل شرم**

چوری دکھا سکتا ہوں بلکہ اس نے خود پیر مہر علی شاہ کا دستخطی ایک کارڈ بھیج دیا ہے جس میں وہ اس چوری کا اقرار کرتا ہے لیکن بعد اس کے یہ بیہودہ جواب دیتا ہے کہ اس نے اپنی زندگی میں مجھے اجازت دے دی تھی کہ اپنے نام پر اس کتاب کو چھاپ دیں لیکن یہ عذر بدتر از گناہ ہے کیونکہ اگر اس کی طرف سے یہ اجازت تھی کہ اس کے مرنے کے بعد مہر علی اپنے تئیں اس کتاب کا مؤلف ظاہر کرے تو کیوں مہر علی نے اس کتاب میں اس اجازت کا ذکر نہیں کیا اور کیوں دعویٰ کر دیا کہ میں نے ہی اس کتاب کو تالیف کیا ہے صاف ظاہر ہے کہ یہ تو بے ایمانی کا طریق ہے کہ ایک شخص وفات یافتہ کی کل کتاب کو اپنی طرف منسوب کر لیا اور اس کا نام تک نہ لیا۔ جس حالت میں مولوی محمد حسن نے خدا تعالیٰ کا مقابلہ کر کے اپنے تئیں **اعجاز المسیح** کے ٹائیٹل پیج کی مندرجہ پیشگوئی **اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ** کے موافق ایسا نامراد بنایا کہ جان ہی دے دی اور پھر **اعجاز المسیح** صفحہ ۱۹۹ کی مباہلانہ دعا کا مصداق بن کر اپنے تئیں ہلاکت میں ڈال لیا تو ایسے کشتہ مقابلہ کے احسان کا ذکر کرنا بہت ضروری تھا اور دیانت کا یہ تقاضا تھا کہ پیر مہر علی شاہ صاف لفظوں میں لکھ دیتا کہ یہ کتاب میری تالیف نہیں ہے بلکہ محمد حسن کی تالیف ہے اور میں صرف چور ہوں نہ یہ کہ دروغگوئی کی راہ سے خطبہ کتاب میں اس تالیف کو اپنی طرف منسوب کرتا۔ بلکہ چاہیے تھا کہ اس بدقسمت وفات یافتہ کی بیوہ کے گزارہ کے لئے اس کتاب میں سے حصہ رکھ دیتا۔ جس حالت میں محض لاف زنی کے طور پر اس نے یہ مشہور کیا ہے کہ میں نے یہ کتاب مفت تقسیم کی ہے تو کس قدر ضروری تھا کہ وہ کتاب کی ابتدا میں لکھ دیتا کہ میں اپنا حق تو اس کتاب کے متعلق چھوڑتا ہوں لیکن چونکہ دراصل یہ کتاب محمد حسن کی تالیف ہے جس کو میں نے بطور سرقہ اپنی طرف منسوب کیا ہے اس لئے میں اس کی بیوہ کے گزارہ کے لئے ۴/ (چار آنہ) فی جلد خریداروں سے مانگتا ہوں تا وہ چکّی پیسنے کی مصیبت سے بچے۔ اور اگر وہ ایسا طریق اختیار کرتا اور فی جلد ۴/ (چار آنہ)

وصول کر کے مصیبت زدہ بیوہ کو دیتا تو اس روسیاہی سے کسی قدر بچ جاتا مگر ضرور تھا کہ وہ اس قابل شرم چوری کا ارتکاب کرتا تا خدا تعالیٰ کا وہ کلام پورا ہو جاتا کہ جو آج سے کئی برس پہلے میرے پر نازل ہوا اور وہ یہ ہے ''اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ'' یعنی میں اس کی اہانت کروں گا جو تیری اہانت کا ارادہ کرے گا۔ اس شخص نے کتاب سیف چشتیائی میں میرے پر الزام سرقہ کا لگایا تھا اور سرقہ یہ کہ کتاب **اعجاز المسیح** کے تقریباً بیس ہزار فقرہ میں سے دو چار فقرے ایسے ہیں جو عرب کی بعض مشہور مثالیں یا مقامات حریری وغیرہ کے چند جملے ہیں جو الہامی توارد سے لکھے گئے۔

اور اپنی کرتوت اس کی اب یہ ثابت ہوئی جو محمد حسن مُردہ کا سارا مسودہ اپنے نام منسوب کر لیا اور اُس بد بخت کا ذکر تک نہ کیا۔ اب دیکھو یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے یا نہیں کہ دو چار فقروں کا سرقہ میری طرف منسوب کرنے کے ساتھ ہی خود ایک پوری کتاب کا سارق ثابت ہو گیا۔ اگر اُس کا اعتراض صحیح تھا تو کیوں خدا تعالیٰ نے اس کو رُسوا کیا اور جب لوگوں میں مشہور ہو گیا کہ مہر علی نے ایک مردہ کا مضمون چرا کر کفن دُزدوں کی طرح قابلِ شرم چوری کی ہے اور بعض اس کے دوستوں نے اس کی طرف خط لکھے کہ ایسا کرنا مناسب نہ تھا تو یہ جواب دیا کہ میں نے محمد حسن مردہ سے اجازت لے لی تھی، صاف ظاہر ہے کہ اگر محمد حسن مردہ اجازت دیتا تو اپنی زندگی میں ہی دیتا مسودہ اس کے پاس بھیجتا نہ یہ کہ اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ کے پاس سے منگوایا جاتا اور پھر بہر حال یہ ذکر تو کرنا چاہیے تھا کہ میں بذات خود عربیت اور علم ادب سے بے نصیب ہوں اور یہ مسودات محمد حسن مُردہ کے مجھے ملے ہیں مگر کہاں ذکر کیا؟ بلکہ بڑے فخر سے دعویٰ کیا کہ یہ کتاب میں نے آپ بنائی ہے۔ دیکھو اہل حق پر حملہ کرنے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مجھے چند فقرہ کا سارق قرار دینے سے ایک تمام و کمال کتاب کا خود چور ثابت ہو گیا اور **نہ صرف چور بلکہ کذّاب بھی** کہ ایک گندہ جھوٹ اپنی کتاب میں شائع کیا اور کتاب میں لکھ مارا

کہ یہ میری تالیف ہے حالانکہ یہ اس کی تالیف نہیں۔ کیوں پیر جی اب اجازت ہے کہ اس وقت ہم بھی کہہ دیں کہ **لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْن**. رہا محمد حسن پس چونکہ وہ مَر چکا ہے اس لئے اس کی نسبت لمبی بحث کی ضرورت نہیں وہ اپنی سزا کو پہنچ گیا۔ اس نے جھوٹ کی نجاست کھا کر **وہی نجاست پیر صاحب کے مُنہ** میں رکھ دی۔ میں نے کتاب **اعجاز المسیح** کے سر پر بطور پیش گوئی بیان کر دیا تھا کہ جو شخص اس کتاب کے جواب کا ارادہ کرے گا وہی نامراد رہے گا سو اس سے زیادہ کیا نامرادی ہے کہ وہ اپنی لغو کتاب کو چھاپ ہی نہ سکا اور مر گیا اور پھر اُس کے مُردار کو چُرا کر پیر مہر علی نے اپنی کتاب میں کھایا اور وہ بھی نامراد رہا کیونکہ مہر علی کی غرض یہ تھی کہ اس کتاب کے لکھنے سے اپنی مشیخت ظاہر کرے کہ میں بھی عربی خوان ہوں اور ادیب ہوں مگر بجائے ناموری کے اس کا چور ہونا ثابت ہوا۔ کون اس سے تعجب نہیں کرے گا کہ چور بھی ایسا دلیر چور نکلا کہ مُردہ کی ساری کتاب کو نگل گیا اور ڈکار نہ لیا اور محمد حسن بدقسمت کا ایک دفعہ بھی ذکر نہ کیا اور ایک **دوسرا نشان** یہ ہے کہ اسی کتاب **اعجاز المسیح** کے صفحہ ۱۹۹ میں مَیں نے یہ دعا کی تھی **رَبِّ اِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنَّ اَعْدَائِیْ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ الْمُخْلِصُوْنَ فَاَھْلِکْنِیْ کَمَا تُھْلِکُ الْکَذَّابُوْنَ . وَاِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ اَنِّیْ مِنْکَ وَ مِنْ حَضْرَتِکَ فَقُمْ لِنُصْرَتِیْ۔ ترجمہ**۔ یعنی اے میرے خدا! اگر تو جانتا ہے کہ میرے دشمن سچے ہیں اور مخلص ہیں پس تو مجھے ہلاک کر جیسا کہ تو جھوٹوں کو ہلاک کرتا ہے اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں تو دشمن کے مقابل پر میری مدد کرنے کے لئے تو کھڑا ہو جا۔ پس صاف ظاہر ہے کہ اس کتاب اعجاز المسیح کے شائع ہونے کے بعد محمد حسن بھیں مقابلہ کے لئے میدان میں نکلا۔ اس لئے بموجب اس مباہلہ کی دعا کے مارا گیا۔ اب ہم اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ درحقیقت پیر مہر علی صاحب نے اپنی کتاب سیف چشتیائی میں جس کو درحقیقت طنبور چشتیائی کہنا چاہیے اپنی طرف سے

اور اپنے دماغ سے کام لے کر کچھ نہیں لکھا۔ بلکہ اس میں تمام وکمال چوری کا سرمایہ جمع کر دیا اور چوری بھی مردہ کے مال کی جو ہر طرح قابل رحم تھا۔ مفصلہ ذیل ثبوت پیش کرتے ہیں۔

نقل خط میاں شہاب الدین ساکن بھین

پہلے ہم صفائی بیان کے لئے لکھنا چاہتے ہیں کہ میاں شہاب الدین جن کا نام عنوان میں درج ہے یہ محمد حسن متوفّی کے دوست ہیں اور علاوہ اس کے یہ اس بدقسمت وفات یافتہ کے ہمسایہ بھی ہیں اور اس کے اسرار سے واقف۔ اور انہی کی کوشش سے پیر مہرعلی شاہ کے سرقہ کا مقدمہ برآمد ہوا۔ اور بڑی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ اُس کی کتاب سیفِ چشتیائی مال مسروقہ ہے اور اس میں مہرعلی کی عقل اور علم کا کچھ بھی دخل نہیں اور بجز اس کے کہ وہ اس کارروائی سے نہ صرف جرم سرقہ کا مرتکب ہوا بلکہ اُس نے اِس شیخی کو حاصل کرنے کے لئے بہت قابل شرم جھوٹ بولا اور اپنی کتاب سیفِ چشتیائی میں اُس **مُردہ بدقسمت** کا نام تک نہیں لیا اور بڑے زور اور دعویٰ سے کہا کہ اس کتاب کا میں مؤلف ہوں۔ چنانچہ نقل خطوط یہ ہے۔

پہلے خط کی نقل

مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت اقدس جناب مرزا جی صاحب

دَامَ بَرَکَاتُکُمْ وَ فُیُوْضُکُمْ. اَلسَّلَامُ علیکم ورحمۃ اللّٰہ وبرکاتہ۔ اَمَّابَعد۔ آپ کا خط رجسٹری شدہ آیا۔ دلِ غم ناک کو تازہ کیا۔ روئداد معلوم ہوئی۔ حال یہ ہے کہ محمد حسن کا مسودہ علیحدہ تو خاکسار کو نہیں دکھایا گیا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی کتابیں اور سب کاغذات جمع کر کے مقفّل کئے گئے ہیں۔ **شَمسِ بَازِغہ** اور

اعجاز المسیح پر جو مذکور نے نوٹ کئے تھے وہ دیکھے ہیں اور وہی نوٹ گولڑی ظالم نے کتابیں منگوا کر درج کر دیئے ہیں اپنی لیاقت سے کچھ نہیں لکھا۔ اب محمد حسن کا والد وغیرہ میرے تو جانی دشمن بن گئے ہیں۔ کتابیں تو بجائے خود ایک ورقہ تک نہیں دکھاتے پہلے بھی دیکھنے کا ذریعہ یہ ہوا تھا کہ جب گولڑی نے یہ کتابیں یعنی **شمس بازغہ** اور **اعجاز المسیح** محمد حسن کے والد سے منگوائیں اور فارغ ہو کر واپس روانہ کیں تو چونکہ وہ حامل کتب اجنبی تھا اس لئے بھول کر میرے پاس مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن کا گھر کدھر ہے میں نے پوچھا کہ کیا کام ہے۔ کہنے لگا کہ مہر علی شاہ نے مجھ کو کتابیں دے کر روانہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے والد کو یہ کتابیں **شمس بازغہ** اور **اعجاز المسیح** دے آ۔ پھر میں نے کتابیں لے کر دیکھیں تو ہر صفحہ ہر سطر پر نوٹ ہوئے ہوئے دیکھے۔ میرے پاس سیفِ چشتیائی بھی موجود تھی عبارت کو ملایا تو بعینہٖ وہ عبارت تھی۔ آپ کا حکم منظور لاکن محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے روبرو بیشک دیکھ لو۔ مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا۔ خاکسار معذور ہے کیا کرے۔ دوسری مجھ سے ایک غلطی ہو گئی کہ ایک خط گولڑی کو بھی لکھا کہ تم نے خاک لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیئے۔ اس واسطے گولڑی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاؤ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑی کا مرید ہے اور اس کے کہنے پر چلتا ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں نے گولڑی کو کیوں خط لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے۔ براہِ عنایت خاکسار کو معاف فرماویں کیونکہ خالی میرا آنا مفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے۔ فقط

خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال

دوسرے خط کی نقل

مکرمی و معظمی و مولائی جناب مولوی عبدالکریم صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
امابعد خاکسار خیریت سے ہے آپ کی خیریت مطلوب۔ میں آنے سے کچھ انکار نہ کرتا لیکن کتابیں نہیں دیتے۔ جن پر نوٹ ہیں یعنی **شمس بازغہ اور اعجاز المسیح** سیفِ چشتیائی میں جتنی سخت زبانی ہے اکثر محمد حسن کی ہے۔ اسی وجہ سے اس کی موت کا نمونہ ہوا۔ اب میرے خط لکھنے سے گولڑی خود اقراری ہے چنانچہ یہ کارڈ گولڑی کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے۔ جو اس نے مولوی کرم الدین صاحب کو لکھا ہے۔ غرض گولڑی نے محمد حسن کے والد کو بہت تاکید کی ہے ان کو کتابیں مت دکھاؤ یعنی اِس راقم خاکسار کو۔ گولڑی کارڈ میں لکھتا ہے کہ محمد حسن کی اجازت سے لکھا گیا مگر یہ اعتراف راستبازی کے تقاضا سے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ بھید ہم پر کھل گیا اس لئے ناچار شرمندہ ہو کر اقراری ہوا۔ دوسرے خط میں گولڑی کا کارڈ ہے جو اُس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ہے ملاحظہ ہو۔ خاکسار شہاب الدین از مقام بھیں

مولوی کرم الدین کے خط کی نقل

مکرمنا حضرت اقدس مرزا صاحب جی مَدَّظِلُّهُ العَالِیْ. السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ
میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں مجھے آپ کے کلام سے تعشق ہے۔ میں نے کئی دفعہ عالم رؤیا میں بھی آپ کی نسبت اچھے واقعات دیکھے ہیں اکثر آپ کے مخالفین سے بھی جھگڑا کرتا ہوں اگرچہ مجھے ابھی تک جناب سے سلسلہ پیری مریدی نہیں ہے کیونکہ اس بارے میں میرے خیال میں بہت احتیاط درکار ہے جب تک بالمشافہ اطمینان نہ کیا جاوے بیعت کرنا مناسب نہیں ہوتا لیکن تاہم مجھے جناب سے غائبانہ

محبت ہے میں نے چار پانچ یوم کا عرصہ ہوا ہے کہ جناب کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے مبارکباد فرمائی ہے اور کچھ شیرینی بھی عنایت کی ہے اور اس وقت میرے دل میں دو باتیں تھیں جن کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور اسی خواب کے عالم میں مَیں یہ کہتا تھا کہ آپ کے کشف کا تو میں قائل ہو گیا ہوں واللہ اعلم بالصواب۔ بعض باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے اس واسطے میرا خیال ابھی تک جناب کی نسبت یک رُخہ نہیں ہے گو آپ کے صلاح وتورع کا میں قائل ہوں۔ میں نے اگلے روز آپ کی کتاب سرمہ چشم آریہ کی ابتدا میں چند اشعار فارسی اور چند اردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذّابوں کے کلام میں کبھی بھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط رجسٹری شدہ جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے بھی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب مرحوم کے اُن نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب **اعجاز المسیح** اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئی ہیں۔ مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ باصلہٖ درج کتاب پائے گئے یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا اور طرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو آپ کی کلام کی نسبت وہ پکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں اِس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے کیونکہ ان کا خیال آپ کے خلاف میں ہے اور وہ کبھی بھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو بجنسہٖ نقل کر کے آپ کے

پاس روانہ کیا جائے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت سے یہاں آ کر خود دیکھ جائے لیکن جلدی آنے پر دیکھا جاسکے گا۔ پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے باصلہا جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیفِ چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے لیکن ان سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلافِ مصلحت ہے ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو آپ دعا فرماویں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جاوے اور مجھے سمجھ آ جاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مولانا مولوی نور الدین صاحب کی خدمت میں دست بستہ السلام علیکم عرض ہے۔ زیادہ لکھنے میں ضیق وقت مانع ہے۔ میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد سلام علیکم مضمون واحد ہے۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال ۲۱؍جولائی ۱۹۰۲ء

دوسرا خط مولوی کریم الدین صاحب بنام حکیم فضل دین صاحب معتبر ایں عاجز

مکرم معظم بندہ جناب حکیم صاحب مَدَّظِلُّہُ العَالِیْ. السلام علیکم ورحمۃ اللہ و برکاتہ۔

۳۱؍جولائی کو لڑکا گھر پہنچ گیا اسی وقت سے کار معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی پہلے تو کتابیں دینے سے اس نے سخت انکار کیا اور کہا کہ کتابیں جعفر زٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اس نے بتا کید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچا دوں لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اس کو تسلیم کرایا گیا مبلغ چھ روپیہ معاوضہ پر آخر راضی ہوا۔ اور کتاب اعجاز مسیح کے نوٹوں کی نقل دوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کی اپنے قلم کے نوٹ ہیں

ہمدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرمادیں اور نیز اگر موجود ہوں تو چھ روپے بھی حامل کو دے دیجئے گا تا کہ لڑکے کو دے دیئے جاویں اور تا کہ دوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمائیں گے فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا آپ بالکل تسلی فرماویں انشاء اللہ تعالیٰ ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی۔ اس لڑکے نے کہا ہے کہ اور بھی مولوی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی ایک نوٹ ہیں جو تلاش پر مل سکتے ہیں۔ جس وقت ہاتھ لگے تو اُن کا معاوضہ علیحدہ اُس سے مقرر کر کے نوٹ قلمی فیضی مرحوم بشرط ضرورت لے کر ارسال خدمت ہوں گے۔ آپ شمس بازغہ کا نسخہ بہت جلدی منگا کر روانہ فرماویں کیونکہ لڑکا صرف ایک ماہ کی رخصت پر گھر میں آیا ہے اس عرصہ کے انقضاء پر اس نے کتاب لاہور لے جانی ہے اور پھر کتاب کا ملنا متعذر ہو جائے گا۔ چکوال سے تلاش کریں شاید نسخہ مل جاوے تو حامل عریضہ کے ہاتھ روانہ فرماویں اور اپنا آدمی بھی ساتھ بھیج دیں تا کہ کتاب لے جاوے امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دعاءِ خیر فرمائیں گے لیکن میرا التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے تا کہ پھر بھی مجھ سے ایسی مدد مل سکے۔ مولوی شہاب الدین کی جانب سے السلام علیکم۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال ۳؍ اگست ۱۹۰۲ء

پیر مہر علی شاہ کے کارڈ کی نقل جس میں وہ اقرار کرتا ہے کہ کتاب سیف چشتیائی درحقیقت محمد حسن کا مضمون ہے

کارڈ۔ محبّی و مخلصی مولوی کرم الدین صاحب سلامت باشند و علیکم السلام و رحمۃ اللہ۔ امابعد یک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسے آدم معتبر فرستادہ خواہد شد۔ آپ کو واضح ہو کہ اس

کتاب (سیفِ چشتیائی) میں تردید متعلق تفسیر فاتحہ (یعنی اعجاز المسیح) جو فیضی صاحب مرحوم ومغفور کی ہے باجازت ان کے مندرج ہے چنانچہ فیما بین تحریراً ونیز مشافۃً جہلم میں قرار پاچکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضرور یہ لاہور میں ان کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرا دیویں۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ لاہور میں مجھے ملے۔ آخرالامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ لہٰذا آپ سے اُن کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغیر ما کی گئی۔ آئندہ شاید آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی ہوگی۔ والسلام

نقل ان نوٹوں کی جو محمد حسن نے اعجاز المسیح اور شمس بازغہ پر لکھے تھے

یہ تمام نقل بعینہٖ ہمارے پاس آ گئی ہے جس کو محمد حسن متوفی نے اپنے ہاتھ سے لکھا ہے اور چونکہ یہ تمام نوٹ وہی ہیں جو کتاب سیف چشتیائی میں لکھے گئے ہیں اس لئے ان کا اس جگہ نقل کرنا طوالت سے خالی نہیں مگر اس بات کے گواہ کہ یہی وہ نوٹ ہیں جو محمد حسن نے کتاب **اعجاز المسیح** اور شمس بازغہ پر لکھے تھے پانچ آدمی ہیں:۔

(۱) پہلے میاں شہاب الدین بھیں جیسا کہ ان کے دونوں خطوط ہم نقل کر چکے ہیں (۲) دوسرے مولوی کرم الدین صاحب دوست پیر مہر علی صاحب جن کا ہم سے کچھ بھی تعلق نہیں جنہوں نے اپنے ہاتھ سے **اعجاز المسیح** اور شمس بازغہ کے حاشیہ پر یہ نوٹ نقل کئے ہیں جن کا خط ہم ابھی نقل کر چکے ہیں (۳) مہر علی شاہ کا اپنے ہاتھ کا کارڈ بنام مولوی کرم الدین صاحب جو ابھی نقل ہو چکا ہے (۴) محمد حسن متوفی کا باپ جس نے وہ دونوں کتابیں میاں شہاب الدین اور مولوی کرم الدین صاحب کے حوالہ کیں جن پر محمد حسن متوفی کے نوٹ لکھے ہوئے تھے اور نیز اپنے روبرو یہ نوٹ نقل کرائے

(۵) محمد حسن متوفی کا لڑکا جس نے اپنے گھر سے اس کام کے لئے کتابیں نکالیں کہ اپنے خسر کو دیوے تا وہ فروخت کرا دیوے اور جواب مفصّل حاشیہ میں آ گیا ہے ان نوٹوں میں اس نے اپنی جہالت اور تعصب اور شتاب کاری کی وجہ سے بہت سی قابل شرم غلطیاں کی ہیں۔ لیکن اب مردہ کو ملامت کرنا بے فائدہ ہے۔ اس قدر اس کے نوٹوں میں فحش غلطیاں ہیں کہ اگر اس کو جلدی سے موت نہ پکڑ لیتی تو وہ ضرور نظر کر کے اپنی غلطیوں کی حتی المقدور اصلاح کرتا۔ مگر یہ سوال کہ اس قدر جلدتر کیوں موت آ گئی اِس کا جواب یہی ہے کہ اس موت کی تین وجہ ہیں اوّل تو یہی کہ اس نے ان نوٹوں میں اپنے منہ سے موت مانگی اور اپنے ہاتھ سے کتاب پر لکھا کہ **لَعۡنَتُ اللّٰہِ عَلَی الۡکَاذِ بِیۡنَ** چنانچہ جن نوٹوں میں اس نے فریق کاذب پر ہم دونوں فریق میں سے لعنت کی ہے وہ اس وقت ہمارے سامنے رکھے ہیں۔ جو پانچ گواہوں کی شہادت سے وہی نوٹ ہیں۔ جو اُس نے اپنی قلم سے کتاب **اعجاز المسیح** اور شمس بازغہ پر لکھے تھے اور خود اصل نوٹ جن کی یہ نقل اس کے باپ نے ان گواہوں کے حوالہ کی اس کے گھر میں موجود ہے جو اس کے مباہلہ کی ایک پختہ نشانی ہے جو باوانانک کے چولہ کی طرح زمانہ دراز تک یادگار رہے گی اور یہ مباہلہ جس کے بعد وہ دو ہفتہ بھی زندہ نہ رہ سکا۔ ان لوگوں کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے جواب ہے جو کہا کرتے ہیں کہ ہم اس مباہلہ کو مانیں گے جس کے آخری نتیجہ پر دو تین ہفتہ سے زیادہ طول نہ کھنچے۔ سو اب ہم منتظر ہیں کہ وہ اس نشان کو مانتے ہیں یا نہیں اور عجیب تر کہ محمد حسن مباہلہ کے بعد مرا۔ اسی طرح غلام دستگیر قصوری کا حال ہوا تھا کہ اس نے بھی محمد حسن کی طرح میری ردّ میں ایک کتاب بنائی اور اس کا نام فتح رحمانی رکھا اور اس کے صفحہ ۲۷ میں جوش میں آ کر دعا کر دی جس کا یہ خلاصہ ہے کہ یا الٰہی جو شخص کاذب ہے اور جھوٹ بول رہا ہے اور سچ کو چھوڑ رہا ہے اس کو ہلاک کر۔ آمین۔ تب ایک مہینہ بھی اس کتاب کے لکھنے پر نہ گزرنے پایا تھا کہ آپ ہلاک ہو گیا۔ اس کی یہ

کتاب یعنی فتح رحمانی چھپی ہوئی موجود ہے دیکھو صفحہ ۲۶ و ۲۷ اور خدا سے ڈرو۔ یہ دونوں پنجاب کے آدمی ہیں جو اپنے منہ سے مباہلہ کر کے آپ ہی مر گئے اگر یہ نشان نہیں تو معلوم نہیں ہمارے مخالفوں کے نزدیک نشان کس چیز کا نام ہے۔☆

دوسری محمد حسن کی موت کا موجب وہ پیشگوئی ہے جو اعجاز المسیح کے ٹائٹل پیج پر لکھی گئی اور وہ یہ ہے **مَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّہٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ** یعنی جو شخص اس کتاب کے جواب پر آمادہ ہوگا اور پلنگی دکھلائے گا وہ عنقریب دیکھے گا کہ اس کام سے نامراد رہا اور اپنے نفس کا ملامت گر ہوا اور اس سے بڑھ کر کیا نامرادی ہوسکتی ہے کہ محمد حسن حسرت کو ساتھ ہی لے گیا اور مر گیا۔ اور اس ارادہ کو جو کہ وہ عربی کتاب کا عربی میں جواب لکھے پورا نہ کر سکا اور نہ کچھ شائع کر سکا۔ تیسری محمد حسن کی موت کا موجب وہ دعائے مباہلہ ہے جو **اعجاز المسیح** کے صفحہ ۱۹۹ میں کی گئی تھی۔ چوتھے محمد حسن کی موت کا موجب وہ وحی الٰہی ہے جو مدّت ہوئی جو دنیا میں شائع ہو چکی یعنی یہ کہ **اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ** یعنی میں اس کو ذلیل کروں گا جو تیری ذلت چاہتا ہے۔ پس چونکہ اس نے **اعجاز المسیح** پر قلم اٹھا کر میری ذلت کا ارادہ کیا اس لئے خدا نے اس کو ذلیل کر دیا اور اپنے منہ سے موت مانگ کر چند روز میں ہی مر گیا اور اپنی موت کو ہمارے لئے ایک نشان چھوڑ گیا۔ **فَالحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ . منہ**''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۴۵ تا ۴۶۱ حاشیہ)

☆ اسی طرح محی الدین لکھو کے والے کا حال ہوا جب اس نے یہ الہام چھپوایا کہ ''مرزا صاحب فرعون'' تب اس کی وفات سے پہلے میں نے اس کو بذریعہ ایک خط کے جو اگست ۱۸۹۴ء کو لکھا گیا تھا اطلاع دی کہ اب وہ فرعون کی طرح اِس موسیٰ کے سامنے اپنی سزا کو پہنچے گا۔ چنانچہ انہیں دنوں اور اس کی زندگی میں وہ خط الحق سیالکوٹ میں چھپا اور پھر اس کے مرنے کے بعد اس نشان کے اظہار کے لئے وہی خط مع اس کی تاریخ وفات کے اخبار الحکم قادیان مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء میں چھاپا گیا۔ دیکھو الحکم ۲۴ جولائی ۱۹۰۱ء صفحہ ۵ کالم ۲ و ۳۔ منہ

بھانڈا پھوٹ گیا

ان خطوط کی اشاعت پر پیر صاحب کی ساختہ سازش کا بھانڈا پھوٹ گیا اور پریس اور پبلک میں ایک شور مچ گیا کہ

ہماں کارش زِ خود کامی بہ بدنامی کشید آخر☆
نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا

مولوی کرم الدین اور پیر صاحب سے ان کے دوستوں یا مریدوں نے پوچھنا شروع کیا کہ حقیقت الامر کیا ہے اور اظہار حقیقت دونوں کی خودکشی کے مترادف تھا اس لئے بالآخر طے پایا کہ مولوی کرم الدین صاحب ان خطوط کا انکار کردیں اور ان کو جعلی قرار دیں تا کہ اس جھوٹ کی اشاعت سے کچھ تو بات بن جاوے مگر ظاہر ہے کہ محض انکار کر دینا کافی نہ تھا جب تک یہ ثابت نہ ہو جائے کہ یہ خطوط اصلی نہیں ہیں اس کے ساتھ یہ مصیبت بھی تھی کہ اصل خطوط ہمارے ہاتھ میں تھے اور ان مکتوبات کے لکھنے والوں کے بآسانی ثابت ہو سکتے تھے اور ہوئے۔

آخر بڑی رَدّوقدح اور مشوروں کے بعد یہ قرار پایا کہ اخبارات میں ان کے جعلی ہونے کا پروپیگنڈا کیا جاوے اس مقصد کے لئے انہیں صرف **سراج الاخبار** جہلم ہی میسر آیا اور دوسرے اخبارات نے باوجود سلسلہ کے مخالف ہونے کے بھی ان کی مدد نہ کی اس لئے کہ وہ جانتے تھے کہ **قادیان میں یہ خطوط نہیں بنائے گئے۔**

عذر گناہ بدتر از گناہ

جب بعض دوسرے لوگوں نے بھی جو عقیدۃً مخالف تھے مگر معقول پسند طبقہ سے تعلق رکھتے تھے اس لایعنی عذر کو غلط قرار دیا تو دوسرا پینترا یہ بدلا گیا کہ یہ خطوط ہم نے (حضرت) مرزا صاحب کے امتحان کے لئے کم علم بچوں سے لکھوائے تھے ہمارے دستخطی ہیں یہ عذر بدتر از گناہ تھا بلکہ الزام کو ثابت کرتا تھا۔

☆ترجمہ۔ خود غرضی کی وجہ سے میرے تمام کام انجام میں بدنامی پر پہنچے وہ راز کب چھپ سکتا ہے جس سے محفلیں گرم ہیں۔

مقدمات کا آغاز

تب ان کے بڑے مشیروں نے یہ فیصلہ کیا کہ **ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کیا جائے** اور یہ دعویٰ حضرت اقدسؑ خاکسار عرفانی (ایڈیٹر الحکم) اور حضرت حکیم مولوی فضل دین کے خلاف دائر کیا جائے۔ اور یہ دعویٰ جہلم میں کیا جاوے تا کہ فریق ثانی پر غیر معمولی اخراجات کا بار تکلیف بدنی کے سوا ہو۔ وہ جانتے تھے کہ حضرت اقدسؑ کے سفر پر ہزاروں احمدی جمع ہوں گے اور جماعت پر مالی بار اس انتظام کی وجہ سے ہوگا۔ یہ منصوبہ بظاہر کچھ شک نہیں کہ بڑا منصوبہ تھا مگر اس میں ایک **کسر رہ گئی۔**

ازالہ حیثیت عرفی کے مقدمہ میں بنیادی پہلو یہ قابل غور تھا کہ مدعی کون ہو اس لئے توہین زیر بحث مولوی محمد حسن فیضی کی قرار دی گئی تھی اس لئے کہ **وہ کشتہ اعجاز مسیح تھا** اس کے مر جانے کے بعد اگر توہین کا کوئی دعویٰ کر سکتا تھا تو اس کا باپ، بیٹا یا بیوی کر سکتی تھی مولوی کرم الدین صاحب گو فیضی کی **جورو کے بھائی تھے** باپ بیٹے اور بیوی کی موجودگی میں صحیح قائم مقام قانونی استغاثہ کے لئے نہیں ہو سکتے تھے مگر یہاں تو ایک ہنگامہ پیدا کرنا تھا اور صرف ایک منصوبہ مدنظر تھا مگر وہ نہیں جانتے تھے یا جانتے تو تھے مگر اس پر ایمان نہ تھا کہ **اللہ تعالیٰ اس مکر کا پردہ فاش کر دے گا۔**

غرض یہ مقدمہ بڑے جوش وخروش اور بڑی تیاریوں کے ساتھ جہلم میں دائر کر دیا گیا اور اس میں یک طرفہ ابتدائی سماعت کے بعد **فریق ثانی** کی طلبی کے لئے **۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء مقرر ہو چکی تھی۔**

مقدمہ کے کسی قدر تفصیلی حالات آگے آتے ہیں مگر اس سے پہلے جو واقعات اور امور پیش آئے سلسلہ مقدمات میں نہیں بلکہ بعض وہ مبشرات جو جناب باری کی طرف سے حضرت اقدسؑ اور خدّام جماعت کے انشراح صدر کے لئے قبل از وقت بطور پیشگوئی نازل ہوئے اور مقدمہ کے لئے روانگی سے پیشتر کا زمانہ جس طرح پر گزرا اس کا ذکر مناسب معلوم ہوتا ہے۔

بعض مبشرات

اس سلسلہ میں بعض مبشرات کا میں یہاں ذکر کرتا ہوں یہ سلسلہ دسمبر ۱۹۰۱ء میں ہی شروع تھا بلکہ اس سے بھی بہت پہلے ’’ اِنِّی صَادِقٌ صَادِقٌ وَ سَیَشْھَدُ اللّٰہُ لِیْ ‘‘۔ترجمہ۔ میں صادق ہوں صادق ہوں، عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ا مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱)

☆۔ ’’اِنِّی اَنَا الصَّاعِقَۃُ (میں ہی صاعقہ ہوں) مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا اسم ہے آج تک کبھی نہیں سنا۔ حضرت اقدس نے فرمایا بیشک۔ اسی طرح طاعون کی نسبت جو الہامات ہیں وہ بھی ہیں جیسے اُفْطِرُ وَأَصُوْمُ یہ بھی کیسے لطیف الفاظ ہیں۔ گویا خدا فرماتا ہے کہ طاعون کے متعلق میرے دو کام ہوں گے۔ کچھ حصہ چپ رہوں گا۔ یعنی روزہ رکھوں گا اور کچھ افطار کروں گا اور یہی واقعہ ہم چند سال سے دیکھتے ہیں۔ شدت گرمی اور شدت سردی کے موسم میں طاعون دب جاتی ہے گویا وہ اَصُوْمُ کا وقت ہے اور فروری، مارچ، اکتوبر وغیرہ میں زور کرتی ہے وہ گویا افطار کا وقت ہوتا ہے۔ اور اسی لطیف کلام میں سے ہے۔ اِنِّیْ اَنَا الصَّاعِقَۃُ ۔‘‘

(البدر جلد ا نمبر ۱۱ مورخہ ۹؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸۶)

☆۔ ’’اوّل ایک خفیف خواب میں جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل ہوگئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الٰہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے، ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں۔ یُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمَانُ شَیْئًا[1]

---

[1] حضرت اقدس نے فرمایا ’’شَے سے مراد کوئی عظیم الشان بات ہے اس کی عظمت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے اس کو پوشیدہ رکھا ہے۔ کیوں کہ چھپانے میں ایک عظمت ہوتی ہے جیسے جنت کے انعامات کے لئے فرمایا ہے۔ فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّآ اُخْفِیَ لَھُمْ مِّنْ قُرَّةِ اَعْیُنٍ[2] کھانے پر جیسے دسترخوان ہوتا ہے اس کے چھپانے میں بھی ایک عظمت ہی مقصود ہوتی ہے۔ غرض یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔‘‘(الحکم جلد ۷ نمبر ا صفحہ ۲ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۳ء)

---

[2] السجدۃ:۱۸

اَتٰی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْ ہُ بِشَارَۃٌ تَلَقَّاھَا النَّبِیُّوْنَ ۔خدا جو رحمٰن ہے تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا۔خدا کا امر آ رہا ہے۔تم جلدی نہ کرو۔ یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح ۵ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔‘‘

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱)

☆ ۔**یکم جنوری ۱۹۰۳ء کو فرمایا۔**’’ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی شکل پر نظر آیا۔ اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ **خدا تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا۔**‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۰۔تذکرہ صفحہ ۳۶۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆ ۔’’حضرت اقدس تشریف لائے تو کمر کے گرد ایک صافہ لپٹا ہوا تھا فرمایا کہ کچھ شکایت دردگردہ کی شروع ہو رہی ہے اس لئے میں نے باندھ لیا ہے ذرا غنودگی ہوئی تھی۔اس میں الہام ہوا ہے **’’تا عَودِ صحت‘‘** (بحالی صحت تک) فرمایا کہ صحت تو اللہ تعالیٰ ہی کے طرف سے ہوتی ہے۔جب تک وہ ارادہ نہ کرے کیا ہو سکتا ہے۔‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۹؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸۵۔تذکرہ صفحہ ۳۶۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

’’**جَاءَ نِیْ اٰئِلٌ وَّاخْتَارَ . وَاَدَارَ اِصْبُعَهٗ وَاَشَارَ . یَعْصِمُکَ اللّٰهُ مِنَ الْعِدَا وَ یَسْطُوْ بِکُلِّ مَنْ سَطَا**۔آئل جبرائیل ہے،فرشتہ بشارت دینے والا۔

ترجمہ۔آیا میرے پاس آئل اور اس نے اختیار کیا (یعنی چن لیا تجھ کو) اور گھمایا اُس نے اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا کہ خدا تجھے دشمنوں سے بچاوے گا اور ٹوٹ کر پڑے گا اس شخص پر جو تجھ پر اُچھلا۔

فرمایا۔آئل اصل میں اِیَالَت سے ہے یعنی اصلاح کرنے والا۔جو مظلوم کو ظالم

سے بچاتا ہے۔ یہاں جبرئیل نہیں کہا آئل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالموں سے بچاوے، اس لئے فرشتہ کا نام ہی آئل رکھ دیا۔ پھر اُس نے انگلی ہلائی کہ چاروں طرف کے دشمن۔ اور اشارہ کیا کہ یَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنَ الْعِدَا وغیرہ۔

یہ بھی اس پہلے الہام سے ملتا ہے اِنَّہٗ کَرِیْمٌ تَمَشّٰی اَمَامِکَ وَعَادٰی کُلَّ مَنْ عَادٰی وہ کریم ہے۔ تیرے آگے آگے چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی اُس کی عداوت کی۔ چونکہ آئل کا لفظ لغت میں مل نہ سکتا ہوگا یا زبان میں کم مستعمل ہوتا ہوگا۔ اس لئے الہام نے خود اس کی تفصیل کر دی ہے۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶؍ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ اِنَّ وَعْدَ اللّٰہِ اَتٰی۔ رَکَلَ وَرَکٰی . فَطُوْبٰی لِمَنْ وَجَدَ وَ رَاٰی. قُتِلَ خَیْبَۃً وَزِیْدَ ھَیْبَۃً۔

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۹۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۹، ۳۷۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ خدا کا وعدہ آیا اور زمین پر ایک پاؤں مارا اور خلق کی اصلاح کی پس مبارک وہ جس نے پایا اور دیکھا۔ ایسی حالت میں مارا گیا کہ اس کی بات کو کسی نے نہ سنا اور اس کا مارا جانا ایک ہیبت ناک امر تھا۔ یعنی لوگوں کو بہت ہیبت ناک معلوم ہوا اور اس کا بڑا اثر لوگوں کے دلوں پر ہوا۔

''لاہور میں کثرت سے بار بار یہ الہام ہوا۔ اُرِیْکَ بَرَکَاتٍ مِنْ کُلِّ طَرَفٍ یعنی مَیں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھلاؤں گا۔''

(البدر جلد ۲ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ جہلم سے واپسی پر کاموکے اور مرید کے کے سٹیشن کے مابین۔ اٰثَرَکَ اللّٰہُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ۔

(ترجمہ از مرتب)۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک چیز پر تجھے ترجیح دی۔''

(البدر مورخہ ۲۳۔۳۰؍ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۷۔ الحکم مورخہ ۳۱؍ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۷۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔اَفَانِیْنُ اٰیَاتٍ (گونا گوں نشانات)

(البدر جلد ۱ نمبر ۲ مورخہ ۲۳، ۳۰ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۔تذکرہ صفحہ ۳۷۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''فرمایا۔آج ایک کشف میں دکھایا گیا۔

تَفْصِیْلُ مَا صَنَعَ اللّٰہُ فِیْ ھٰذَا الْبَأْسِ بَعْدَ مَا اَشَعْتُہٗ فِی النَّاسِ۔

(ترجمہ از مرتب) تفصیل اُن کارناموں کی جو خدا تعالیٰ نے اس جنگ میں کئے۔ بعد اس کے کہ میں نے اس پیشگوئی کو لوگوں میں شائع کیا۔

اس کے بعد الہامی صورت ہوگئی اور زبان پر یہی جاری تھا۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ کے متعلق جو قبل از وقت پیشگوئی کے رنگ میں بتلایا گیا تھا۔اب اس کی تفصیل ہوگی۔''

(البدر مورخہ ۲۰ر فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۶۔تذکرہ صفحہ ۳۷۴، ۳۷۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔'' **لَا اُبْقِیْ لَکَ فِی الْمُخْزِیَاتِ ذِکْرًا۔**''

(ترجمہ از مرتب) میں تیرے متعلق رُسوا کن باتوں کا ذکر تک نہیں چھوڑوں گا۔

(مواہب الرحمٰن روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۳۵۔تذکرہ صفحہ ۳۷۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔**وَ مِنْ اٰیَاتِیْ مَا اَنْبَأَنِیَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ . فِیْ اَمْرِ رَجُلٍ لَئِیْمٍ وَ بُھْتَانِہِ الْعَظِیْمِ وَ اَوْحٰی اِلَیَّ اَنَّہٗ یُرِیْدُ اَنْ یَتَخَطَّفَ عِرْضَکَ ثُمَّ یَجْعَلُ نَفْسَہٗ غَرْضَکَ. وَاَرَانِیْ فِیْہِ رُؤْیَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ وَاَرَانِیْ اَنَّ الْعَدُوَّ اَعَدَّ لِذَالِکَ ثَلَاثَۃَ حُمَاۃٍ لِتَوْھِیْنٍ وَاِعْنَاتٍ .وَ رَئَیْتَ کَاَنِّیْ اُحْضِرْتُ مُحَاکَمَۃً کَالْمَأْخُوْذِیْنَ، وَرَأَیْتُ اَنَّ اٰخِرَ اَمْرِیْ نَجَاۃٌ بِفَضْلِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ لَوْ بَعْدَ حِیْنٍ. وَ بُشِّرْتُ اَنَّ الْبَلَاءَ یُرَدُّ عَلٰی عَدُوِّیَ الْکَذَّابِ الْمُھِیْنِ.........ثُمَّ قَعَدْتُ کَالْمُنْتَظِرِیْنَ. وَمَا مَرَّعَلٰی مَا رَئَیْتُ اِلَّا سَنَۃً فَاِذَا ظَھَرَ قَدْرُاللّٰہِ عَلٰی یَدِ عَدُوٍّ مُّبِیْنٍ اِسْمُہٗ کَرْمُ الدِّیْن۔**''

(مواہب الرحمٰن۔روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۵۰)

ترجمہ☆ اور منجملہ میرے نشانوں کے ایک یہ ہے کہ جو خدائے علیم وحکیم نے ایک لئیم شخص کی نسبت اور اس کے بہتان عظیم کی نسبت مجھے خبر دی اور مجھے اپنی وحی سے اطلاع دی کہ یہ شخص میری عزت دور کرنے کے لئے حملہ کرے گا اور میرا نشانہ آپ بن جائے گا اور خدا نے تین خوابوں میں یہ حقیقت میرے پر ظاہر کی اور خواب میں میرے پر ظاہر کیا کہ یہ دشمن تین حمایت کرنے والے اپنی کامیابی کے لئے مقرر کرے گا۔ تا کہ کسی طرح اہانت کرے اور رنج پہنچاوے اور مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ گویا میں کسی عدالت میں گرفتاروں کی طرح حاضر کیا گیا ہوں اور مجھے دکھلایا گیا کہ انجام ان حالات کا میری نجات ہے۔ اگر چہ کچھ مدت کے بعد ہو اور مجھے بشارت دے گئی کہ اس دشمن کذّاب مہین پر بلا ردّ کی جائے گی ...... پھر میں انتظار کرتا رہا کہ کب یہ پیشگوئی کی باتیں ظہور میں آئیں گی پس جب ایک برس گزرا تو یہ مقدر باتیں کرم دین کے ہاتھ سے ظہور میں آ گئیں یعنی ناحق اس نے مجھ پر فوجداری مقدمات دائر کئے۔

نوٹ۔ چونکہ کرم دین کے مقدمات کے دو سلسلے ہیں یہ الہامات ومبشرات اس مقدمہ کے متعلق ہیں جو جہلم میں اُس نے دائر کیا تھا جو پہلی ہی پیشی پر خارج ہو گیا۔ اس کے اخراج کے بعد دوسرا مقدمہ اُس نے ازالہ حیثیت عرفی کا خود اپنی ازالہ حیثیت عرفی کے لئے دائر کیا جس میں حسبِ معمول حضرت اقدسؑ خاکسار اور حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ مستغاث علیہ تھے اور ایک مقدمہ مَیں نے اپنی ازالہ حیثیت عرفی بہ حیثیت اخبار نویس دائر کیا اور یہ دوسرا مقدمہ حضرت حکیم فضل دین صاحبؓ نے سرقہ کتاب **نزول المسیح** کا دائر کیا اور یہ مقدمات گورداسپور میں دائر ہوئے ان مقدمات کے متعلق بھی قبل از فیصلہ ایک اعلان بحکمِ ربّانی شائع کر دیا تھا جس میں اہل مقدمات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے رحم وکرم سے کامیاب ہونے والے فریق کی صفات مومنین کو بھی نوازا تھا یہ

☆ترجمہ۔ اور تباہ کن طاعون سے کبھی عمارتوں کو زمین کے ساتھ ہموار کر دینے والے زلزلوں سے، تو کبھی پہاڑوں کے پھٹنے سے اور دریاؤں کی طغیانی سے دلوں میں رعب ڈال دیا ہے اور ابھی یہ عذاب بڑے جوش وخروش میں ہے۔

اُس کے کرم وعطا کا ایک کرشمہ تو تھا ہی مگر اس مسئلہ شفاعت پر بھی روشنی پڑتی ہے۔ خاکسار سب سے زیادہ خطا کار اور بخشش الٰہی کا طلبگار ہے صرف حضرت مسیح موعودؑ کے طفیل اللہ تعالیٰ کی پاک وحی نے اسے بھی ایک متقی کی حیثیت سے نواز دیا۔ اس لئے میں اس الہام کو جو مقدمات کی نسبت قبل از وقت باعلام الٰہی شائع ہوا یہاں درج کر دیتا ہوں۔

''میرے خیال پر یہ کشش غالب ہوئی کہ یہ مقدمات جو کرم دین کی طرف سے میرے پر ہیں ان کا انجام کیا ہوگا سو اس غلبۂ کشش کے وقت میری حالت وحی الٰہی کی طرف منتقل کی گئی اور خدا کا یہ کلام میرے پر نازل ہوا۔ **اِنَّ اللّٰہَ مَعَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِیْنَ ھُمْ مُّحْسِنُوْنَ فِیْہِ اٰیَاتٌ لِّلسَّآئِلِیْنَ** اس کے معنے یہ مجھے سمجھائے گئے کہ ان دونوں فریقوں میں سے خدا اس فریق کے ساتھ ہوگا اور اس کو فتح اور نصرت نصیب کرے گا جو پرہیزگار ہے یعنی جھوٹ نہیں بولتا ظلم نہیں کرتا تہمت نہیں لگاتا اور دغا اور فریب اور خیانت سے ناحق خدا کے بندوں کو نہیں ستاتا اور ہر ایک بدی سے بچتا اور راست بازی اور انصاف کو اختیار کرتا ہے اور خدا سے ڈر کر اُس کے بندوں کے ساتھ ہمدردی اور خیر خواہی اور نیکی کے ساتھ پیش آتا ہے اور بنی نوع کا وہ سچا خیر خواہ ہے اس میں درندگی اور ظلم اور بدی کا جوش نہیں بلکہ عام طور پر ہر ایک کے ساتھ وہ نیکی کرنے کے لئے طیار ہے سو انجام یہ ہے کہ ان کے حق میں فیصلہ ہوگا تب وہ لوگ جو پوچھا کرتے ہیں جو ان دونوں گروہوں میں سے حق پر کون ہے؟ ان کے لئے یہ ایک نشان بلکہ کئی نشان ظاہر ہوں گے۔''

(الحکم مورخہ ۳۰؍جون ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۱۔ البدر جلد ۲ نمبر ۲۴ مورخہ ۳ جولائی ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۸۹۔ الفاظ کے کچھ فرق سے)

اس طرح پر اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت آنے والے واقعات سے اطلاع دے دی اور اس کے نتائج بھی ظاہر فرما دیئے اور یہ سب مجموعہ واقعات ایک پیشگوئی کے رنگ میں شائع ہو گیا۔

یہ ظاہر ہے کہ اتنا لمبا سلسلہ جو مختلف قسم کے ابتلاؤں کا تھا اور جن سے بچ نکلنا انسان کے اپنے

اختیار میں نہ تھا اس لئے کہ سارا زمانہ دشمن تھا اور پھر ان حالات میں قبل از وقت **اپنی کامیابی کا اعلان** کرنا ناممکن تھا اور عجب بات یہ ہے کہ اسی طرح پر پورا ہوتا ہے۔

ایک فرانسیسی مصنف

ایک فرانسیسی مصنّف نے اپنی ایک کتاب میں (جو تاریخ اسلام پر لکھی گئی) حیرت زدہ ہو کر ایک واقعہ لکھا ہے وہ کہتا ہے کہ مدینہ کی ایک چھوٹی سی مسجد میں جو بارش میں ٹپکتی ہے اور اس میں کوئی فرش نہیں چند لوگ بیٹھے ہیں اور وہ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں یہ لوگ بظاہر کوئی ساز و سامان نہیں رکھتے یہاں تک کہ بدن پر پورا لباس بھی نہیں اور عجیب بات یہ ہے کہ **دنیا کی قسمت کا فیصلہ اسی رنگ میں ہوتا ہے**۔ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں اور قوتوں سے جو لوگ ناواقف ہیں وہ ان حقائق کو نہیں سمجھ سکتے۔ ٹھیک اسی طرح پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قبل از وقت اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر ان مقدمات کے متعلق آخری فیصلہ شائع کر دیا اور مقدمات کے ایک لمبے اور صبر آزما سلسلہ کے بعد جو فیصلہ ہوا وہ **اسی پیشگوئی کے موافق حرف بحرف ہوا**، ظاہر ہے کہ سوائے عَلَّامُ الْغُیُوب اللہ تعالیٰ کے مقادیر کا صحیح علم کسی انسان کو نہیں ہو سکتا۔ ان ابتدائی امور کا میں نے اس لئے ذکر کر دیا ہے تا کہ قارئینِ کرام اس حقیقت کو سمجھ لیں کہ حضرت مسیح موعودؑ اللہ تعالیٰ کے فرستادہ تھے اور اللہ تعالیٰ کی نصرت ہر رنگ میں آپ کے ساتھ تھی۔

کچھ متفرق امور

قبل اس کے کہ میں مقدمات کے مزید حالات بیان کروں اس اثناء میں بعض دوسرے امور جو حضرت کے راہ تبلیغ میں پیش آ گئے ان کا ذکر ضروری سمجھتا ہوں اس سے معلوم ہوگا کہ کس قدر عظیم الشان کام آپ کر رہے تھے اور باوجود عمر رسیدہ ہونے اور آئے دن کی بیماریوں کے جو لازم حال تھیں اس قدر کام اللہ تعالیٰ کی تائید اور خاص نصرت کے بغیر نہیں ہو سکتا۔

بیماریاں تھیں تو بجائے خود حضرت نبی کریم ﷺ کی پیشگوئی کا ثبوت اور آپ کے حق پر ہونے کی دلیل تھیں قارئین کرام پڑھ آئے ہیں کہ **اعجاز المسیح** کن حالات میں لکھی گئی اور یہی حال تمام تالیفات کا ہے۔

میں جو آپ کی خدمت میں حاضری کی سعادت سے بہرہ یاب ہوں اور ان بزرگوں نے جن کو مجھ سے بھی زیادہ آپ کے قرب میں رہنے کا موقعہ ملا اس امر کے عینی گواہ ہیں کہ **تائیدات الٰہیہ کس طرح آپ کے شامل حال تھیں۔**

یہ متفرق امور از سر تا پا خدمت دین اور اس مقصد عظیم کی تکمیل کے تھے جو آپ مہدی اور مسیح موعود کے منصب پر سرفراز ہو کر لائے تھے۔ جماعت کی تنظیم اور تعلیم تو مقدم کام تھا ہی اور اس کے ساتھ ان غلط فہمیوں کا رفع کرنا ضروری تھا جو دشمنی پیدا کرتے تھے ایک طرف یہ غلط فہمیاں سیاسی ہوتیں تا کہ گورنمنٹ وقت کو خلاف ابھارا جاوے اور دوسری طرف مذہبی نکتہ چینیاں جو مذاہب باطلہ کی طرف سے الگ پیدا کی جاتیں اور خود مسلمانوں کی طرف سے الگ اور افسوسناک امر یہ ہے کہ اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے مقابلہ پر جب آپ میدان میں آتے تو خود مسلمان (بعض) اپنی کم علمی کے سبب سے آپ کی مخالفت کی غرض سے اکثر دشمنوں کا ساتھ دیتے۔ بہر حال آپ کو ہر لحظہ اس مقابلہ کے لئے تیار رہنا پڑتا اور مقدمات کی صورت میں بھی دوسرے مذاہب کے لوگ ہماری مخالفت میں کھڑے ہو جاتے ان حالات میں تصنیف و تالیف کے سلسلہ پر جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ بھی بجائے خود ایک اعجاز ہے۔

اس پر اللہ تعالیٰ نے توفیق دی اور زندگی بخشی تو سیرت کے باب میں ایک تفصیلی اور علمی بحث کا ارادہ ہے اب میں ان ضمنی امور پیش آمدہ کا ذکر کرتا ہوں۔

(۱) ایک غلطی کا ازالہ

تقریب

نومبر ۱۹۰۱ء کے پہلے ہفتہ میں ہمارے ایک نہایت مخلص صداقت پسند بھائی حضرت شیخ غلام احمد صاحب نومسلم تبلیغ سلسلہ کے جذبہ سے متاثر ہو کر امرتسر تبلیغ کے لئے گئے وہ ایک خوش بیان اور پُرتاثیر واعظ تھے۔ خود نومسلم تھے اور ان کی جوانی صلحائے امت (جو اس زمانہ میں معروف تھے) کی صحبت میں گزری اور صوفیانہ رنگ رکھتے تھے حضرت اقدس سے وہ اپنے قبول اسلام کے دنوں میں لودہانہ اور مالیر کوٹلہ میں ملے تھے ان پر کوئی زمانہ انکار تو نہیں آیا مگر ایک غلط خیال کی وجہ سے جو عام طور پر موجودہ خانوادانِ تصوّف میں پھیلا ہوا ہے کہ ایک ہی پیر کی بیعت کرنی چاہیے وہ بھی بیعت ضروری نہ سمجھتے تھے مگر جب قادیان آئے تو وہ اس کو غلط سمجھنے لگے اور حضرت کی بیعت کر لی۔ وہ ضلع لودہانہ کے معزز ہندو گھرانے کے فرد تھے آخری وقت تک ان کو پھر ہندو دھرم میں لانے کی کوشش ہوتی رہی مگر جس اخلاص سے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا اور اس کے ثمرات کو چکھا تھا وہ ایسے نہ تھے کہ **اسے ترک کرنے کا وہم بھی آتا۔**

غرض اس سفر امرتسر میں انہیں حضرت اقدس کے ادعائے نبوت کے اعتراض کا جواب دینا پڑا۔ انہوں نے اپنے خیال اور سمجھ کے موافق ایک جواب دیا اور بغرضِ تصدیق حضرت اقدس کے حضور لکھا۔ آپ نے مناسب سمجھا کہ مسئلہ نبوت کے متعلق غلط فہمی کا ازالہ کیا جاوے اس پر آپ نے مفصّل یہ اشتہار (ایک غلطی کا ازالہ) ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء کو لکھا۔

مجھے خود اس اشتہار کے متعلق کسی تشریحی نوٹ کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی۔ اس لئے اسے ہی درج کر دیتا ہوں۔ یہ اشتہار صاف اور سلیس اردو زبان میں ہے اس پر رائے زنی کرکے اصل مقصد فوت ہو جاتا ہے۔

اس اشتہار کا موضوع صرف یہ ہے کہ کیا حضرت مرزا صاحب نے اسی نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔جس نے حضرت نبی کریم ﷺ پر ختم ہو کر آپ کو قرآن کریم میں **خاتم النبیین قرار دیا۔**
اور اس کے فیوضات و برکات کو بند کر دیا اگر نہیں تو ان فیوضات کی کیا صورت ہے؟ بہر حال اس اشتہار کو غور سے پڑھنے پر تمام حقیقت کھل جاتی ہے جس سے ختم نبوت کے کمالات اور ثمرات و فیوض کا ثبوت ملتا ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعویٰ اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنی معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے اس لئے باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے۔ چنانچہ چند روز ہوئے ہیں کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں نہ ایک دفعہ بلکہ صدہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہو سکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالماتِ الٰہیہ جو

براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں۔ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے۔

هُوَا لَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْهِرَهٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّهٖ ۔دیکھوصفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ۔اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کہہ کر پکارا گیا ہے پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے۔جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ ۔یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلّوں میں۔دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴۔پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے۔مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ اَشِدَّآءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاءُ بَیْنَهُمْ ۔

اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی ۔پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے۔''**دنیا میں ایک نذیر آیا**''اس کی دوسری قراءت یہ ہے کہ''دنیا میں ایک نبی آیا''اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ تو خاتم النبیین ہیں۔ پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے۔اس کا جواب یہی ہے کہ بیشک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا ہو یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آخری زمانہ میں اتارتے ہیں اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس[۴] برس تک سلسلہ وحیِ نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ[۱] اور حدیث لَانَبِیَّ بَعْدِیْ اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے لیکن ہم اس قسم کے عقائد کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا کہ وَلٰکِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِیّٖنَ اور اس آیت میں ایک پیشگوئی ہے

[۱] الاحزاب:۴۱

جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس آیت میں فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیشگوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے۔ نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلّی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اسی کے جلال کے لئے۔ اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے۔ اس کے یہ معنے ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ مَاكَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [1] اس کے معنی یہ ہیں کہ لَيْسَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِ الدُّنْيَا وَ لٰكِنْ هُوَ اَبٌ لِرِجَالِ الْاٰخِرَةِ لِاَنَّهٗ خَاتَمَ النَّبِيّٖنَ وَلَا سَبِيْلَ اِلٰى فُيُوْضِ اللّٰهِ مِنْ غَيْرِ تَوَسُّطِهٖ. غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے رو سے اور یہ نام بحیثیت فنا فی الرسول مجھے ملا ہے لہٰذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسیٰ کے اترنے سے ضرور فرق آئے گا۔ اور یہ بھی یاد رہے کہ نبی کے معنے لغت کے رو سے یہ ہیں کہ خدا کی طرف سے اطلاع پا کر غیب کی خبر دینے والا۔ پس جہاں یہ معنے صادق آئیں گے نبی کا لفظ بھی صادق آئے گا۔ اور نبی کا رسول ہونا شرط ہے کیونکہ اگر وہ رسول نہ ہو تو پھر غیب مصفّٰی کی خبر اس کو نہیں مل سکتی اور یہ آیت روکتی ہے لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ [2] اب اگر آنحضرت ﷺ کے بعد ان معنوں کے رُو سے نبی سے انکار کیا جائے تو اس سے لازم

---

[1] الاحزاب: ۴۱　[2] الجن: ۲۷، ۲۸

آتا ہے کہ یہ عقیدہ رکھا جائے کہ یہ امت مکالمات ومخاطبات الٰہیہ سے بے نصیب ہے کیونکہ جس کے ہاتھ پر اخبار غیبیہ منجانب اللہ ظاہر ہوں گے بالضرورت اس پر مطابق آیت لَا یُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ کے مفہوم نبی کا صادق آئے گا۔ اسی طرح جو خدا تعالیٰ کی طرف سے بھیجا جائے گا اسی کو ہم رسول کہیں گے۔ فرق درمیان یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد قیامت تک ایسا نبی کوئی نہیں جس پر جدید شریعت نازل ہو یا جس کو بغیر توسط آنجناب اور ایسی فنافی الرسول کی حالت کے جو آسمان پر اس کا نام محمد اور احمد رکھا جائے، یونہی نبوت کا لقب عنایت کیا جائے وَ مَنِ ادَّعٰى فَقَدْ كَفَرَ. اس میں اصل بھید یہی ہے کہ خاتم النبیین کا مفہوم تقاضا کرتا ہے کہ جب تک کوئی پردہ مغایرت کا باقی ہے اس وقت تک اگر کوئی نبی کہلائے گا تو گویا اس مہر کو توڑنے والا ہوگا جو خاتم النبیین پر ہے لیکن اگر کوئی شخص اسی خاتم النبیین میں ایسا گم ہو کہ بباعث نہایت اتحاد اور نفی غیریت کے اسی کا نام پالیا ہو اور صاف آئینہ کی طرح محمدی چہرہ کا اس میں انعکاس ہو گیا ہو تو وہ بغیر مہر توڑنے کے نبی کہلائے گا کیونکہ وہ محمد ہے گو ظلّی طور پر۔ پس باوجود اس شخص کے دعویٰ نبوت کے جس کا نام ظلّی طور پر محمد اور احمد رکھا گیا پھر بھی سیّدنا محمد خاتم النبیین ہی رہا کیونکہ یہ محمد ثانی اُسی محمد ﷺ کی تصویر اور اسی کا نام ہے مگر عیسیٰ بغیر مہر توڑنے کے آ نہیں سکتا کیونکہ اس کی نبوت ایک الگ نبوت ہے اور اگر بروزی معنوں کے رو سے بھی کوئی شخص نبی اور رسول نہیں ہوسکتا تو پھر اس کے کیا معنے ہیں کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ [1]☆ سو یاد رکھنا چاہیے کہ ان معنوں کے رو سے مجھے نبوت اور رسالت سے انکار نہیں ہے۔ اسی لحاظ سے صحیح مسلم میں بھی مسیح موعود کا نام نبی رکھا گیا۔ اگر خدا تعالیٰ سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتلاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدّث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں،

---

[1] الفاتحۃ: ۶، ۷ ☆ یہ ضرور یاد رکھو کہ اس امت کے لئے وعدہ ہے کہ وہ ہر ایک ایسے انعام پائے گی جو پہلے نبی اور صدیق پا چکے ....منہ

تحدیث کے معنے کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں ہے مگر نبوت کے معنے اظہار امر غیب ہے اور نبی ایک لفظ ہے جو عربی اور عبرانی میں مشترک ہے یعنی عبرانی میں اسی لفظ کو نابی کہتے ہیں اور یہ لفظ نابا سے مشتق ہے جس کے یہ معنے ہیں خدا سے خبر پا کر پیشگوئی کرنا اور نبی کے لئے شارع ہونا شرط نہیں ہے یہ صرف موہبت ہے جس کے ذریعہ سے امور غیبیہ کھلتے ہیں۔ پس مَیں جب کہ اس مدت تک ڈیڑھ سو پیشگوئی کے قریب خدا کی طرف سے پا کر بچشم خود دیکھ چکا ہوں کہ صاف طور پر پوری ہو گئیں تو مَیں اپنی نسبت نبی یا رسول کے نام سے کیوں کر انکار کر سکتا ہوں اور جبکہ خود خدا تعالیٰ نے یہ نام میرے رکھے ہیں تو مَیں کیوں کر ردّ کر دوں یا کیوں کر اس کے سوا کسی دوسرے سے ڈروں۔ مجھے اُس خدا کی قسم ہے جس نے مجھے بھیجا ہے اور جس پر افترا کرنا لعنتیوں کا کام ہے کہ اس نے مسیح موعود بنا کر مجھے بھیجا ہے اور میں جیسا کہ قرآنِ شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرّہ کے خدا کی اس کھلی کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی۔ جس کی سچائی اس کے متواتر نشانوں سے مجھ پر کھل گئی ہے اور مَیں بیت اللہ میں کھڑے ہو کر یہ قسم کھا سکتا ہوں کہ وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے وہ اسی خدا کا کلام ہے جس نے حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ پر اپنا کلام نازل کیا تھا۔ میرے لئے زمین نے بھی گواہی دی اور آسمان نے بھی۔ اس طرح پر میرے لئے آسمان بھی بولا اور زمین بھی کہ میں خلیفۃ اللہ ہوں مگر پیشگوئیوں کے مطابق ضرور تھا کہ انکار بھی کیا جاتا اس لئے جن کے دلوں پر پردے ہیں وہ قبول نہیں کرتے۔ مَیں جانتا ہوں کہ ضرور خدا میری تائید کرے گا جیسا کہ وہ ہمیشہ اپنے رسولوں کی تائید کرتا رہا ہے۔ کوئی نہیں کہ میرے مقابل پر ٹھہر سکے کیونکہ خدا کی تائید ان کے ساتھ نہیں۔ اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت سے انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ مَیں مستقل طور پر

نبی ہوں۔ مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدا سے باطنی فیوض حاصل کر کے
اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے۔
رسول اور نبی ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی
انکار نہیں کیا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے نبی اور رسول کر کے پکارا ہے۔ سو اب بھی
مَیں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا اور میرا یہ قول کہ ’’من نیستم
رسول و نیاوردہ ام کتاب‘‘ اس کے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں
ہوں۔ ہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہیے اور ہرگز فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ میں
باوجود نبی اور رسول کے لفظ کے ساتھ پکارے جانے کے خدا کی طرف سے اطلاع دیا
گیا ہوں کہ یہ تمام فیوض بلا واسطہ میرے پر نہیں ہیں بلکہ آسمان پر ایک پاک وجود ہے
جس کا روحانی افاضہ میرے شامل حال ہے یعنی محمد مصطفیٰ ﷺ۔ اس واسطہ کو ملحوظ رکھ کر
اور اس میں ہو کر اور اس کے نام محمد اور احمد سے مسمّٰی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی
ہوں یعنی بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ اور اس طور سے خاتم
النبیین کی مہر محفوظ رہی کیوں کہ میں نے انعکاسی اور ظلّی طور پر محبت کے آئینہ کے ذریعہ
سے وہی نام پایا۔ اگر کوئی شخص اس وحی الٰہی پر ناراض ہو کہ کیوں خدا تعالیٰ نے میرا نام
نبی اور رسول رکھا ہے تو یہ اس کی حماقت ہے کیونکہ میرے نبی اور رسول ہونے سے خدا
کی مہر نہیں ٹوٹتی۔ یہ بات ظاہر ہے کہ جیسا کہ میں اپنی نسبت کہتا ہوں کہ خدا نے
مجھے رسول اور نبی کے نام سے پکارا ہے ایسا ہی میرے مخالف حضرت عیسیٰ ابن مریم
کی نسبت کہتے ہیں کہ وہ ہمارے نبی ﷺ کے بعد دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔
اور چونکہ وہ نبی ہیں اس لئے ان کے آنے پر بھی وہی اعتراض ہو گا جو مجھ پر کیا جاتا
ہے یعنی کہ خاتم النبیین کی مہر ختمیّت ٹوٹ جائے گی۔ مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت
ﷺ کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا

کوئی اعتراض کی بات نہیں اور نہ اس سے مہر ختمیّت ٹوٹتی ہے کیوں کہ میں بار ہا بتلا چکا ہوں کہ میں بموجب آیت وَاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ [۱] بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا کیوں کہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلّی طور پر محمد ہوں ﷺ پس اس طور سے خاتم النّبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد ﷺ کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی یعنی بہر حال محمد ﷺ ہی نبی ہیں نہ اور کوئی یعنی جبکہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالاتِ محمدی مع نبوتِ محمدیہ کے میرے آئینہ ظلّیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے الگ طور پر نبوت کا دعویٰ کیا۔ بھلا اگر مجھے قبول نہیں کرتے تو یوں سمجھ لو کہ تمہاری حدیثوں میں لکھا ہے کہ مہدی موعود خَلق اور خُلق میں ہمرنگ آنحضرت ﷺ ہوگا اور اس کا اسم آنجناب کے اسم سے مطابق ہوگا یعنی اس کا نام بھی محمد اور احمد ہوگا اور اس کے اہل بیت میں سے ہوگا اور بعض حدیثوں میں ہے کہ مجھ میں سے ہوگا۔ یہ عمیق اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ وہ روحانیت کے رو سے اسی نبی میں سے نکلا ہوا ہوگا اور اسی کی روح کا روپ ہوگا اس پر نہایت قوی قرینہ یہ ہے کہ جن الفاظ کے ساتھ آنحضرت ﷺ نے تعلق بیان کیا یہاں تک کہ دونوں کے نام ایک کر دیئے ان الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ اس موعود کو اپنا بروز بیان فرمانا چاہتے ہیں جیسا کہ حضرت موسیٰ کا یشوعا بروز تھا اور بروز کے لئے یہ ضرور نہیں کہ بروزی انسان صاحب بروز کا بیٹا یا نواسہ ہو۔ ہاں یہ ضرور ہے کہ روحانیت کے تعلقات کے لحاظ سے شخص مورد بروز صاحب بروز میں سے نکلا ہوا ہو اور ازل سے باہمی کشش اور باہمی تعلق درمیان ہو۔ سو یہ خیال آنحضرت ﷺ کی شان معرفت کے

---

۱ الجمعة:۴

سراسر خلاف ہے کہ آپ اس بیان کو تو چھوڑ دیں جو اظہار مفہوم بروز کے لئے ضروری ہے اور یہ امر ظاہر کرنا شروع کر دیں کہ وہ میرا نواسہ ہوگا بھلا نواسہ ہونے سے بروز کو کیا تعلق۔ اور اگر بروز کے لئے یہ تعلق ضروری تھا تو فقط نواسہ ہونے کی ایک ناقص نسبت کیوں اختیار کی گئی بیٹا ہونا چاہیے لیکن اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام پاک میں آنحضرت ﷺ کے کسی کے باپ ہونے کی نفی کی ہے لیکن بروز کی خبر دی ہے۔ اگر بروز صحیح نہ ہوتا تو پھر آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں اُس موعود کے رفیق آنحضرت ﷺ کے صحابہ کیوں ٹھہرتے؟ اور نفی بروز سے اس آیت کی تکذیب لازم آتی ہے۔ جسمانی خیال کے لوگوں نے کبھی اس موعود کو حسن کی اولاد بتایا اور کبھی حسین کی اور کبھی عباس کی لیکن آنحضرت ﷺ کا صرف یہ مقصود تھا کہ وہ فرزندوں کی طرح اس کا وارث ہوگا۔ اس کے نام کا وارث، اس کے خلق کا وارث، اس کے علم کا وارث، اس کی روحانیت کا وارث اور ہر ایک پہلو سے اپنے اندر اس کی تصویر دکھلائے گا اور وہ اپنی طرف سے نہیں بلکہ سب کچھ اس سے لے گا اور اس میں فنا ہو کر اس کے چہرے کو دکھائے گا۔ پس جیسا کہ ظلّی طور پر اس کا نام لے گا، اس کا خلق لے گا، اس کا علم لے گا ایسا ہی اس کا نبی لقب بھی لے گا کیونکہ بروزی تصویر پوری نہیں ہو سکتی جب تک کہ یہ تصویر ہر ایک پہلو سے اپنے اصل کے کمال اپنے اندر نہ رکھتی ہو۔ پس چونکہ نبوت بھی نبی میں ایک کمال ہے اس لئے ضروری ہے کہ تصویر بروزی میں وہ کمال بھی نمودار ہو۔ تمام نبی اس بات کو مانتے چلے آئے ہیں کہ وجود بروزی اپنے اصل کی پوری تصویر ہوتی ہے یہاں تک کہ نام بھی ایک ہو جاتا ہے۔ پس اس صورت میں ظاہر ہے کہ جس طرح بروزی طور پر محمد اور احمد نام رکھے جانے سے دو محمد اور دو احمد نہیں ہو گئے اسی طرح بروزی طور پر نبی یا رسول کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ خاتم النبیین کی مہر ٹوٹ گئی کیوں کہ وجود بروزی کوئی الگ وجود نہیں۔ اس طرح پر تو محمد کے نام کی نبوت محمد ﷺ تک ہی محدود رہی۔ تمام انبیاء علیہم السلام

کا اس پر اتفاق ہے کہ بروز میں دوئی نہیں ہوتی کیوں کہ بروز کا مقام اس مضمون کا مصداق ہوتا ہے کہ

مَن تُو شدم تُو مَن شدی　　من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نہ گوید بعد زِیں　　مَن دیگرم　تو دیگری

لیکن اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئے تو بغیر خاتم النبیین کی مہر توڑنے کے کیوں کر دنیا میں آ سکتے ہیں؟ غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے۔ اب ممکن نہیں کہ کبھی یہ مہر ٹوٹ جائے۔ ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آ جائیں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَّاٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ [1] اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیوں کہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے۔ دیکھو حضرت موسیٰ نے معراج کی رات جب دیکھا کہ آنحضرت ﷺ ان کے مقام سے آگے نکل گئے تو کیونکر رو رو کر اپنی غیرت ظاہر کی۔ تو پھر جس حالت میں خدا تو فرمائے کہ تیرے بعد کوئی اور نبی نہیں آئے گا اور پھر اپنے فرمودہ کے برخلاف عیسیٰ کو بھیج دے تو پھر کس قدر یہ فعل آنحضرت ﷺ کی دل آزاری کا موجب ہوگا! غرض بروزی رنگ کی نبوت سے ختم نبوت میں فرق نہیں آتا اور نہ مہر ٹوٹتی ہے لیکن کسی دوسرے نبی کے آنے سے اسلام کی بیخ کنی ہو جاتی ہے اور آنحضرت ﷺ کی اس میں سخت اہانت ہے کہ عظیم الشان کام دجال کشی کا عیسیٰ سے ہوا نہ آنحضرت ﷺ سے اور آیت کریمہ

---

[1] الجمعة: ۴

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [1] نعوذ باللہ اس سے جھوٹی ٹھہرتی ہے اور اس آیت میں ایک پیشگوئی مخفی ہے اور وہ یہ کہ اب نبوت پر قیامت تک مہر لگ گئی ہے اور بجز بروزی وجود کے جو خود آنحضرت ﷺ کا وجود ہے کسی میں یہ طاقت نہیں جو کھلے کھلے طور پر نبیوں کی طرح خدا سے کوئی علم غیب پاوے اور چونکہ وہ بروز محمدی جو قدیم سے موعود تھا وہ میں ہوں اس لئے بروزی رنگ کی نبوت مجھے عطا کی گئی اور اس نبوت کے مقابل پر اب تمام دنیا بے دست و پا ہے کیوں کہ نبوت پر مہر ہے۔ ایک بروز محمدی جمیع کمالات محمدیہ کے ساتھ آخری زمانہ کے لئے مقدر تھا سو وہ ظاہر ہو گیا۔ اب بجز اس کھڑکی کے اور کوئی کھڑکی نبوت کے چشمہ سے پانی لینے کے لئے باقی نہیں۔

خلاصہ کلام یہ کہ بروزی طور کی نبوت اور رسالت سے ختمیت کی مہر نہیں ٹوٹتی اور حضرت عیسیٰ کے نزول کا خیال جو مستلزم تکذیب آیت وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ہے وہ ختمیّت کی مہر کو توڑتا ہے اور اس فضول اور خلاف عقیدہ کا تو قرآن شریف میں نشان نہیں اور کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ آیت ممدوحہ بالا کے صریح برخلاف ہے لیکن ایک بروزی نبی اور رسول کا آنا قرآن شریف سے ثابت ہو رہا ہے جیسا کہ آیت وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ سے ظاہر ہے۔ اس آیت میں ایک لطافت بیان یہ ہے کہ اس گروہ کا ذکر تو اس میں کیا گیا جو صحابہ میں سے ٹھہرائے گئے لیکن اس جگہ اس مورد بروز کا بتصریح ذکر نہیں کیا یعنی مسیح موعود کا جس کے ذریعہ سے وہ لوگ صحابہ ٹھہرے اور صحابہ کی طرح زیر تربیت آنحضرت ﷺ سمجھے گئے۔ اس ترک ذکر سے یہ اشارہ مطلوب ہے کہ مورد بروز حکم نفی وجود کا رکھتا ہے۔ اس لئے اس کی بروزی نبوت اور رسالت سے مہرِ ختمیّت نہیں ٹوٹتی۔ پس آیت میں اس کو ایک وجود منفی کی طرح رہنے دیا اور اس کے عوض میں آنحضرت ﷺ کو پیش کر دیا ہے۔ اور اسی طرح آیت اِنَّآ اَعْطَيْنٰكَ الْكَوْثَرَ [2]

---

[1] الاحزاب:۴۱ [2] الکوثر:۲

میں ایک بروزی وجود کا وعدہ دیا گیا جس کے زمانہ میں کوثر ظہور میں آئے گا یعنی دینی برکات کے چشمے بہ نکلیں گے اور بکثرت دنیا میں سچے اہل اسلام ہوجائیں گے۔ اس آیت میں بھی ظاہری اولاد کی ضرورت کو نظر تحقیر سے دیکھا اور بروزی اولاد کی پیشگوئی کی گئی۔ اور گو خدا نے مجھے یہ شرف بخشا ہے کہ میں اسرائیلی بھی ہوں اور فاطمی بھی اور دونوں خونوں سے حصہ رکھتا ہوں لیکن میں روحانیت کی نسبت کو مقدم رکھتا ہوں جو بروزی نسبت ہے۔

اب اس تمام تحریر سے مطلب میرا یہ ہے کہ جاہل مخالف میری نسبت الزام لگاتے ہیں کہ یہ شخص نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مجھے ایسا کوئی دعویٰ نہیں۔ میں اس طور سے جو وہ خیال کرتے ہیں نہ نبی ہوں نہ رسول ہوں ہاں میں اس طور سے نبی اور رسول ہوں جس طور سے ابھی میں نے بیان کیا ہے۔ پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعویٰ نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا مگر بروزی صورت میں۔ میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔ پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔ علیہ الصلوٰۃ والسلام

خاکسار

مرزا غلام احمد از قادیان ۵؍نومبر ۱۹۰۱ء

(ایک غلطی کا ازالہ، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۶۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۲۳ تا ۵۳۱ طبع بار دوم)

جلسہ سالانہ کا التوا

دسمبر کے آخر میں سلسلہ عالیہ احمدیہ کا سالانہ جلسہ ہوا کرتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے مگر اس سال طاعون کی شدت تھی اور مختلف مقامات سے احباب جمع ہوتے تھے اس لئے حفظِ ماتقدم کی شرعی ہدایات کے موافق آپ نے اس سال جلسہ کا التوا کر دیا پھر بھی بعض احباب اس موقع پر بھی تعطیلات کی وجہ سے اجازت لے کر آ گئے خود حضرت نے التوائے جلسہ کا اعلان فرمایا۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ　　نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

اعلان

چونکہ آجکل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور پر ہے اس لئے اگرچہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مناسب معلوم ہوتا ہے کہ برعایت اسباب بڑا مجمع جمع ہونے سے پرہیز کی جاوے اس لئے یہی قرین مصلحت معلوم ہوا کہ دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ وہ اس اجتماع کو بلحاظ مذکورہ بالا ضرورت کے موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلا سے ان کو اور ان کے اہل و عیال کو بچاوے۔

المُعلن

مرزا غلام احمد قادیانی　　۱۸؍ دسمبر ۱۹۰۲ء

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۱۵۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۷۸ طبع بار دوم)

۱۹۰۲ءاور۱۹۰۳ءکے حالات

تمہیدی نوٹ

پہلے بھی کئی بار مجھے اس امر کی توضیح کرنی پڑی ہے کہ حضرت اقدس کی زندگی میں ایک انتہائی مصروف زندگی تھی چونکہ آپ کے ذریعہ اسلام کا غلبہ کل ادیان پر براہین اور نشانات کے ذریعہ (جو آپ کی تائید میں ظاہر ہوئے) ہونے والا تھا اس لئے ہر طبقہ اور فرقے کے لوگ اندرونی اور بیرونی آپ کی مخالفت اور مقابلہ میں انفرادی اور اجتماعی طور پر نکل آئے تھے اس لئے آپ ساری مذہبی دنیا اور اپنے مخالفین کو چیلنج دے رہے تھے مگر بقول حضرت

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اس حرب عقائد عمومی میں آپ شب و روز مصروف تھے اور اس کا نتیجہ یہ لازمی تھا کہ آپ کی تصنیفات کے سلسلہ میں اکثر ایک کے ختم ہونے سے پہلے ایک اور اہم امر پیش آ گیا اور اس طرح پر مختلف محاذوں پر جن کی نوعیت جداگانہ تھی آپ کو مقابلہ کے لئے نکلنا پڑا۔ پس میں یہ التزام نہیں کر سکتا کہ ترتیب وار واقعات اور حالات کو بیان کروں۔

مہمانوں کی آمد اور لنگر خانہ کی ضروریات

حضرت اقدس کو ابتدا ہی میں یہ الہام ہوا تھا کہ دور دراز سے تیرے پاس مہمان آئیں گے اور ایسا ہی دور دراز سے ہر قسم کے تحائف اور مہمانوں کی ضروریات کا سامان آئے گا بلکہ ابھی براہین احمدیہ کی تالیف کا آغاز بھی نہیں ہوا تھا کہ آپ کو رؤیا میں ایک فرشتہ نے نان دیا اور کہا یہ تیرے لئے اور تیرے ساتھ کے درویشوں کے لئے ہے اور فتح اسلام میں سلسلہ کی ضروریات کے لئے مختلف مدّات

کا ذکر کیا جن میں ایک مہمان خانہ اور مہمان داری کے لوازمات تھے۔ یا تو یہ وقت تھا کہ کبھی کبھار کوئی مہمان آ جاتا اور یا یہ سلسلہ روز بروز بڑھتا گیا۔ اسی سلسلہ میں آپ کو مکانات کی توسیع کا بھی الہام ہوا جو کثرت سے مہمانوں کے آنے پر دلالت کرتا تھا ان بشارات کے نتیجہ میں ۱۹۰۱ء میں **بیس ہزار** کے قریب مہمان آئے جیسا کہ الحکم مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۰۲ء میں مَیں نے شائع کیا کہ **سال بھر میں آنے والوں کی تعداد بیس ہزار سے کم نہیں** گویا اوسطاً ڈیڑھ ہزار مہمان ماہانہ آتے جاتے رہے اور لنگر خانہ کی ضروریات کے علاوہ مہمان خانہ کی ضروریات مزید برآں اس لئے آپ نے الٰہی سلسلوں کے آئین وطرزِ عمل کے موافق ۵ / مارچ ۱۹۰۲ء کو یہ اعلان شائع کیا۔ اس بات سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیے الٰہی سلسلے تربیت انسانی کے لئے انصار اللہ کو پکارتے ہیں تا کہ وہ صحیح طریق عمل انفاق فی سبیل اللہ کا سمجھ لیں اور ان کے دل سے مال کی قیمت باقی نہ رہے ورنہ الٰہی سلسلے محتاج نہیں ہوتے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

لنگر خانہ کے انتظام کے لئے

چونکہ کثرت مہمانوں اور حق کے طالبوں کی وجہ سے ہمارے لنگر خانہ کا خرچ بہت بڑھ گیا ہے اور کل میں نے جب لنگر خانہ کی تمام شاخوں پر غور کر کے اور جو کچھ مہمانوں کی خوراک اور مکان اور چراغ اور چار پائیاں اور برتن اور فرش اور مرمت مکانات اور ضروری ملازموں اور سقّا اور دھوبی اور بھنگی اور خطوط وغیرہ ضروریات کی نسبت مصارف پیش آتے رہتے ہیں۔ ان سب کو جمع کر کے حساب لگایا تو معلوم ہوا کہ ان دنوں میں آٹھ سَو ۸۰۰ روپیہ اوسط ماہواری خرچ ہوتا ہے۔ اس خرچ کے لئے خاص خدا تعالیٰ نے ہی ایسے اتفاقات پیش کئے کہ اب تک ہمیں محض خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت سے کوئی فاقہ نہیں آیا۔ مگر چونکہ ہر ایک امر جس کے ساتھ کوئی انتظام نہیں موجب ابتلا ہوتا ہے۔ اور سلسلہ غموں کا اندازہ سے زیادہ بڑھ جاتا ہے۔ اس لئے اس پُر تشویش وقت میں کہ جب

کہ آمدن مستقل طور پر ساٹھ روپیہ ماہواری بھی نہیں اور خرچ آٹھ سو روپیہ ماہواری سے کم نہیں۔ کوئی انتظام تَوَکُّلًا عَلَی اللّٰہ ضروری ہے۔ بالخصوص جبکہ قحط کے دن بھی شدت کرتے جاتے ہیں اور طاعون کے دن بھی ہیں اس لئے میں نے سخت گھبراہٹ کے وقت میں بلحاظ ہمدردی اس جماعت کی جس کو میں اپنے ساتھ رکھتا ہوں اس انتظام کو اپنا فرض سمجھا۔ اور نیز اس خیال سے بھی کہ عمر کا اعتبار نہیں لہٰذا میں چاہتا ہوں کہ غرباء اور ضعفاء کی ایک جماعت میرے ساتھ رہے جو میری باتوں کو سنے اور سمجھے۔ اگرچہ ہمارے سلسلہ کے ساتھ اور مصارف بھی لگے ہوئے ہیں لیکن میں سنت انبیاء علیہم السلام کے مطابق سب سے زیادہ اس فکر میں رہتا ہوں کہ ایک گروہ حق کے طالبوں کا ہمیشہ میرے پاس رہے۔ اور نیز دور دور سے لوگ آویں اور اپنے اپنے شبہات پیش کریں اور میں ان شبہات کو دور کروں۔ اور نیز ایسے لوگ آویں جو خدا تعالیٰ کی راہ مجھ سے سیکھنا چاہتے ہیں۔ اور نیز یہ کہ جو کچھ میں لکھوں وہ کتابیں چھپتی رہیں۔ اگرچہ ہمارے ساتھ مدرسہ کا بھی تعلق ہے اور اس کا انتظام خرچ بھی ابھی ناقص اور بالکل ناقابل اطمینان ہی ہے۔ اور میں یہ بھی خوب جانتا ہوں کہ جو لڑکے اس مدرسہ میں پڑھیں گے وہ نسبتاً کچھ نہ کچھ سچائی اور دین داری اور پرہیزگاری اور نیک چلنی کی راہ سیکھیں گے لیکن ان میں اور ہم میں بڑے پہاڑ اور کانٹے اور شوردار دریا ہیں۔ بہت تھوڑے ہیں جو ان سب کو چیر کر ہم تک پہنچ سکتے ہیں ورنہ عموماً سب پڑھنے والے دنیا کے لئے مر رہے ہیں اور اس کتا کی مانند ہیں جو ایک دفن کئے ہوئے مردار کی مٹی اپنے پیروں سے کھودتا ہے اور جب وہ مردار ننگا ہو جاتا ہے تو اسے کھاتا ہے۔ اسی طرح اُن پڑھنے والوں میں بڑا گروہ تو ایسا ہی ہے کہ اُس مردار کی تلاش میں ہیں اور جب وہ مردار انہیں مل گیا تو پھر ہم کہاں اور وہ کہاں۔ آخر انہیں باپوں کے وہ فرزند ہیں جنہوں نے دنیا کو قبول کر رکھا ہے۔ کیا ہم سمجھ سکتے ہیں کہ وہ دنیا کو تین طلاق بھیج کر ہماری راہ پر چلیں گے اور ہمارے سلسلہ کے

لئے اپنی عمریں وقف کر دیں گے۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہمارا کانشنس ہرگز اس بات کو
قبول نہیں کرتا بلکہ اکثر لڑکے اپنی دنیا کے لئے ہی مرتے ہیں اور جب اس قدر کوئی
ڈگری حاصل کر لیں گے کہ جس سے وہ نوکر ہو سکیں تب وہ فی الفور روحانی تناسخ کو قبول
کر کے ایک اور جُون میں آ جائیں گے بھلا جوش جوانی کی ہزاروں ظلمتوں اور جذبات
سے باہر آنا سہل بات ہے یا ہر ایک کا کام ہے نہیں بلکہ نہایت ہی مشکل ہے۔ لیکن میری
امیدیں اُن غریبوں پر بہت ہیں جو نہ بی۔اے بننا چاہتے ہیں اور نہ ایم۔اے۔ بلکہ
بقدر کفایت معاش دنیا اختیار کرتے ہیں اور ان کے دلوں میں ہر دم یہ خلش ہے کہ کسی
طرح ہم نیک انسان بن جائیں اور خدا ہم سے راضی ہو۔ سو وہ ہدایت پانے سے بہت
قریب ہیں کیوں کہ ان کے خیالات میں تفرقہ نہیں ہے وہ میرے پاس رہ کر ہر روز تازہ
بتازہ ہدایت پا سکتے ہیں۔ سو انہیں کا سب سے زیادہ مجھے فکر ہے کیوں کہ ہم عمر کا بہت
سلسلہ طے کر چکے ہیں اور تھوڑا باقی ہے۔ اسی اطمینان کے حاصل کرنے کے لئے میں یہ
اشتہار شائع کرتا ہوں۔ یہ اشتہار کوئی معمولی تحریر نہیں بلکہ ان لوگوں کے ساتھ جو مرید
کہلاتے ہیں یہ آخری فیصلہ کرتا ہوں۔ مجھے خدا نے بتلایا ہے کہ میرا انہیں سے پیوند ہے
یعنی وہی خدا کے دفتر میں مرید ہیں جو اعانت اور نصرت میں مشغول ہیں۔ مگر بہتیرے
ایسے ہیں کہ گویا خدا تعالیٰ کو دھوکا دینا چاہتے ہیں۔ سو ہر ایک کو چاہیے کہ اس نئے انتظام
کے بعد نئے سرے عہد کر کے اپنی خاص تحریر سے اطلاع دے کہ وہ ایک فرض حتمی کے
طور پر اس قدر چندہ ماہواری بھیج سکتا ہے۔ مگر چاہیے کہ اس میں لاف گزاف نہ ہو جیسا
کہ پہلے بعض سے ظہور میں آیا کہ اپنی زبان پر وہ قائم نہ رہ سکے۔ سو انہوں نے خدا کا
گناہ کیا جو عہد کو توڑا۔ اب چاہیے کہ ہر ایک شخص سوچ سمجھ کر اس قدر ماہواری چندہ کا
اقرار کرے جس کو وہ دے سکتا ہے گو ایک پیسہ ماہواری ہو۔ مگر خدا کے ساتھ فضول گوئی
اور دروغگوئی کا برتاؤ نہ کرے۔ ہر ایک شخص جو مرید ہے اس کو چاہیے جو اپنے نفس پر کچھ

ماہواری مقرر کر دے خواہ ایک پیسہ ہو اور خواہ ایک دھیلہ۔ اور جو شخص کچھ بھی مقرر نہیں کرتا اور نہ جسمانی طور پر اس سلسلہ کے لئے کچھ بھی مدد دے سکتا ہے وہ منافق ہے۔ اب اس کے بعد وہ سلسلہ میں رہ نہیں سکے گا۔ اس اشتہار کے شائع ہونے سے تین ماہ تک ہر ایک بیعت کرنے والے کے جواب کا انتظار کیا جائے گا کہ وہ کیا کچھ ماہواری چندہ اس سلسلہ کی مدد کے لئے قبول کرتا ہے اور اگر تین ماہ تک کسی کا جواب نہ آیا تو سلسلہ بیعت سے اُس کا نام کاٹ دیا جائے گا اور مشتہر کر دیا جائے گا۔ اگر کسی نے ماہواری چندہ کا عہد کر کے تین ماہ تک چندہ کے بھیجنے سے لاپرواہی کی اس کا نام بھی کاٹ دیا جائے گا۔ اور اس کے بعد کوئی مغرور اور لاپروا جو انصار میں داخل نہیں اس سلسلہ میں ہرگز نہیں رہے گا۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی

الـــــــــــــــــمشتهــــــــــــــــــر

میرزا غلام احمد مسیح موعود از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۵؍مارچ ۱۹۰۲ء

تتـــــــــــــمّـــــــــــــــــه

یاد رہے کہ مدرسہ کا قیام اور بقا بھی چونکہ بہت سے مصالح پر مبنی ہے لہٰذا از بس ضروری ہے کہ حسبِ استطاعت ہر شخص اس کے لئے بھی ایک ماہوار رقم اپنے اوپر لازم کر لے۔ اور یہ بات میں پھر دوبارہ یاد دلا دیتا ہوں کہ ہر شخص اپنی حالت اور استطاعت کو دیکھ کر چندہ مقرر کرے۔ ایسا نہ ہو کہ تھوڑی دیر کے بعد اسے فوق الطاقت بوجھ سمجھ کر ملول ہو جائے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ گنہگار ٹھہرے گا اور اس تجدید اور تعیین چندہ کی سب درخواستیں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کے پاس آنی چاہئیں۔ یہ بھی واضح رہے کہ صدقات اور زکوٰۃ اور اس طرح کی ہر ماہ کا روپیہ بھی یہاں آنا چاہیے۔

(تبلیغ رسالت جلد ۱۰ صفحہ ۴۷ تا ۵۰۔ مجموعہ اشتہارات جلد ۲ صفحہ ۵۵۴ تا ۵۵۷ طبع بار دوم)

کچھ جھوٹے مدعی الہامات مقابلہ میں ناکام

ایک کاذب خلیفۃ المسیح ابن مریم

سنت اللہ یہ بھی ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے اس کے مقابلہ میں بعض جھوٹے مامور ومرسل بھی پیدا ہوجاتے ہیں اور وہ اپنی ماموریت کے اعلان اور بعض فرضی الہامات بھی پیش کرتے ہیں خود حضرت نبی کریم ﷺ کے عصرِ سعادت میں مُسَیلمہ کذّاب جیسے شورہ پشت کھڑے ہوئے اور آخر قہر الٰہی کی بجلی نے انہیں ہلاک کر دیا اور وہ ناکام اور نامراد ہمیشہ کے لئے ہر زبان پر کذّاب کا خطاب لے کر فوت ہوئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے عہد سعادت میں بھی بعض جھوٹے مسیح پیدا ہوئے اور انہوں نے بڑی بڑی لاف زنیاں کیں مگر مقابلہ میں **خائب وخاسر ہوکر دنیا سے اٹھے**۔ اُن میں بعض ایسے بھی تھے جنہوں نے اوّلاً حضرت اقدس کی صداقت کو تسلیم کیا اور جب انہیں ان کی بیہودگیوں پر متنبہ کیا تو جھوٹے دعویٰ کر کے ہلاک ہو گئے۔ اس ملک میں بھی اور اس کے باہر انگلستان اور امریکہ میں بھی جن کا ذکر دوسری جگہ آتا ہے ان میں سے ایک شخص فضل حق نامی مقابلہ میں اترا اور اس نے اعلان کیا کہ میں **مسیح ابن مریم کا خلیفہ ہوں** چونکہ وہ ایبٹ آباد میں امام مسجد تھا اور مولوی بھی تھا اس لئے مولوی محمد یامین صاحب ساکن داتہ نے (جو حضرت اقدس کے ایک مخلص مرید تھے) اس کو پچھاڑ دیا۔ وہ بٹالہ تک بھی آیا مگر قادیان آنے کا حوصلہ نہ ہوا۔ بٹالہ میں جماعت کے ایک دوسرے مخلص نوجوان حضرت شیخ عبدالرشید صاحبؓ نے بھی بھگا دیا۔ اس نے ایک اشتہار شائع کیا اور اس کے جواب میں مولوی محمد یامین صاحب مغفور نے مندرجہ ذیل جواب شائع کیا۔

اعلان بجواب بشارت خلیفہ مسیح ابن مریم

ناظرین کو معلوم ہو کہ مولوی فضل حق صاحب امام مسجد ایبٹ آباد ضلع ہزارہ نے ایک اشتہار بعنوان بشارت شائع کیا ہے جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ ۲۷ رمضان المبارک کو مسیح ابن مریم علیہ السلام نے معرفت حضرت خضر مجھے یہ بشارت دی ہے کہ میں (عیسیٰ بن مریم) تجھ کو (فضل حق) واسطے ابطال دعویٰ مرزا قادیانی کے مامور کرتا ہوں اور ۱۰ زبردست نشان تجھ کو عطا کرتا ہوں کہ جن کے ذریعہ سے تو مرزا قادیانی کو مغلوب کر دے گا اور خضر تیرے ساتھ ہوگا۔ ان کی ماننا۔ مختصراً اب میں اس خلیفہ ابن مریم کی خدمت میں دست بستہ التماس کرتا ہوں کہ یہ عاجز بھی اپنے آپ کو مسیح ابن مریم موعود قادیانی کا خلیفہ جانتا ہے۔ پس خلیفہ کا مقابلہ خلیفہ سے ہونا چاہیے نہ کہ ایک طرف خود مامور من اللہ مسیح ابن مریم اور دوسری طرف مامور ابن مریم ؏

چہ نسبت خاک را بعالمِ پاک

خلیفہ صاحب چھوٹا منہ بڑی بات بہت ہی ناموزوں ہوا کرتی ہے اپنی بساط سے پاؤں بڑھانا عِنْدَ الْعُقَلَاء جائے شرم ہے۔ پس کوئی حق نہیں کہ آپ حضرت قادیانی مامور ربّانی کو مخاطب کر سکیں پہلے ہم سے نبٹ لو اس مسیح موعود کا خلیفہ داتہ میں آپ سے بفاصلہ سات میل موجود ہے اور آپ کی اس دعوت کو بسر و چشم منظور کرتا ہے آپ کو لازم ہے کہ دس نشان اور بھی مسیح ابن مریم سے مانگ لیں اور کوئی قریب تاریخ آپ ہی مقرر کر دیں اور مقام مقابلہ جامع مسجد سری نگر کشمیر ہی ہے اور کوئی جگہ منظور نہیں سب سے ضروری اور تصفیہ طلب بات یہ ہے کہ اگر آپ کے نشانات خارق عادت ثابت نہ ہوں بلکہ وہ مسمریزم اور شعبدہ بازی کے ثابت ہوں تو کیا آپ اپنی خلافت ابن مریم سے توبہ کر کے مامور من اللہ حضرت مسیح موعود کے ہاتھ پر بیعت کر لیں گے یہ اقرار نامہ جلدی شائع کر کے روانہ کشمیر ہو جائیں اور میرا بھی یہی اقرار ہے کہ اگر آپ وہ دس نشان خارق عادت کے طور پر دکھا دیں گے تو میں اسی میدان میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لوں گا۔ امید کہ آپ زیادہ تاخیر نہ

فرماویں گے جلدی اس فرض خلافت کوادا کر کے اپنے آپ کو سبکدوش فرماویں۔ اگر ۲۰؍فروری تک آپ کی طرف سے کوئی اشتہار نشان نمائی نہ نکلا اور ہمیں یقین ہے ہرگز نہ نکلے گا تو یاد رکھیں کہ آپ کاذب ہیں اور آپ کو اس وعید سے ڈرنا چاہیے جو قرآن مجید میں کاذبوں کے حق میں وارد ہے اَلَا لَعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ اور اُس بُرے انجام سے ڈریں جو صادقوں کے مقابلہ میں کاذبوں کا ہوا۔ ابلیس، نمرود، ہامان، شدّاد، ابوجہل، مسیلمہ کذّاب، علماء یہود وغیرہ وغیرہ نام آپ کو یاد ہوں گے۔

وَالسَّلَامُ عَلٰى مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰى.

المعلن کمترین محمد یامین احمدی از دانہ ضلع ہزارہ ڈاکخانہ

۲۷؍جنوری ۱۹۰۲ء

پیسہ اخبار اور فضل حق

پیسہ اخبار جو ہمیشہ نیش زنی کرنے میں پیش پیش رہا ہے اور بالآخر ایک ذلت آفرین واقعہ پیش آیا اور مامور من اللہ کی توہین و ہتک کا مزا خود اپنے ہاتھوں چکھا۔ اس نے ایسے فرضی اور جھوٹے خلیفہ مسیح ابن مریم کی حمایت میں ایک نوٹ شائع کیا اور اسے نوٹس قرار دیا۔ راقم الحروف مجبور ہوا کہ اسے ترکی بترکی جواب دے چنانچہ میں نے جواب دیا۔

بدگہر از خطا خطا نہ کند

پیسہ اخبار کی یہ شرمناک پالیسی کہ وہ خواہ مخواہ حضرت حُجَّةُ اللّٰهِ عَلَى الْاَرْضِ مسیح موعود اَدَامَ اللّٰهُ فُيُوْضَهُمْ کی مخالفت کرتا ہے۔ حقیقت میں ع

مہ نور می فشاند و سگ بانگ مے زند☆

کی مصداق ہے چنانچہ اس کا تازہ ثبوت اس کی ۸؍فروری سنہ رواں کا پیسہ اخبار ہے جس میں اس نے صفحہ ۷ پر کسی فضل حق کا ایک اشتہار غالباً بدوں اجرت شائع کیا ہے ہم کو اس پر کوئی اعتراض

☆ترجمہ۔ چاند نور پھیلاتا ہے اور کتا بھونکتا ہے۔

کرنے کی ضرورت نہیں کہ اس نے یہ اعلان کیوں شائع کیا؟ مگر ہاں ہم یہ ضرور کہتے ہیں کہ اس اشتہار کا عنوان جو پیسہ اخبار نے ہر فرعونے راموسیٰ تجویز کیا ہے۔ یہ ضرور اس کے خُبثِ بَاطن کی دلیل ہے اور اس مُلّایانہ عِناد اور ضد کو ظاہر کرتا ہے جو اسے حضرت مسیح موعود سے ہے گویا پیسہ اخبار کا مسلمان ایڈیٹر اس عنوان میں فضل حق کو موسیٰ قرار دیتا ہے حالانکہ نہ فضل حق کا یہ دعویٰ ہے اور نہ اس موسویت کا ثبوت؟ کوئی ثبوت پیسہ اخبار کے پاس؟ پھر مسلمان کہلا کر ایسی بیہودہ حرکت کرنا عَنِ اللَّغْوِ مُعْرِضُوْن کی شان سے دور ہونا نہیں تو کیا ہے؟

پیسہ اخبار جو اپنی گزشتہ اشاعت میں عیسائیوں کے لاہوری ماہواری رسالہ پر اعلیٰ درجہ کا تعریفی ریمارک کرتا ہے اور یوں اپنی اسلامی غیرت کا ثبوت دیتا ہے اسلام سے جس قدر واقف ہے ہمیں اس کا خوب علم ہے اور ہم دعویٰ سے کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود کی تصنیفات اس نے نہیں پڑھی ہیں پھر یہ کیسی بے حیائی ہے کہ دریدہ دہن ہو کر وہ حضرت مسیح موعود کے دعاوی پر لکھنے کے لئے قلم اٹھاتا ہے بحالیکہ وہ مسلمان کہلاتا ہے اور قرآن شریف اسے ہدایت کرتا ہے لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ [1] پھر خدا تعالیٰ کے ایک مامور و مرسل کو فرعون کہنے کی جرأت کرنا ایک مسلمان، خدا ترس مسلمان، عاقبت اندیش مسلمان کی شان سے ضرور بعید ہے گو پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کے نزدیک ایک معمولی بات ہے۔ ہمیں زیادہ تر افسوس اس بات پر ہے کہ پیسہ اخبار کا ایڈیٹر جو ہندوؤں سے ربط ضبط بڑھانے کے لئے کانگریس کی تائید بھی ضرورتاً کر دیا کرتا ہے اپنے فرض منصبی کے لحاظ سے بھی اس الزام کو دور نہیں کر سکتا کہ وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف مضامین شائع کرنے کی تو دلیری کرتا ہے لیکن جب اس کی تردید اس کے پاس بھیجی جاوے تو وہ اسے ہرگز نہیں چھاپتا اور ہمیں بارہا اس کا تجربہ ہوا ہے۔ خود ہم نے اور ہمارے احباب نے پیسہ اخبار کی اس قسم کی بیہودگیوں پر اسے بیدار کرنے والے مضامین لکھے ہیں جو اس نے شائع نہیں کئے اور مجبوراً دوسرے اخبارات میں انہیں شائع کرانا پڑا۔ حالانکہ ایک آزاد اخبار نویس کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ کبھی بھی اپنی رائے کی

---

[1] بنی اسرائیل: ۳۷

پاسداری کی پرواہ نہ کرے............ جب کہ اس کی کمزوری اور بیہودگی دلائل اور واقعات کی رو سے ثابت کر دی جاوے۔ہم دیکھیں گے کہ پیسہ اخبار آئندہ کے لئے اس اصول کی کہاں تک پروا کرتا ہے سر دست ہم اسے اسلامی ہمدردی کی رو سے سمجھاتے ہیں کہ وہ اپنے اس طرز کو بدل دے اور خدا تعالیٰ سے ڈر کر قلم اٹھایا کرے جب تک وہ حضرت مسیح موعود کی ساری تحریروں کو نہ پڑھ لے اُن پر نکتہ چینی کرنے کا اسے کوئی حق شرعاً ،عرفاً ،اخلاقاً حاصل نہیں ہے اور یا تو وہ اس قسم کے مضامین جو محض دلآزاری کے لئے غلط بیانیوں کے سلسلہ میں شائع کئے جاتے ہیں شائع نہ کیا کرے یا وہ تحریریں بھی ضرور شائع کرے جو ان کی تردید میں اس کو بھیجی جاویں۔فی الحال ہم اس پر اکتفا کرتے ہیں اور محض خیر خواہی کی بناء پر اسے یہ رائے دیتے ہیں ورنہ پیسہ اخبار کو یاد رہے کہ اس کی اس انانیت اور شیخی کو توڑنے کے لئے ہم بفضلہٖ تعالیٰ ہر فرعونے را موسیٰ کی مثال عملی رنگ میں اسے سمجھا دیں گے ؎

نصیحتے کنمت و بشنود بہانہ مگیر☆
کہ ہر چہ ناصح مشفق گویدت بپذیر

چراغ دین جمونی کا انجام

جیسا کہ میں نے اوپر اشارہ کیا ہے کہ بعض لوگ اس سلسلہ میں مرتد ہو کر الہام کا دعویٰ کر کے مقابلہ میں آئے اور ہلاک ہو گئے ان میں سے ایک شخص چراغ دین نام کا جموں کا باشندہ تھا وہ حضرت اقدس کے سلسلہ بیعت میں داخل ہوا اور پھر شامتِ اعمال سے ارادت کے مقام سے گر گیا اور پھر توبہ کی۔حضرت اقدس نے حقیقۃ الوحی میں اقسام وحی میں ایک تیسری قسم کا ذکر کیا ہے اور یہ تیسری قسم ظن سے آگے نہیں لے جا سکتی بلکہ اکثر شیطانی القا ہوتے ہیں۔فرمایا۔

”پہلی قسم وحی یا خواب کی محض علم الیقین تک پہنچاتی ہے.................. یہ علم ایک عقل مند کو اس کے ظنون سے رہائی نہیں بخش سکتا اور اُس کو کوئی ترقی نہیں دے سکتا بلکہ صرف ایک خیال ہے جو اپنے ہی دماغ میں پیدا ہوتا ہے۔پس اس علم کی حد تک اُن

☆ترجمہ۔میں ایک نصیحت کرتا ہوں۔سنو اور بہانہ نہ بناؤ جو کچھ مشفق ناصح تجھ سے کہے اس کو قبول کر۔

لوگوں کی خوابیں اور الہام ہیں **جو محض دماغی بناوٹ کی وجہ سے** اُن کو آتی ہیں۔ کوئی عملی حالت اُن میں موجود نہیں۔ یہ تو علم الیقین کی مثال ہے۔ اور جس شخص کی خواب اور الہام کا سرچشمہ یہی درجہ ہے اُس کے دل پر اکثر شیطان کا تسلط رہتا ہے اور اس کو گمراہ کرنے کے لئے وہ شیطان بعض اوقات ایسی خوابیں یا الہام پیش کر دیتا ہے جن کی وجہ سے وہ اپنے تئیں قوم کا پیشوا یا رسول کہتا ہے اور ہلاک ہو جاتا ہے جیسا کہ جموں کا رہنے والا بدقسمت **چراغ دین** جو پہلے میری جماعت میں داخل تھا اسی وجہ سے ہلاک ہوا۔ اور اُس کو شیطانی الہام ہوا کہ وہ رسول ہے اور مرسلین میں سے ہے اور حضرت عیسیٰ نے اس کو ایک عصا دیا ہے کہ تا دجّال کو اس سے قتل کرے اور مجھے اس نے دجّال ٹھہرایا اور آخر اس پیشگوئی کے مطابق جو رسالہ دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء میں درج ہے مع اپنے دونوں لڑکوں کے طاعون سے جواناں مرگ مرا۔ اور موت کے دنوں کے قریب اس نے یہ مضمون بھی مباہلہ کے طور پر میرا نام لے کر شائع کیا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے خدا اس کو ہلاک کر دے سو وہ خود ۴؍ اپریل ۱۹۰۶ء کو مع اپنے دونوں لڑکوں کے طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ **فَاتَّقُوا اللّٰهَ يَا مَعْشَرَ الْمُلْهَمِيْن**،،۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۵۰، ۵۱)

اعلان حق نمبر ا

طاعون کا علاج

آسمانی نشان فی تائید مسیح الزمان

اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِہِمْ [1]

ملک پنجاب و ہندوستان کے لوگوں پر یہ امر مخفی نہیں کہ ان چند سال کے اندر آفت طاعون نے اس ملک میں کیا کچھ انقلاب کر دکھایا ہے جس شہر یا گاؤں یا گھر میں قدم رکھتی ہے صفائی کئے بغیر نہیں چھوڑتی۔ اس کے ہیبت ناک حملوں کے نظارہ سے دل کانپتے اور بدنوں پر لرزہ آتا ہے۔ یہ آسمانی بجلی کی طرح دنیا کو کھاتی جاتی ہے لوگ اپنے شہروں اور گھروں کو چھوڑ کر بھاگتے جاتے ہیں۔ عزیزوں اور اقارب میں تفرقہ ہو رہا ہے۔ دنیا کے دم میں دم نہیں رہا۔ مخلوق اپنے بچاؤ کی مختلف تدبیروں میں مشغول ہے مگر افسوس کہ اس کی اصل حقیقت اور علاج سے محض ناواقف ہیں۔

میرے دل میں ہمدردی بنی نوع کا ایک جوش ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس کا حقیقی اور قطعی اور یقینی علاج اس عاجز پر ظاہر فرمایا ہے اس لئے میرا دل وایمان و ہمدردی بنی نوع انسان مجھے مجبور کر رہی ہے کہ میں اس اصل علاج کو جو اس آفت کے دفعیہ کے لئے کافی وشافی ہے اور جس کے اندر دنیا کے بچاؤ کے اسباب موجود ہیں پبلک پر ظاہر کروں تا کہ جن کی قسمت میں اس سعادت سے حصہ لینا مقسوم ہے نجات پائیں۔

پس واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ قریباً عرصہ ایک سال سے اس عاجز پر کشفی☆ رنگ میں ظاہر فرما رہا ہے

☆ حاشیہ۔ میں اس جگہ اس بات کو بھی ظاہر کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ میرا یہ اعلان صرف میری اپنی طرف سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے کیونکہ اس نے مجھے حضرت امام الزمان مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت اور آپ کے اس متبرک زمانہ کے چگونگی حالات پر گواہی دینے کے لئے مامور فرمایا ہے جیسا کہ سورہ بروج آیت وَالْیَوْمِ الْمَوْعُوْدِ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ [2] کے مفہوم سے ثابت ہے کیونکہ یوم المَوْعُود یہی زمانہ ہے

[1] الرعد:۱۲ [2] البروج: ۳،۴

کہ یہ زمانہ روحانی قیامت یعنی صلح وصلاحیت کے زمانہ کا مقدمہ اور آغاز ہے جس کو اہل اسلام کے محاورہ میں فتح اسلام اور مسیحیوں کے نزدیک مسیح کے جلالی نزول اور اس کی بادشاہت کی طرف منسوب کیا جاتا ہے اور وہ ایسا زمانہ ہے کہ جس میں شیطانی تسلط اور دجالی فتنت دنیا سے اٹھائی جائے گی اور زمین روز روشن کی طرح خدا کے جلال کی معرفت سے معمور ہوگی اور حقیقی خدا پرستی ابدی راست بازی

بقیہ حاشیہ۔ اور مشہود سے مراد حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ ہیں اور شاہد وہ لوگ ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے جناب ممدوح کی صداقت پر گواہی دیں گے۔ اس لئے میں اپنے سچے دل سے خدا تعالیٰ کو حاضر وناظر جان کر یہ گواہی دیتا ہوں کہ بلاشک وشبہ حضرت اقدس مرزا صاحب خدا تعالیٰ کی طرف سے اس زمانہ کے لئے بحیثیت ماموریت منصب امامت پر مشرف ہیں اور جناب کی اطاعت خدا کی خوشنودی کا سبب اور مخالفت اس کے قہر وغضب کا موجب ہے لہٰذا دنیا کے زیادہ اطمینان کے لئے میں اپنے بعض رؤیا اور کشوف کو بھی اختصار کے ساتھ تحریر کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔

پس واضح رائے ناظرین ہو کہ عرصہ قریباً ۱۲ سال کا گزرا ہوگا کہ ایک رؤیا صالحہ میں اس عاجز نے دیکھا کہ ایک نُور ستون کی صورت پر آیا اور اس نے مجھے اپنے اندر ڈھانپ لیا اور میری حالت کو بدل ڈالا اور کلمہ توحید میری زبان پر جاری کر دیا۔ چنانچہ اس کے بعد ایک سال سے کچھ زیادہ عرصہ تک میں اللہ تعالیٰ کو مشاہدہ میں دیکھتا رہا اور جب وہ حالت کم ہونے لگی تو ایک رات میں نے رؤیا کی حالت میں خدا تعالیٰ کو دیکھا اور میں اس میں بالکل محو اور وصل ہو گیا۔ اور تمام روز اس کی لذت اور سرور میرے دل پر موجود رہا اور پھر بعد اس کے آج سے قریباً سات سال پہلے ایک رویا صالحہ میں اس عاجز نے ایک کثیر التعداد جماعت کو ایک مقام پر حضرت مسیح علیہ السلام کی انتظاری میں کھڑے اور آسمان کی طرف تاکتے ہوئے دیکھا کہ گویا اب ہی حضرت مسیح نزول فرمائیں گے اور یہ بھی دیکھا کہ نزول مسیح کے لئے ایک مینار بنانے کے تردد میں لگ رہے ہیں اور اس وقت مجھے ایک الہامی کتاب میں لکھا ہوا دکھایا گیا کہ وہ مینار جس پر مسیح نازل ہوگا چراغ دین یعنی اس عاجز کے ہاتھ سے بنایا جائے گا اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی مجھ پر ظاہر ہوا کہ گویا دنیا میں اس مینار کے بنانے کے لئے کوئی دوسرا شخص میرا ہم نام نہیں ہے اور پھر تقریباً عرصہ تین سال کے بعد رؤیا کی حالت میں تمام دنیا کی قومیں چڑیوں کی صورت پر آپس میں شور وغل کرتی ہوئی مجھے دکھائی گئیں اور جب میں ان کا نظارہ کر رہا تھا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام مجھ پر نازل ہوا (ان کو کہو اس طرف چلی آویں تا کہ ان کو آرام ملے) پھر اس کے بعد میں نے ایک دفعہ ایک رؤیا صالحہ میں دیکھا کہ صلحاء لوگوں کا ایک جلسہ منعقد ہوا اور اس عاجز کو اس میں شامل کیا گیا اور لوگ مجھے مبارکباد دیتے ہیں اور پھر ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ

امن وصلحکاری دنیا میں قائم ہوگی اور قوم سے قوم اور بادشاہ سے بادشاہ لڑائی کریں گے۔ مذہبی مخالفتیں تمام دنیا سے اٹھ جائیں گی اور اہل دنیا ایک ہی طریق و دین میں ہوکر صلح وصلاحیت کا کامل نمونہ ظاہر کریں گے اور قومیں جسمانی اور روحانی نعمتوں سے مالا مال ہوکر نہایت امن وچین کی حالت میں اپنی زندگی بسر کریں گی اور تمام جنگ وجدال فتن وفساد بغض وعداوت کفر ومعصیت رنج ومصائب دنیا

بقیہ حاشیہ۔ حضرت اقدس کے مخلص خدام کا جلسہ منعقد ہورہا ہے اور اس عاجز کو اس خدمت پر مامور کیا گیا کہ میں لوگوں کو حضرت اقدس مسیح کی بیعت کے لئے بلند آواز سے پکاروں اور جو آئے اس کو حضور پُر نور کی خدمت میں حاضر کروں اب ایک سال کا ذکر ہے کہ میں نے ایک رؤیا صالحہ میں دیکھا کہ مغرب کی طرف سے ایک روشنی آئی جس کا طولان کوسوں تک اور اونچان آسمان سے ملا ہوا تھا اور وہ روشنی سیدھی میری طرف آئی اور جس قدر نزدیک آتی تھی کم ہوتی جاتی تھی یہاں تک کہ جب میرے نزدیک پہنچی تو میں نے بجائے روشنی کے صرف واحد شخص کو دیکھا جس کے دونوں ہاتھوں میں نَعْلَیْن کی صورت پر دو اشیاء پکڑی ہوئی تھیں اور جب ان کو ہلاتا تھا تو وہ روشنی ان کے اندر سے نکلتی تھی چنانچہ اس شخص نے میرے قریب آکر نہایت جذبہ کے ساتھ پکارا کہ بیماروں کو حاضر کرو اس کے کہنے پر میں سرنگوں ہوگیا اور اس نے اس چیز کے ساتھ جو اس کے ہاتھ میں تھی میرے سر کو مسح کیا اور میں دیکھتا ہوں کہ میرے گلے میں قیدیوں کی طرح لوہے کی ایک ہیکل پڑی ہے جس کو میں اپنے دونوں ہاتھوں سے کھول رہا ہوں چنانچہ اس کے چند روز بعد پھر پہلے کی طرح کشفی حالت مجھ پر طاری ہوئی اور ایک ایسا سرور میرے دل پر طاری ہوا کہ گویا میں بادشاہ ہوں۔

چنانچہ اس سرور اور تموج کی حالت میں ایک روز کشفی طور پر میں خدا کے حضور پہنچایا گیا اور اس وقت مسیحی تعلیم یعنی انجیل کی حقیقت مجھ پر کھولی گئی اور مسیحیوں کی غلط فہمی پر آگاہ کیا گیا اور اس کے ساتھ یہ بات بھی ظاہر کی گئی کہ گویا اب مسیح موعودؑ (یعنی اس امت کا مسیح) اپنے جلالی نزول میں نازل ہونے پر ہے اور اس عاجز کو اس نزول کی منادی کرنے اور قوموں کو اُس کی بادشاہت میں شامل کرنے کی خوشخبری دینے کے لئے مامور فرمایا پھر اس کے چند روز کے بعد ایک رؤیا صالحہ میں مجھے دکھایا گیا کہ آسمان سے نصف چاند کی صورت پر نورانی اجرام تیرتے ہوئے نازل ہورہے ہیں اور میں اپنے ہاتھوں کو پھیلا کر حضرت امام الزمان کے لئے ان کو پکڑ رہا ہوں چنانچہ اسی رؤیا کے سلسلہ میں پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مقام پر یورپیوں کے لئے بہت سے مکانات تیار ہورہے ہیں اور ان کی ایک طرف ایک بزرگ یعنی حضرت اقدس تشریف رکھتے ہیں اور آپ کے گرداگرد ایک پردہ کھڑا ہے جس کے سبب حضرت موصوف باہر کی طرف سے دکھائی نہیں دیتے اور اس پردے کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ ان لوگوں کو جو تعمیر کے کام میں مصروف ہیں ڈانٹ رہے ہیں کہ جلدی کرو اگر کل تک یہ کام تیار نہ ہوگا تو تمہارا ٹھیکہ فسخ کیا جائے گا۔

سے اٹھائے جائیں گے۔ یہاں تک کہ شیر اور بیل بھیڑ اور بھیڑیا اب ایک ہی گھاٹ سے پانی پئیں گے۔ اس کا ثبوت قرآن شریف اور کتب مقدسہ میں موجود ہے۔

اب میں اس بات کو بھی ظاہر کر دیتا ہوں کہ وہ متبرک زمانہ جس کی تعریف کی گئی ہے عمر دنیا میں ساتواں ہزار ہے جو سبت کی طرح خدا کی بادشاہت یعنی صلح وصلاحیت کے لئے مخصوص ومقرر ہے

بقیہ حاشیہ۔ اسی اثناء میں اتفاقاً ایک ایسی ہوا چلی جس سے وہ پردہ جس کے اندر حضور تشریف رکھتے تھے گر گیا اور آپ کا نورانی وجود آفتاب کی طرح چمکتا ہوا نظر آنے لگا اور اس عاجز نے دیکھا کہ آپ کا چہرہ نہایت ہی خوبصورت اور روشن ہے گویا کہ حضور انور کے چہرہ سے نور ٹپک رہا ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی دیکھا کہ حضور کی پوشاک سر سے پاؤں تک نہایت سفید اور بــرّاق ہے تب میں نے آگے بڑھ کر سلام کیا اور آپ اس قدر مہربانی ومحبت کے ساتھ پیش آئے کہ مجھے کامل یقین ہو گیا کہ اب میں حضور کے منظور نظر ہو کر عطائے خدمت سے مشرف کیا گیا ہوں یہاں تک کہ میں دیکھتا ہوں کہ میری پوشاک بھی حضور کی پوشاک کی طرح سفید اور بــرّاق ہو گئی۔ اور ایسا ہی ایک بزرگ نے بعد توجہ اس عاجز کے حق میں یہ رؤیا دیکھی تھی کہ ایک تالاب ہے اور اس کے درمیان ایک پختہ عمارت ہے جس کے اندر سے ایک شعلہ روشنی کا نکل رہا ہے اور وہ بزرگ کہتا ہے کہ میں اس تحقیق کے لئے کہ یہ روشنی کس چیز سے ظاہر ہو رہی ہے اس مکان کے دروازہ پر گیا۔ تو اس کے اندر اس خاکسار کو پایا۔ حاصل کلام ایسے ہی اور بھی بہت سی رؤیا اور کشوف ہیں جن کا لکھنا موجب طوالت ہے مگر یہ بات خوب یاد رکھنے کے قابل ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے رؤیا کشوف وغیرہ کی وساطت سے اس عاجز پر بخوبی ظاہر وثابت کر دیا ہے کہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے روحانی ناصروں میں سے ایک ہوں جیسا کہ حضور کو ابتدائے دعویٰ مسیحیت کے وقت ایک رؤیا صالحہ میں وہ ناصر دکھائے گئے تھے۔ جن کی تصدیق حدیث نبوی صلعم سے ظاہر ہوتی ہے کہ مسیح موعود دو فرشتوں یا مردوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھ کر نازل ہوں گے سو میری رؤیا وکشوف جن کا ذکر اختصار کے طور پر پہلے کیا گیا ہے اس بات کو بخوبی ثابت کرتے ہیں کہ ان دو ناصروں میں سے جن کا ذکر حدیث نبوی اور حضرت اقدس کی رؤیا مبارکہ میں ہے ایک کا مصداق یہ عاجز ہے اس وجہ سے کہ اول تو مجھے ایک الہامی کتاب میں لکھا ہوا دکھایا گیا کہ وہ مینار جس پر مسیح نازل ہو گا اس عاجز کے ہاتھ سے بنایا جائے گا۔

دوم کشفی حالت میں خدا نے مجھے مسیح کے جلالی نزول کی منادی کرنے اور قوموں کو اس کی بادشاہت میں شامل ہونے کی خوشخبری دینے کے لئے مامور فرمایا۔ **سوم** خدا تعالیٰ نے اپنے الہام کے ذریعہ سے مجھے قوموں کو طاعون سے نجات کی طرف بلانے کے لئے حکم دیا۔ **چہارم** آسمان سے نورانی اجرام نشان کے طور پر خدا تعالیٰ نے حضرت امام الزمان کی تائید میں اس عاجز کے ہاتھ پر نازل فرمائے۔ **پنجم** حضور کی طرف سے آپ کی خدمت اور مختارکاری کا

اور یہ بات بھی مجھ پر ثابت ہو چکی ہے کہ یہ صدی چھٹویں ہزار کا اختتام ہے اس لئے اس روحانی قیامت کی تیاری کے لئے جو کچھ انقلاب وقوع میں آنے والا ہے اسی صدی میں پورا کیا جاوے گا۔ پس اس عظیم الشان اور کامل روحانی انقلاب کی تیاری کے واسطے خدا تعالیٰ نے دو طرح کا انتظام فرمایا ہے۔ایک جمالی دوسرا جلالی۔ جمالی تو یہ ہے کہ اس نے اپنی سنت قدیمہ کے مطابق جیسا کہ وہ ہر ایک زمانہ میں دنیا کی ہدایت وصلاحیت کے لئے اپنے بندوں میں سے بعض کو مامور ومبعوث فرماتا رہا ہے اس زمانہ میں بھی اپنے ایک خاص بندہ کو جن کا نام نامی واسم گرامی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہے۔منصبِ امامت عطا کر کے مامور ومبعوث فرمایا ہے تا کہ آپ کے زیر سایہ دنیا ہدایت واطاعت میں رہ کر اُس پاک روحانی تبدیلی کا نور جس کا حصول روحانی قیامت کی تیاری کے لئے ضروری ہے اپنے اندر پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کی اس پُر امن و بابرکت بادشاہت میں جس کا ذکر کیا گیا ہے اور جس میں کسی ناپاک اور شریر کا گزر نہیں ہوسکتا داخل وشامل ہونے کے لائق ٹھہرے۔

اور دوسرا نظام خدا تعالیٰ کا جلالی اور قہری حربہ جس سے مراد طاعون اور قحط ہے تا کہ جو لوگ اس جمالی نظام سے اصلاح پذیر نہ ہوں اس جلالی حربہ سے ہلاک یا متنبہ کئے جائیں جیسا قدیم سے

بقیہ حاشیہ۔منصب عطا ہوا۔ ششم حضور کی بیعت کے لئے قوموں کو دعوت کرنے کی خدمت عطا فرمائی گئی اب ان تین دلائل کے بعد شک کرنے کا کونسا محل ہے کہ میں حضور کے ناصروں میں سے جن کا ذکر حدیث شریف اور رؤیا صالحہ میں ہے ایک کا مصداق نہ ہوں ہرگز نہیں ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ابھی تک میں اپنے اندر مالی یا علمی ایسی استعداد نہیں دیکھتا جس سے میں اپنی تئیں معقولی پیرایہ میں حضرت موصوف کا ناصر قرار دے سکوں کیونکہ یہ عاجز ان دو۲ باتوں میں ابھی تک بے سروسامان اور تہی دست ہے لیکن خدا تعالیٰ کے ان وعدوں اور تسلیوں پر جو مجھے دیئے گئے ہیں ایمان رکھتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا بلکہ میں کامل یقین سے کہتا ہوں کہ جب تک وہ خدمت جو اس عاجز کے حصہ میں مقرر ہے پوری نہ ہو اس دنیا سے اٹھایا نہ جائے گا کیونکہ خدا تعالیٰ کے وعدے ٹل نہیں جاتے اور اس کا ارادہ رک نہیں سکتا۔اس لئے میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جلالی نزول کا رسول ہوں اور وہ یہ ہے کہ اب تک حضرت مسیح موعود کا جمالی نزول تھا اور اب سے جلالی شروع ہوگا یعنی پہلے لوگوں کو جمالی پیرایہ میں نرمی سے سمجھایا جاتا تھا مگر اب خدا تعالیٰ اپنے جلالی اور قہری حربہ کے ساتھ متنبہ کرے گا اور اسی امر کی منادی کے لئے میں مامور ہوں۔ منہ ۱۲

سنت اللہ چلی آتی ہے کہ ہر ایک روحانی انقلاب کے لئے پہلے مامور آتے رہے ہیں اور جب قوم ان کی تکفیر وتکذیب میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو ان پر عذاب آ جاتا رہا۔ جس کی نظیریں قرآن شریف کتب مقدسہ میں بکثرت موجود ہیں۔ چنانچہ اسی طرح اب بھی وقوع میں آیا کہ جب حضرت اقدس نے تبلیغ اور حجت اللہ کو دنیا پر پورا کیا اور اپنے دعویٰ ماموریت کو ہر ایک پہلو سے جیسا کہ حق تھا ثابت کر دکھایا۔ لیکن دنیا ان کی تکفیر وتکذیب سے باز نہ آئی تو خدا تعالیٰ نے اپنی سنت قدیم کے مطابق اس زمانہ کے لوگوں کے لئے آسمان سے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ انبیاء علیہم السلام کے مخالفوں کی طرح آپ کے مکذّبین کے لئے بھی ایک بلا نازل فرمائی سو وہ یہی طاعون ہے جو دنیا کو کھا جانے والی آگ کی طرح بھسم کرتی جاتی ہے۔ دیکھو حدیث نبویؐ میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اس کثرت سے طاعون پڑے گی کہ زمین مُردوں سے بھر جائے گی اور انجیل مقدس کتاب مکاشفات باب ۱۶ میں لکھا ہے کہ نزول مسیح کے زمانہ میں خلقت برے اور زبون پھوڑے کی آفت سے جس سے مراد طاعون ہے ہلاک ہوگی علاوہ ازیں قرآن کریم بڑی شدّ ومد کے ساتھ آخری زمانے میں قوموں کے ہلاک ہونے کی خبر دیتا ہے جیسا کہ فرمایا۔ وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا [1] اور ایسا ہی سورہ دخان میں فرمایا۔ فَارْتَقِبْ يَوْمَ تَاْتِى السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ يَّغْشَى النَّاسَ ؕ هٰذَا عَذَابٌ اَلِيْمٌ الخ [2] اور فرمایا۔ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ [3] یعنی انتظار کرو اس دن کی کہ لاوے آسمان، دھواں ڈھانک لے گا لوگوں کو، یہ ہے عذاب درد دینے والا۔ جس دن پکڑیں گے ہم پکڑنا سخت تحقیق ہم بدلہ لینے والے ہیں۔ اور اسی طرح سورہ قیامت میں فرمایا۔ فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۟الْمُسْتَقَرُّ [4] یعنی چاند اور

---

[1] بنی اسرائیل: ۵۹　[2] الدخان: ۱۱، ۱۲　[3] الدخان: ۱۷　[4] القیٰمۃ: ۸ تا ۱۳

سورج کو جب ایک ہی مہینے یعنی رمضان میں گہن ہوگا تو لوگ اس کے بعد بھاگنے کی جگہ ڈھونڈیں گے اور نہ پاویں گے۔ سوائے اس کے کتب مقدسہ میں بھی اس زمانہ کے متعلق بہت سی پیشن گوئیاں موجود ہیں۔ دیکھو یسعیاہ باب۔۴، ۱۵/۶۶ اور ۵۰ زبور ۳ آیت۔ و دانی ایل ب ۱۳۔ حزقی ایل ۱۵۔ ۲۸/۳۷ و حبقوق ۳۔ صفنیاہ ۳ میکاہ ۴۔ متی ۱۳/۴۰ و ۱۵۔ ۲۴/۳۱۔ مکاشفات ۱۶۔ ۱۵ ان کتابوں میں اس زمانہ کا پورا اور کامل فوٹو موجود ہے۔

ہاں اگر یہ سوال ہو کہ ہم کیوں کر مانیں کہ یہ عذاب امام الوقت کی مخالفت کے باعث ہم پر آ گیا ہے تو اس کا جواب ہم آیات ذیل سے دیتے ہیں جیسا فرمایا۔ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا [1] یعنی ہم کسی بستی کو بھی ہلاک نہیں کرتے جب تک کہ ان کے درمیان کوئی رسول نہ بھیجیں اور دوسری جگہ فرمایا وَ لِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ [2] یعنی ہر ایک قرن کے لوگوں کا فیصلہ اسی وقت ہوتا ہے جبکہ ان کے پاس رسول آتا ہے پس جب ایک طرف ایک رسول یعنی حضرت امام الزماں موجود ہیں جو دنیا کو حق اور راستی کی طرف بلا رہے ہیں اور دوسرے طرف ان کی تکذیب بھی بڑے زور و شور سے ہو رہی ہے اور تیسری طرف ایک ہولناک عذاب بھی دروازہ پر کھڑا ہے تو کیا سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ وہی مخالفت اور شرارت ہماری جو ایک مامور من اللہ کے حق میں کر رہے ہیں عذاب کے رنگ میں متمثل ہو کر ہمارے سامنے آ گئی ہے یا یوں کہو کہ اس عذاب کا اصل سبب وہی تکفیر اور تکذیب ہے جو دنیا کی ہلاکت کا باعث ہوئی وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ [3] یعنی گھیر لیا ان کو اس چیز نے جو تھے وہ ساتھ اس کے ٹھٹھا کرتے۔ ہم نے تو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور کانوں سے سنا کہ مخالف لوگ حضرت مسیح الزمانؑ کی اس پیشگوئی پر جو اسی طاعون کے بارے میں آج سے چار سال پہلے شائع کی گئی تھی کہ ملک پنجاب میں طاعون پڑے گا۔ ہنسی اور ٹھٹھا کرتے تھے کہ وہ طاعون کیا ہے علاوہ اس کے جب

---

[1] القصص: ۶۰ [2] یونس: ۲۸ [3] هود: ۹

صدہا نظیریں اس کی قرآن شریف اور کتب مقدسہ میں موجود ہیں کہ گزشتہ زمانوں میں ہر ایک مامور من اللہ کے مکذّبوں کا انجام ہلاکت ہی ہوتا رہا اور ہر ایک امت پر جداگانہ رنگ میں عذاب آجاتا رہا تو اس صورت میں ہمیں اس بات کے ماننے میں کہ یہ عذاب اسی مخالفت کا نتیجہ ہے کون سی چیز مانع ہوسکتی ہے ہرگز نہیں بلا شک وشبہ یہ خدا تعالیٰ کا وہی جلالی اور قہری حربہ ہے جو ہمیشہ سے اس کے سچے رسولوں کے مخالفوں کی ہلاکت کے لئے موجود ہوجاتا رہا ہے۔

پس جب اس کا سبب معلوم ہوا تو علاج میں کوشش کرنی چاہیے اور وہ یہ ہے حضرت امام الزمان مسیح موعودؑ کے دعویٰ ماموریّت کو مان کر اوران کی اطاعت کا جُوَا اخلاص دل سے اٹھا کر اور بصدق دل آپ کے زیر سایہ ہدایات رہ کر ایک پاک اور زندہ روحانی تبدیلی کو جو ہر ایک قسم کے گناہ وبغاوت سے منزہ ہے حاصل کیا جاوے جو شخص یا گھرانہ یا قوم یا اہل شہر ایسا کرلیں گے یقیناً بفضلہٖ تعالیٰ اس بلا سے نجات پائیں گے کیونکہ الٰہی قبولیت کا دروازہ کھلا ہے اس لئے جو شخص بصدق دل توبہ کرے گا قبول ہوگی لیکن ایک وقت ایسا بھی آنے والا ہے کہ لوگ توبہ کریں گے مگر قبول نہ ہوگی تو میں خدا کے سامنے چلّائیں گی پرسُنی نہ جائے گی۔ دنیا خدا کی طرف رجوع لاوے گی لیکن انجام اس کا مایوسی ہوگا۔ جیسا فرمایا۔ رَبَّنَا اكْشِفْ عَنَّا الْعَذَابَ إِنَّا مُؤْمِنُوْنَ اَنّٰى لَهُمُ الذِّكْرٰى وَ قَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مُّبِيْنٌ ۔الخ [1] اور وہ وقت ایسا ہوگا کہ یہ بلا روئے زمین پر عام ہوگی کوئی شہر یا بستی اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰه اس سے خالی نہ رہے گی بلکہ دریاؤں اور جنگلوں میں بھی طاعون ہوگا اس وقت لوگ بھاگنے کی جگہ ڈھونڈیں گے مگر نہ پاویں گے جیسا فرمایا۔ يَقُوْلُ الْاِنْسَانُ يَوْمَئِذٍ اَيْنَ الْمَفَرُّ كَلَّا لَا وَزَرَ [2] کیونکہ یہ غضب الٰہی کی آگ ہے جب تک اپنا کام پورا نہ کر لے اور خدا کے مخالفوں سے انتقام نہ لے لے فرو نہ ہوگی اس لئے میں ہمدردی بنی نوع کی راہ سے جو میرے دل میں موجزن ہے خلق اللہ کو متنبہ کرتا ہوں کہ قبل اس کے کہ یہ بلا عالمگیر ہو کر جنگلوں اور دریاؤں کو بھی اپنے زہریلے اثر سے ہلاک کرے اور پہلے اس کے جو غضب الٰہی

---

[1] الدخان: ۱۳، ۱۴ [2] القیٰمۃ: ۱۱، ۱۲

کی یہ آگ دنیا کو بھسم کرنے کے لئے پورے طور پر مستعد ہو توبہ کرو اور اپنے بچاؤ کی تدبیر میں مصروف ہو اور وہ یہ ہے۔ **اوّل** خدا کو واحد مانو اور تمام شرک و کفر و معصیت سے توبہ کرو اور اپنے دلوں کو تمام ظاہری و باطنی بُتوں اور ڈھاسنوں کو توڑ کر ایک ہی خدا پر بھروسہ کرو۔ **دوم** اس کے تمام انبیاء صادقین اور جملہ کتب سماوی پر عموماً اور نبی عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وقرآن کریم پر خصوصاً ایمان لاؤ اور اپنے سچے دل سے خدا تعالیٰ کے زندہ اور کامل دین اسلام کی پیروی میں مشغول ہو۔ **سوم** حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے دعویٰ ماموریت کو بصدق دل قبول کر کے اور جناب کے پُر امن و بابرکت سلسلہ میں داخل ہو کر اپنی روحانی زندگی کے اس کامل نور کو جو اس بلا اور عذاب الٰہی سے نجات بخش ہے حاصل کرو۔ **چہارم** ہر ایک شخص اپنے سچے دل سے خدا تعالیٰ کے حضور توبہ کر کے ہر ایک گناہ اور معصیت کو جو اس کا وہ مرتکب ہے ترک کرے اور پنجوقتی نماز اور دعا و استغفار میں مشغول رہے اور موت کو ہر دم یاد رکھے اور حقوق اللہ وحقوق عباد کے ادا کرنے میں دل و جان سے مصروف رہے اور حتیٰ الوسع غریبوں ضعیفوں و درماندگان پر رحم کرے۔ جہاں تک ہو سکے اپنی جانوں اور مالوں کو خدا تعالیٰ کی اطاعت میں اس کی رضامندی حاصل کرنے اور بنی نوع کی ہمدردی کے لئے وقف کرے۔ **پنجم** اپنے اخلاص دل سے محسن گورنمنٹ کی اطاعت اور شکرگزاری ادا کرتا رہے اور کسی طرح کے نقیض امن و امور بغاوت وغیرہ کا اپنے دل میں خیال تک بھی نہ آنے دے۔ **ششم** ہر ایک شہر و بستی کے لوگ روزہ رکھیں اور جماعتوں کی جماعتیں جنگلوں اور میدانوں میں نکل کر نہایت عجز اور تضرع کے ساتھ خدا تعالیٰ کے حضور اس بلا کے دفعیہ کے لئے دعا کریں اور اس کے تمام انبیاءؑ وصلحاء کو عموماً اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وحضرت امام الزمان مسیح موعودؑ کو خصوصاً اس کی جناب میں شفیع لاویں۔ **ہفتم** ہر ایک قوم ہر ایک گروہ اپنے سچے دل سے توبہ کر کے خدا اور اس کے کامل رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم و امام الوقت پر ایمان لا کر اپنی مخلصانہ درخواستوں کے ذریعہ سے حضرت اقدس امام الزمانؑ سے اس آفت کے دفعیہ کے لئے دعا کراویں سو اگر دنیا میری اس عرضداشت کے مطابق عمل کرے گی تو میں یقین کامل سے کہتا ہوں کہ یہ عذاب اس خاص شخص یا گھر یا قوم یا شہر یا ملک کے اس

خاص حصہ سے جس میں اس پاک تبدیلی کا نمونہ قائم کیا جاوے بفضلہٖ تعالیٰ رفع ہوگا، کیوں کہ اس کا اصل سبب گناہ اور امام الوقت کی مخالفت ہے۔ اس لئے جب تک اصل سبب دور نہ ہو اور غضب الٰہی کی یہ آگ جو مخالفت اور گناہ کے باعث مشتعل ہو رہی ہے، فرو نہ ہو یہ عذاب دنیا سے موقوف نہ ہوگا مگر میں ڈرتا ہوں کہ دنیا میری اس عرضداشت کو ایک سرسری نگاہ سے نظر انداز کر کے اُس وقت کی انتظاری کرے جبکہ دامنِ اجابت ہاتھ سے چھوٹ جائے اور توبہ کا دروازہ بند ہو جاوے کیوں کہ ایسے وقت میں جبکہ شرارت انتہا کو پہنچتی ہے اور قطعی فیصلہ کا وقت آ جاتا ہے تو مخالفوں کے حق میں انبیاءؑ کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی دیکھو حضرت نوحؑ نے طوفان کے وقت اپنے بیٹے کنعان کے لئے جو کافروں اور منکروں سے تھا دعا کی اور قبول نہ ہوئی (دیکھو سورہ ہود رکوع ۴) اور ایسا ہی جب فرعون ڈوبنے لگا تو خدا پر ایمان لایا مگر قبول نہ ہوا۔ ہاں اس خاص وقت سے پہلے اگر رجوع کیا جاوے تو البتہ قبول ہوتا ہے وَلَنُذِيقَنَّهُمْ مِّنَ الْعَذَابِ الْأَدْنَىٰ دُونَ الْعَذَابِ الْأَكْبَرِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ [1] یعنی جس وقت خفیف سے آثار عذاب کے ظاہر ہوں تو اس وقت کی توبہ قبول ہوتی ہے اس لئے میں بار بار کہتا ہوں کہ ابھی اس عذاب الٰہی کا دنیا میں صرف آغاز ہی ظاہر ہوا ہے اور اس کا انتہا اور غایت نہایت ہی سخت ہے لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ اس خاص ہلاکت کے وقت سے پہلے خدا کی طرف رجوع کر لیں اور خدا اور رسول اور امام وقت کی اطاعت کریں اور توبہ و ترک معصیت دعا و استغفار کے ساتھ اس کا دفعیہ چاہیں اور اپنے اندر ایک نیک و پاک تبدیلی پیدا کریں تا کہ اس ہولناک عذاب سے محفوظ رہیں کیونکہ خدا تعالیٰ کا یہ پختہ وعدہ ہے کہ وہ ایسے وقت میں ہمیشہ مومنوں کو ہی نجات دیا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا كَذَٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنجِ الْمُؤْمِنِينَ [2] اب ہم اس مضمون کو اس دعا پر ختم کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ہم کو اور کل مومنوں کو اس بلا سے بچائے اور راہ راست کی طرف راہنمائی کرے اور باہم صلح و صلاحیت حاصل کرنے کی توفیق بخشے آمین ثم آمین۔

---

[1] السجدة: ۲۲ [2] یونس: ۱۰۴

اب میں اپنی جماعت کے روحانی بھائیوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ اس غضب الٰہی کی آگ اور ہولناک عذاب سے بچنے کے لئے ہمارے پاس دو سامان ہیں ایک ایمان دوسرا تقویٰ ایمان تو یہ ہے کہ ہم اپنے کامل یقین سے جان لیں کہ ہمارے پاس اس عذاب الٰہی سے بچنے کے لئے اپنے ہادی و مولیٰ حضرت امام الزمان پر کامل ایمان لانے اور ان کی مخلصانہ اتباع کے بغیر کوئی صورت نہیں اگر ہم بچیں گے تو حضور ہی کی مخلصانہ اتباع کے سبب اور اگر مریں گے تو ان کی ہی مخالفت کے باعث گویا کہ ہماری زندگی اور موت حضور کی اطاعت اور مخالفت پر موقوف ہے اور تقویٰ یہ ہے کہ ہم اس بات سے ہر وقت ڈرتے اور اپنی تمام حرکات وسکنات کو ٹٹولتے رہیں کہ کسی امر میں ہم اپنے ہادی و مولیٰ کی ہدایات اور ان کی امن بخش اطاعات سے باہر نہ رہ جائیں تا کہ اچانک عذاب الٰہی کا شکار نہ بنیں کیوں کہ اس عذاب سے بچنے کے لئے امن و پناہ سوائے اطاعت احمدیہ کے نہیں جو اس کے اندر رہے گا یقیناً بچ جائے گا کیونکہ ہمارا اس بات پر کامل ایمان ہے کہ یہ عذاب جو اب دنیا کو ہلاک کر کے عدم کی راہ دکھا رہا ہے صرف حضرت امام الزمانؑ کی مخالفت کے سبب سے ہے اس لئے یہ بات سنت اللہ کے خلاف ہے کہ یہ عذاب حضرت اقدس کے مخلص متبعین پر بھی کسی طرح کا اثر ڈالے جیسا کہ قرآن کریم کی صدہا نظیروں سے یہ بات ثابت شدہ صداقت ہے کہ گزشتہ زمانوں میں حضرت انبیاءؑ کے مخلص ایمان دار عذاب الٰہی کے وقت نجات پاتے رہے ہیں اور یہ بات صرف پہلے ہی نہ تھی بلکہ اب بھی ہے جیسا فرمایا۔ كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ [1] مگر مومن مخلص بننا شرط ہے کیوں کہ اگر مومن نہ ہوگا تو وہ حضرت لوطؑ کی بیوی اور حضرت نوحؑ کے بیٹے کی طرح صرف جسمانی قرابت یا تعلق کی وجہ سے بچ نہیں سکتا اس لئے ہر ایک مومن احمدی بھائی کو لازم ہے کہ حضرت امام الزمانؑ کی چھوٹی اور بڑی مخالفت سے ڈرتا ہوا اور کانپتا ہوا ہر وقت استغفار اور دعا میں مشغول رہے تا کہ جو باریک باریک امروں میں نادانی کے سبب ہم سے اکثر اوقات مخالفت ہو جاتی ہے اس کا کفارہ ہوتا رہے اور خدا تعالیٰ اس کے انتقام کے لئے اپنے مواخذہ سے محفوظ رکھے اور

---

[1] یونس : ۱۰۴

جہاں تک ہماری معلومات ہیں ہر ایک امر میں اپنے ہادی امام الزمانؑ کی خلاف ورزی سے بچنا چاہیے کیوں کہ یہ عذاب مخالفین کے لئے ہلاکت اور ہمارے لئے تنبیہ اور عبرت ہے سو ہر ایک بھائی کو چاہیے کہ دوسروں کے نظارہ سے اپنے لئے عبرت حاصل کرے اور اس عذاب سے بچنے کی کوشش میں لگا رہے چونکہ یہ بات مجھ پر کھولی گئی ہے کہ ہماری جماعت میں کا کوئی مخلص بھائی اس بیماری سے ہلاک نہ ہوگا مگر وہی جو منافقانہ زندگی بسر کرتا ہے اس لئے ہماری جماعت میں سے جو شخص اس بلا کے مواخذہ میں آ جائے تو جان لینا چاہیے کہ اس کی ایمانی اور عملی حالت اچھی نہ تھی جس کی سزا اس کو دی گئی ہے کیونکہ خدا تعالیٰ اپنے مخلص مومنوں کو مخالفین کے عذاب میں شامل نہیں کرتا اَفَمَنْ كَانَ مُؤْمِنًا كَمَنْ كَانَ فَاسِقًا ۭ لَا يَسْتَوٗنَ [1] اس لئے ہر ایک مومن کو ڈرنا چاہیے کہ کسی قسم مخالفت کے باعث عذابِ الٰہی سے اس بلا میں مبتلا ہو کر فاسقوں میں شامل ہونا نہ پڑے۔

علاوہ اس کے میں اپنے عالی ہمت بھائیوں کی خدمت میں اس قدر زیادہ عرض پرداز ہوں کہ جن احباب کے پاس یہ اشتہار پہنچے وہ اپنے ہادی و مولیٰ امام برحقؑ کی تائید و بنی نوع انسان کی ہمدردی کا حق ادا کرنے کے لئے دل و جان سے اس کی اشاعت میں سعی فرماویں اور اگر ہو سکے تو اپنے اپنے شہر کی جماعت کے چندہ سے اس کو مکرر طبع کرا کر دیہات و قصبہ جات میں بھی ارسال کریں کیونکہ ضدی اور متعصب لوگوں کو چھوڑ کر باقی سادہ لوح خلقت محض بے علمی و غفلت کی حالت میں اس عذابِ الٰہی کا شکار ہو رہی ہے اس لئے ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اس وقت بندگانِ خدا کو راہِ راست کی طرف تحریک کرنے اور اس مہلک عذاب سے بچانے کے لئے کوشش کرے تا کہ اس مقدس جماعت کا وجود دنیا کی بہبودی اور صلاحیت کے لئے مفید ثابت ہو۔ اور خدا تعالیٰ کے نزدیک اجرِ عظیم پانے کے لئے مستحق ٹھہریں۔ وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيْق زیادہ وَالسَّلَام

الــــــــــــــــــــمشتهــــــــــــــــــــر

خاکسار چراغ دین احمدی از جموں ۹رفروری ۱۹۰۲ء

---

[1] السجدة :۱۹

ایک عجیب اتفاق

حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت میں ہر طبقہ کے لوگ نظر آتے ہیں علماءِ دین (انہوں نے علمی طریق پر مقابلہ کیا) اور کفر کے فتویٰ کا آخری ہتھیار استعمال کیا مگر وہ ہر رنگ میں اللہ تعالیٰ کی ہر رنگ میں دی ہوئی پیشگوئیوں کے موافق خائب وخاسر ہوئے اور بعض لوگوں نے الہام کا دعویٰ کر کے اپنے مقرب باللہ ہونے کا اعلان کیا اور مقابلہ میں آ کر ان کی حقیقت کھل گئی۔ ہر میدان میں نصرت اور فتح مندی کا تاج آپ ہی کے سر پر رکھا گیا۔ جو امر عجیب اس موقعہ پر بیان کرنا میں چاہتا ہوں جو بجائے خود آپ کی صداقت کا لاجواب ثبوت ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح پر سیّدالاوّلین والآخرین حضرت خاتم النبیین ﷺ کے وہ مخالف جو منجانب اللہ ہونے کا دعویٰ کر کے مقابلہ میں آ کر ذلیل ہوئے وہ ایسے ہی لوگ تھے جنہوں نے اوّلاً حضرت نبی کریم ﷺ کی صداقت کا اقرار کیا اور آپ پر ایمان لانے کا دعویٰ کیا اور پھر مقابلہ میں خود رسالت کا دعویٰ کر دیا جیسے مسیلمہ کذّاب وغیرہ۔ اسی طرح پر حضرت مسیح موعودؑ کا اس رنگ میں مقابلہ کرنے والے لوگوں میں سے بعض وہ تھے جنہوں نے آپ کو قبول کیا اور نہ صرف بیعت کی بلکہ اس زمانہ بیعت میں اپنی فرمانبرداری اور اخلاص کا ہر رنگ میں مظاہرہ کیا مگر بعد میں شامت اعمال نے انہیں آپ سے کاٹ دیا اور مخذول ہو کر ہمیشہ کے لئے **ایک نشان صداقت بن گئے**۔ جیسے میر عباس علی، ڈاکٹر عبدالحکیم، منشی الٰہی بخش اور ان کے رفقاء یہ مماثلت بجائے خود بھی آیت صداقت ہے۔

غرض چراغ دین جمونی حضرت اقدس کے مریدوں میں داخل تھا اور اسی نے حضرت کی اتباع میں کچھ فیض روحانی حاصل کیا تو بجائے شکر اور اخلاص میں ترقی کرنے کے اس پر **نخوت کا بھوت سوار ہو گیا** اور اس نے سمجھا کہ میں بھی کچھ ہوں حالانکہ حضرت مسیح موعودؑ نے ایک نکتہ لطیف اپنے خدام کو سمجھایا تھا۔

خدا خود قصہ شیطاں بیاں کردست تا دانند☆
کہ ایں نخوت کند ابلیس ہر اہلِ عبادت را

☆ترجمہ۔ خدا نے خود شیطان کا قصہ اس لئے بیان کیا ہے تا کہ لوگ جانیں کہ تکبر عبادت گزار کو بھی شیطان بنا دیتا ہے۔

اس پر اولاً جو فیضان شروع ہوا وہ اس کا اپنا نہ تھا۔ بلکہ حضرت مسیح موعودؑ کی توجہ اور تجلّی کا ایک شعلہ تھا۔ جب اس نے روگردانی کی تو آپ ہلاکت کا سامان پیدا کرلیا اور اپریل ۱۹۰۲ء میں اس نے ایک عجیب دعویٰ کیا کہ میں حضرت مسیح ابن مریم علیہما السلام کا رسول ہوں اور میں عیسائیوں اور مسلمانوں میں صلح کراؤں گا اور انجیل اور قرآن کے اختلافات کو مٹاؤں گا اس قسم کے دعویٰ سے ظاہر ہے کہ اس پر ایک جنونی رنگ آ گیا ہے اس لئے کہ قرآن کریم تو خود حَکم ہے اور اس نے عیسائی مذہب کی غلطیوں کی اصلاح کر کے **عیسویت کی حقیقت کو واضح کر دیا ہے**۔ اور اپنے دعوے میں اطرا کرتا گیا اور بالآخر نشانِ نعمانی کی لاف گزاف مارنے لگا اور حضرت اقدس کے مقابلہ میں کھڑا ہو گیا۔ حضرت اقدس کو جب علم ہوا اور آپ نے توجہ الی اللہ کی تو آپ کو اس کی نسبت الہام الٰہی سے جو کچھ ظاہر ہوا اسے آپ نے کتاب دافع البلاء میں شائع کرایا جو اس کی ہلاکت کی پیشگوئی تھی اور وہ مشروط بہ توبہ تھی اور چراغ دین کو بھی بذریعہ اعلان مطلع کر دیا گیا۔ یہ رسالہ دافع البلاء ۲۳؍اپریل ۱۹۰۲ء کو شائع ہوا تھا مگر اس اثناء میں چراغ دین کو خاص طور پر بھی اطلاع دی گئی اور حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی محمد احسن صاحب مغفور کو بھی فرمایا کہ چراغ دین کو بذریعہ خط☆ نصیحت کی جاوے تا

☆حاشیہ۔ یہ خط الحکم ۲۴؍اپریل ۱۹۰۲ء میں شائع ہوا ہے۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

حَـامِـدًا وَ مُصَلِّیًـا ۔ مـحبّی چراغ الدین صاحب بعد السلام علیکم آنکہ آپ کا اشتہار نمبر سوم علاج طاعون حضرت امام الزمان علیہ السلام۔

مِـنَ الـلّٰـہِ الـرَّحـمٰن جَرِیُّ اللّٰہِ فِیۡ حُلَلِ الۡاَنۡبِیَاءِ مہدی معہود و مسیح موعود کی خدمت مبارک میں سنایا گیا۔ حضرت اقدس نے چند مضامین مندرجہ اور نیز آپ کی دعاوی مندرجہ بلاثبوت کو بہت ناپسند فرمایا قطع نظر بے ثبوتی کے آپ نے آداب الرسول کا بھی بالکل پاس ولحاظ نہ کیا۔ حالانکہ آپ پر فرض اور واجب تھا۔ اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ آپ نے ہمارے ان احباب قدیم اور مخلصین مہاجرین کے تمام حقوق تلف کئے جو قدیم سے فدائی اور جان نثار ہیں اور جن کی نسبت براہین وغیرہ میں الہام موجود ہیں۔ جیسا کہ مَنَّ اللّٰہُ عَلَیۡکَ وَ عَلٰی اَحۡبَابِکَ اَیۡضًا مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَالَّذِیۡنَ مَعَہٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَی الۡکُفَّارِ اَیۡضًا اَصۡحَابُ الصُّفَّۃِ وَمَا اَدۡرَاکَ مَا اَصۡحَابُ الصُّفَّۃِ وغیرہ وغیرہ ان تمام مخلصین ناصرین قدیم کے اخلاص ونصرت کو آپ نے بالکل پامال کر دیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں جابجا اللہ تعالیٰ

ہلاکت سے بچ جاوے۔ فاضل امروہی نے تعمیل ارشاد کی اس وقت چراغ دین کے نفس میں کچھ صلاحیت پیدا ہوئی اور حضرت اقدس کے اعلان نے اس کے حس ملامت کو بیدار کیا اور اس نے ۲۸/اپریل۱۹۰۲ءکوحسب ذیل توبہ نامہ حضرت اقدس کے حضور لکھا۔

بقیہ حاشیہ سَابِقُوْن اَوَّلُوْن کو ہی فضیلت دیتا ہے۔لہٰذا آپ کو ان تمام گستاخیوں اور بے ادبیوں سے ایک توبہ نامہ شائع کرنا ضروری ہے اور حضرت اقدس کو آپ کی نسبت اسی اثنائے میں یہ الہام ذیل بھی ہوئے۔اوّل۔ نَزَلَ بِهٖ جَبِيْزٌ اور دوسرا الہام أُذِيْبُ مَنْ يُّرِيْبُ یہ الہام بڑے منذر ہیں لہٰذا ضرور بالضرور آپ ایک توبہ نامہ بھیج دیویں۔ایسا نہ ہو کہ آپ کے تمام اعمال حبط ہو جاویں دیکھو اللہ تعالیٰ آداب الرسول کی نسبت ارشاد فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيِ اللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْۤا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ وَ لَا تَجْهَرُوْا لَهٗ بِالْقَوْلِ كَجَهْرِ بَعْضِكُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ [1] بعض اغلاط مندرجہ سے آپ کو متنبہ کیا جاتا ہے **اول** جو مضمون آپ نے حاشیہ صفحہ ۲۳ میں لکھا ہے کہ مسیحیوں اور مسلمانوں کے درمیان صلح اور موافقت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے میں واسطہ اور درمیانی مامور کیا گیا ہوں آخر تک یہ کل مضمون غلط ہے حق اور باطل میں کیسے صلح نور اور ظلمت میں کیسا اتفاق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ [2] یہ مضمون صلح کا مشعر ہے اس امر کو کہ عیسائی بھی کچھ حق پر ہوں اور یا کچھ صادق ہوں۔ حالانکہ محض کاذب ہیں بغیر خالص اسلام قبول کرنے کے ہماری اور ان کی کوئی صلح نہیں ہوسکتی وہ وَلَنْ تَرْضٰى عَنْكَ الْيَهُوْدُ وَلَا النَّصٰرٰى حَتّٰى تَتَّبِعَ مِلَّتَهُمْ [3] ہمارا فرض منصب يَكْسِرُ الصَّلِيْبَ ہے نہ يَجُرُ الصَّلِيْبَ مذہب صلیبی اور اسلام میں صلح کیونکر ہوسکتی ہے۔**دوم**۔انبیاء ومرسلین کی رسالت و نبوت کو آپ نے ایک حالت میں محض دعویٰ قرار دیا ہے حتیٰ کہ آنحضرت صلعم کی نبوت کو بھی محض دعویٰ ہی تحریر کیا یہ محض غلط بلکہ کفر ہے۔آنحضرت صلعم کی حقیتِ رسالت پر ہزاروں شواہد و براہین ہر آن اور ہر وقت میں موجود رہے۔مکذبین کے پاس کوئی دلیل و برہان نہیں ہے اسی لئے قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ [4] ان کو فرمایا گیا اس احمد کے غلام کے لئے تو صدہا نشان اور خوارق ابتدائے بعثت سے ہر وقت میں موجود ہیں چہ جائیکہ وہ خاتم النبیّین صلعم صفحہ ۲۳۔(۳) میں آپ نے نشان نمائی کا دعویٰ بڑے زور سے کیا ہے حالانکہ ابھی تک کوئی نشان ظاہر نہیں ہوا۔ لِمَ تَقُوْلُوْنَ مَا لَا تَفْعَلُوْنَ [5] ایسے دعاوی بیجا سے تائب ہونا چاہیے(۴)صفحہ ۲۱ میں تعداد انبیاء بنی اسرائیل کو اپنے رسول اور نبی ہونے کے لئے دلیل گردانا ہے اس دلیل سے کسی کی رسالت اور نبوت کیا ثابت ہوسکتی ہے كَلَّا وَحَاشَا۔

[1] الحجرات:۳،۲ [2] یونس:۳۳ [3] البقرۃ:۱۲۱ [4] البقرۃ:۱۱۲ [5] الصّف:۳

توبہ نامہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ نَحْمَدُهٗ وَ نُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

یا خلیفۃ اللہ علی الارض السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

حضور کا اشتہار متعلقہ خاکسار حرف بحرف اس عاجز نے پڑھا اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ غَضَبِهٖ وَ عِقَابِهٖ اس لئے سب سے پہلے تو میں اپنا توبہ نامہ پیش کرتا ہوں تا کہ میں ان ناراضگیوں کو جو میری

بقیہ حاشیہ۔ اور پھر روبرو حضرت اقدس جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کے ایسے دعاوی کس قدر موجب گستاخی اور بے ادبی کے ہیں خصوصاً جب کہ یہ لحاظ بھی کیا جاوے کہ آپ کی عبارت سے مفہوم ہوتا ہے کہ آپ رسول اولوالعزم بھی ہیں۔ حضرت اقدس کے جان نثار بیس بائیس سال سے بڑی بڑی تائید یں اور نصرتیں کر رہے ہیں اور مَوَاقِع صَعُبَہ اور سَاعَتِ عُسْرَۃ میں اُن کا اخلاص اور صدق ظاہر ہو چکا ہے اور آپ نے چند ایام سے بیعت کی ہے اور آپ کو صحبت اقدس سے بھی کچھ فیض یابی حاصل نہیں ہوئی پھر یہ تقدم اور سبقت آپ کو ابھی سے کیونکر حاصل ہو سکتا ہے بقول شخصے کے آمدی و کے پیر شدی۔ یہ جملہ خیالات آپ کے حَدِیْثُ النَّفْس وَ الْقَاءَ اتِ شَیْطَانِی ہیں ان سے توبہ کرنی چاہیے حضرت یوسف جو خاندانی نبی ہیں باپ ان کے رسول دادا ان کے رسول کریم ابن الکریم ابن الکریم وہ فرماتے ہیں۔ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِیْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ[1] اور آپ نے تو اب تک کوئی کام اولوالعزمی کا کسی قسم کی اولوالعزمی کا ہو کیا بھی نہیں جو آپ کو مرید اولوالعزم ہی کہا جاوے۔

(۵) صفحہ ۲۲ میں آپ نے اس بات پر زور دیا ہے کہ وہ دونوں رَجُل جن میں سے آپ ایک اپنے تئیں خیال کر رہے ہیں۔ افراط و تفریط سے خالی نہیں ہیں اور یہ آپ کا قول ہے کہ صراط مستقیم سے وہ دونوں باہر ہیں۔ اگر ایسا کچھ ہے تو صراطِ مستقیم سے تجاوز کرنے والے ہمارے ناصر کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ حدیث میں موجود ہے کہ آنحضرت صلعم نے ایک خطِ مستقیم کھینچ کر اس کے دونوں طرف دیگر خطوط آڑے ٹیڑھے کھینچے اور فرمایا یہ خطِ مستقیم میرا صراطِ مستقیم ہے اور باقی خطوط شیطانی راستے ہیں۔ پس جو کوئی شخص افراط و تفریط کی راہ میں پڑے گا وہ ہمارا ناصر نائب کیونکر ہو سکتا ہے (۶) صفحہ ۱۰ میں آپ لکھتے ہیں کہ کل برکات جو مامور من اللہ کے لئے ہوتے ہیں مجھ کو حاصل ہیں۔ آپ سے کون سے برکات کا ظہور ہوا ہے۔ خود آپ کی بستی جس میں آپ سکونت رکھتے ہیں طاعون سے ہلاک ہوگئی۔ غرضیکہ ایسے دعاوی بے ثبوت سے جماعت کو سوائے ابتلا کے اور کیا نتیجہ پیدا ہو سکتا ہے (۷) آپ نے یہ بھی لکھا ہے

---

[1] یوسف: ۵۴

نسبت حضور کے دل میں پیدا ہوئی ہیں دور کروں اور میں آپ کی ناراضگی سے جس کا نتیجہ خدا کا غضب ہے خدا کے امان میں محفوظ رہوں۔ میں ایک بار نہیں بلکہ ہزار بار توبہ کرتا ہوں اور بڑی خوشی سے بلکہ اس بات کو میں اپنے فخر اور صلاح ونجات دارین کا موجب سمجھتا ہوں جس حالت میں کہ میں

بقیہ حاشیہ۔ کہ بہت سے ایسے مخفی راز ہیں جو اب تک دنیا سے مخفی ہیں میرے ہاتھ پر ظاہر ہوں گے لیکن قبل از ظہور یہ تمام دعاوی محض شَطْحِیَّات اور لغویات سے ہیں ہماری مجلس میں جو علماء فحول اور مفسرین کلام اللہ وکلام الرسول حاضر رہتے ہیں ان کے نزدیک ایسے دعاوی بے ثبوت کیونکر حَیِّزِ قُبُول میں جگہ پکڑ سکتے ہیں (۸) دو جگہ پر آپ نے اشعار اردو و فارسی میں لکھے ہیں وہ سب کے سب خلاف محاورہ ساقط الاوزان ہیں جن میں زحافات اور دیگر نقائص علم عروض وقوانی موجود ہیں اور مضمون بھی ان کا محض خلاف نفس الامر۔ پھر اس مجلس علماء فحول میں کیونکر پسند ہو سکتے ہیں (۹) آنحضرت ﷺ کو آپ نے ایک طویل مضمون میں احیاءِ جسمانی سے مستثنیٰ کر دیا ہے اور حضرت عیسیٰ کو اس کے ساتھ مختص کیا ہے یہ بھی بالکل غلط اور کفر ہے حضرت عیسیٰ میں وہ کون سا احیاء جسمانی تھا جو ہمارے حضرت صلعم میں نہ تھا۔ (۱۰) قرآن وانجیل مروجہ کی موافقت کا وہ کون سا راز ہے جو آپ پر منکشف کیا گیا ہے یہ دعویٰ بھی محض بے ثبوت ہے غرض کہ مختصر طور پر آپ کو آپ کی چند اغلاط سے مطلع کیا گیا اور آپ کی خدمت میں پھر مکرر عرض ہے کہ آپ کا یا کسی کا یہ دعویٰ ماموریت یا رسالت کا بغیر صدور امر عالی حضرت اقدس کے ہرگز ہرگز درست نہیں ہو سکتا۔ جب تک خود حضرت امام الزمان جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ آپ کو امر فرما کر مامور بہ نیابت مقرر نہ فرماویں کیوں کہ در صورت موجود ہونے منیب کے کوئی شخص بغیر منیب کے قائم کئے ہوئے خود بخود مامور من اللہ کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ چراغ پیش آفتاب قدرے ندارد۔ اس پر علاوہ یہ کہ آپ کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ایسے مستقل مامور من اللہ ہیں کہ تمام برکات جو مامور من اللہ میں ہوا کرتے ہیں وہ بہ تمام وکمال آپ میں موجود ہیں بھلا اور برکات تو رہنے دیجیے یہاں پر صرف ایک ہی برکت کا ذکر کیا جاتا ہے کہ حضرت اقدس علیہ السلام نے اس زمانہ میں جو قلم کی لڑائی کا زمانہ ہے متعدد کتابیں زبان عربی فصیح و بلیغ میں متضمن حقائق ومعارف قرآنی نظم ونثر میں محرر فرما کر اعجاز بلاغت محمد یہ کی تجدید فرما دی ہے کیوں کہ اس قرن میں صرف قلم کی لڑائی ہے۔ اس برکت اعجازی کی سخت ضرورت تھی کہ اس اعجاز محمدی کی بھی تجدید کی جاوے۔ اس لئے آپ کوئی ایک ہی کتاب یا رسالہ ہی سہی متحدیانہ عربی فصیح و بلیغ میں مع معارف وحقائقِ قرآنی کے نظم ونثر میں تحریر فرما دیجیے تا کہ ثابت ہو کہ حقائق اور معارف قرآنی جو زبان عربی مبین میں ہیں آپ کو کسی قدر حاصل ہیں مگر جب کہ آپ زبان عربی سے محض ناآشنا ہیں اور نہ بطور وہبی کے آپ کو زبان عربی کی تعلیم ہوئی ہے تو پھر آپ حقائق ومعارف قرآنی کیوں کر جان سکتے ہیں پھر آپ کا یہ دعویٰ

منافقانہ طور سے نہیں بلکہ مخلصانہ دل سے پورے صدق اور کامل ایمان کے ساتھ لوگوں کو اپنے اشتہاروں کے ساتھ جناب کی مخالفت سے ڈراتا اور توبہ واستغفار کی طرف ترغیب دیتا تھا تو کیا سب سے پہلے میں ہی اس نمونہ کو اپنے حال پر وارد نہ کروں بلکہ بدرجہ اولیٰ سب سے بڑھ کر کرتا ہوں تا کہ

بقیہ حاشیہ۔ ماموریت و رسالت جو بغیر صدور امر عالی حضرت اقدس کے آپ نے مستقل طور پر کیا ہے کیسا سرتاپا غلط ہی ہے تکیہ؎

بر جائے بزرگان نتواں زو بگذاف　　مگر اسباب بزرگی ہمہ آمادہ کنی

اورنہیں تو آپ اپنے انہیں رسائل کو عربی فصیح و بلیغ میں قدرے نثر و قدرے نظم تحریر کیجیے تا کہ صرف آپ کی قرآن دانی جو ہر ایک مومن کے لئے ضروری ہے ثابت ہو ورنہ ایسے دعاوی بیہودہ سے توبہ کیجئے اور جو رسائل آپ نے تحریر فرمائے ہیں وہ تو ہر ایک ادنیٰ خادم، خدام حضرت اقدس جَرِیُّ اللّٰہِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ میں سے تحریر کر سکتا ہے چہ جائے اُن خدام کے جو علماء فحول جامع علوم کتاب اللہ وسنت رسول حضرت اقدس کے زیر اقدام پڑے ہوئے ہیں مگر افسوس کہ زبان اردو و فارسی کے اشعار جو آپ نے نمبر سوم میں لکھے ہیں وہ بھی ایسے بے محاورہ و ساقط الاوزان ہیں جن پر اطفال مکتب بھی مضحکہ اڑاتے ہیں اگر چہ بحکم اَلْحَقُّ مُرٌّ کے یہ نصیحت جو بحکم حضرت اقدس کے آپ کو لکھی گئی ہے آپ کو تلخ معلوم ہوگی مگر محض نُصْحًا لِلّٰہِ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ خَالِصًا لِلّٰہ آپ کو لکھی گئی۔ واضح ہو کہ آپ کے اشتہاروں سے کسی طرح کی نصرت اس سلسلہ الٰہیہ کے لئے نہیں ہو سکتی بلکہ ضرر اس کا نفع سے زیادہ متصور ہے۔ آپ امتحان کر لیجئے کہ اس اپنی نصرت خیالی سے آپ معطل ہو جاویں اور پھر دیکھیں کہ ترقی اس سلسلہ الٰہیہ کی کیسے بیّن طور پر ہوتی ہے اور پھر کسی اپنی نصرت کا بھی تو آپ نے اظہار کیا ہوتا کہ جس کی وجہ سے آپ اپنے تئیں ناصر خیال کر رہے ہیں۔ کیا یہی نصرت ہوتی ہے کہ حضرت خاتم النبیین وسید المرسلین صلعم کو جن کی شان ہی وَ مَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِیْنَ[1] وَکَانَ فَضْلُ اللّٰہِ عَلَیْکَ عَظِیْمًا[2] ان کو حضرت عیسیٰ کی نسبت جن کی شان فقط وَ رَسُوْلًا اِلٰی بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ[3] ہے اعجاز احیاء جسمانی سے مستثنیٰ کر دیا مذہب صلیبی اور اسلام میں صلح کرانے کو مستعد ہوئے مشرق النور اور مغرب النور کو ایک کرنا چاہا۔ اَلْاِسْلَامُ نُوْرٌ وَالْکُفْرُ ظُلْمَةٌ میں صلح کرانی چاہی۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ ہم خاتم النبیّن وسیّد المرسلین صلعم کو تمام انبیاؤں سے افضل اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی مقصد کے لئے ہماری بعثت ہے۔ آپ ہماری صلح ایسے لوگوں سے کرانا چاہتے ہیں جو ان کو نعوذ باللہ مفتری اور کذاب اعتقاد کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا[4]

---

[1] الانبیاء:۱۰۸　[2] النساء:۱۱۴　[3] آل عمران:۵۰　[4] مریم:۸۹

کسی مخفی یا علانیہ دانستہ یا نادانستہ چھوٹی یا بڑی مخالفت کے باعث جس کے ذریعہ سے میں حضور کے اس عتاب اور سرزنش کا عنداللہ مصداق ہوں اپنے مخلصانہ دل کے ساتھ خدا کے حضور میں توبہ کر کے اس کے بڑے اور پُرخوف غضبناک نتیجہ کے ظہور سے خدا تعالیٰ سے معافی اور امان چاہتا ہوں اور اس

بقیہ حاشیہ۔ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا [۱] اور میاں چراغ دین ایسے قائلین سے ہماری صلح کے واسطے مامور ہوں۔ **نکتہ لطیفہ** حضرت اقدس کا الہام شب کو بوقت چاند گرہن کے جو ہوا ہے کہ اُذِيْبُ مَنْ يُّرِيْبُ اس میں چند سر ہیں اولاً آنکہ اللہ تعالیٰ اپنے اس الہام میں جو عین وقت خسوف کے ہوا اشارہ فرماتا ہے کہ میرا یہ قول یعنی الہام اور یہ فعل یعنی خسوف دونوں باہم مطابق ہیں یعنی جس طرح پر قمر کو حالت خسوف میں لا رہا ہوں اسی طرح پر جو شخص انکار یا دعویٰ تساوِی اس جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ کا کرے گا اگرچہ وہ مثل قمر کے روشن اور منور بھی ہو تب بھی میں اس کے نور کو معدوم کر دوں گا فَطَابَقَ الْقُوْلُ بِالْفِعْلِ وَالْفِعْلُ بِالْقَوْلِ ۔ **ثانیاً** آنکہ چراغ دین نے اپنے اشتہار نمبر ۲ صفحہ ۳ کے حاشیہ میں طُول لَا طَائِل کر کے اپنے ناصر اور مامور من اللہ ہونے پر آیت کریمہ خسوف و کسوف یعنی فَاِذَا بَرِقَ الْبَصَرُ وَخَسَفَ الْقَمَرُ وَجُمِعَ الشَّمْسُ وَالْقَمَرُ [۲] سے بیہودہ استدلال کیا ہے لہٰذا حکمت الٰہی مقتضی ہوئی اِس امر کے لئے کہ خاص خسوف قمر ہی کے وقت اس کے تمام بیہودہ استدلال کو حضرت اقدس پر یہ الہام نازل فرما کر باطل کر دیا جاوے کہ اُذِيْبُ مَنْ يُّرِيْبُ **ثالثاً** چونکہ بعض احباب نے اس وجہ سے کہ یہ شخص جماعت احمدیہ سے ہی خیال کر لیا تھا کہ چراغ دین بھی مثل قمر کے مستفیض نور کا اس شمس ولایت جَرِیُّ اللّٰهِ فِیْ حُلَلِ الْاَنْبِیَآءِ سے ہو گیا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اپنے اس الہام سے جو وقت خسوف کے ہوا جماعت احمدیہ کو بھی ثابت کر دیا کہ اب وہ خیالی ناصر مدعی قمریّت اپنے ان دعاوی بے ہودہ کے سبب بوجہ ناراض کرنے اس جری اللہ فی حلل الانبیاء کے تاریک اور ظلمانی ہو گیا اور اُذِيْبُ مَنْ يُّرِيْبُ کا مصداق ہے اگر توبہ نہ کرے فَاعْتَبِرُوْا يَا اُولِی الْاَبْصَارِ لہٰذا بحکم اَلْعَاقِلُ تَكْفِيْهِ الْاِشَارَةُ کے ہر ایک شخص جماعت احمدیہ پر لازم ہے کہ اگرچہ اس پر رؤیا الہامات و کشوف کا دروازہ بسبب طفیل اس امام الزمان کے کھولا جاوے۔ تب بھی کوئی دعویٰ یا حدیث النفس کسی قسم کا اس کے روبرو نہ کریں ورنہ الہام ''اُذِيْبُ مَنْ يُّرِيْبُ'' اس کے واسطے بھی موجود ہے اور فعل اللہ تعالیٰ کا خسوف بھی موجود ہے اور یہی معنے ہیں اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ کے جو آیت مذکورہ میں سابق گزر چکا۔ وَلَنِعْمَ مَاقِيْلَ ؎

آن کس است اہل بشارت کہ اشارت داند　　نکتہا ست بسے محرم اسرار کجاست

کَتَبَہٗ محمد احسن از قادیان

(الحکم ۲۴ر اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۳،۴)

---

[۱] مریم: ۹۱، ۹۲　　[۲] القیٰمۃ: ۸تا۱۰

بات پر خدا میرا گواہ ہے اور حضور کو بھی میں گواہ کرتا ہوں خدا تعالیٰ میری اس توبہ کو قبول کرے اور حضور کی بھی نظر منظور ہوں اور اللہ تعالیٰ کسی دانستہ یا نادانستہ خطا اور گستاخی کے انتقام سے جو حضور کی مخالفت پر مبنی ہو معاف فرماوے اور اپنی حفظ وامان میں محفوظ رکھے آمین ثم آمین۔

پس واضح خدمت عالی کہ میں نے اپنے دعویٰ کے متعلق جو کچھ اظہار کیا ہے اس کو خالصاً بلاتحریک نفسانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سمجھ کر اُسی کی رضامندی اور اس کے اس پاک سلسلہ احمدیہ کی تائید وتصدیق کے لئے کیا تھا جس پر اللہ تعالیٰ میرا گواہ ہے۔ **''مگر چونکہ حضور امام الزمان اور خلیفۃ اللہ اور حَکَم ہیں اس لئے جناب کا فیصلہ اور حکم ہر ایک فرد بشر کو ماننا اور قبول کرنا فرض ہے لہٰذا میں بھی حضور کے فیصلہ کو جو کہ میرے دعویٰ ماموریت کی نسبت صادر ہوا ہے سچے دل سے منظور وقبول کرتا ہوں۔''** اور حضور کی خوشنودی مزاج کے لئے جو خدا تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے اس اپنے دعویٰ کو چھوڑ دیتا ہوں اور جو کچھ گستاخی یا سوئے ادبی یا حق تلفی اس جماعت کے مقدس لوگوں کی نسبت بوجہ دعویٰ ناصرت اس عاجز سے ظہور میں آ چکی ہے اس کی بابت میں جملہ صاحبان سے عنداللہ معافی طلب کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے اس دعویٰ کے متعلق ہمیشہ کے لئے یہ استعفیٰ اور توبہ نامہ لکھ کر حضور میں ارسال کیا ہے اس کو قبول فرماویں اور اگر مرضی مبارک میں آوے تو شائع بھی کر دیں کیوں کہ میں ایک غریب آدمی ہوں اس لئے اس اشاعت کی توفیق نہیں رکھتا۔

برائے خدا میری معافی کے لئے خدا تعالیٰ کے حضور دعا مانگیں تا کہ خدا تعالیٰ میرے اس قصور کو جو حضور کی طرف سے میری طرف منسوب کیا گیا ہے معاف فرماوے اور آئندہ کے لئے حضور کسی طرح کی ناراضگی اپنے دل میں اس خاکپائے کی نسبت نہ رکھیں تا کہ خدا تعالیٰ اس عاجز کو آپ کی ناراضگی کے باعث کسی انتقام میں ماخوذ نہ کرے۔ آمین۔ اور میں امید کرتا ہوں کہ حضور براہ الطاف واکرام قبول توبہ سے مطلع فرماویں گے۔

عریضہ نیاز خاکسار **چراغ دین احمدی** از جموں ۲۷؍ اپریل ۱۹۰۲ء

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ مورخہ ۳۰؍ اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶)

منارۃ المسیح اور جمونی

افسوس ہے وہ اس توبہ پر قائم نہ رہ سکا اور پھر اس کے نفس امّارہ نے اسے ابھارا اور اب وہ بڑے خطرناک دعاوی کے ساتھ توبہ کو توڑ کر اپنے لئے سامان ہلاکت پیدا کیا اس مرتبہ منارۃ المسیح کے نام سے اس نے ایک کتاب لکھی جس میں حضرت اقدس کے خلاف نہایت توہین آمیز الفاظ لکھے حضرت اقدس نے اس کی طرف توجہ نہ فرمائی اس لئے کہ آپ کی فطرت میں تو یہ تھا کہ ؎

گالیاں سن کر دعا دیتا ہوں ان لوگوں کو
رحم ہے جوش میں اور غیظ گھٹایا ہم نے

اس پر ایک سال گزر گیا اور چراغ دین اپنی گندہ دہنی میں ترقی کرتا گیا یہاں تک کہ پھر اس نے ایک رسالہ مباہلہ کے رنگ میں شائع کیا اور اس میں حضرت اقدس کے مقابلہ میں مباہلہ کی دعا شائع کی۔

حضرت مسیح موعودؑ نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷۲ سے ۳۷۸ تک اس کی تفصیل خود فرمائی اور اسے میں یہاں درج کرتا ہوں۔

> ’’چراغ دین ساکن جموں جب میری بیعت سے مرتد ہو کر مخالفوں میں جا ملا تو اس نے صرف گالیوں پر بس نہ کی بلکہ اپنے الہام اور وحی کا بھی دعویٰ کیا اور عام طور پر لوگوں میں شائع کیا کہ خدا تعالیٰ کی وحی سے مجھے الہام ہوا ہے کہ یہ شخص یعنی یہ عاجز دجّال ہے تب میں نے اپنی کتاب دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء کے صفحہ ۲۳ کے حاشیہ پر وہ الہام شائع کیا جو چراغ دین کی نسبت مجھ کو ہوا اور وہ یہ ہے اِنِّیْ اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ اور اردو میں اس کی نسبت یہ الہام ہوا میں فنا کر دوں گا میں غارت کر دوں گا۔ میں غضب نازل کروں گا اگر اس نے یعنی چراغ دین نے شک کیا اور اس پر یعنی میرے مسیح موعود ہونے پر ایمان نہ لایا اور مامور من اللہ ہونے کے دعویٰ سے توبہ نہ کی

یہ پیشگوئی چراغ دین کی موت سے تین برس پہلے کی گئی تھی جیسا کہ رسالہ دافع البلاء کی تاریخ طبع سے ظاہر ہے اور مجھے اس وقت یاد نہیں کہ مَیں پہلے بھی اس پیشگوئی کو لکھ آیا ہوں یا نہیں اگر پہلے لکھی گئی ہے تو یہ نشان اس کتاب میں گزر چکا ہے اور اس جگہ اس نشان کا مکرر لکھنا دوسری پیشگوئی کی تصریح کے لئے ضرور تھا بہر حال اس پیشگوئی سے تین برس بعد چراغ دین مر گیا اور غضب اللہ کی بیماری سے یعنی طاعون کی بیماری سے اس کی موت ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ طاعون کے رسالہ میں بھی یعنی دافع البلاء میں یہ پیشگوئی لکھی ہے اور اس پیشگوئی کا اہم پہلو نشان چراغ دین کا خود اپنا مباہلہ ہے اس لئے ہم وہ نشان الگ طور پر اس پیشگوئی کے ساتھ ہی ذیل میں لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے............

یہ نشان چراغ دین کے مباہلہ کا نشان ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ جب کہ چراغ دین کو بار بار یہ شیطانی الہام میری نسبت ہوئے کہ یہ شخص دجّال ہے اور اپنی نسبت یہ الہام ہوا کہ وہ اس دجّال کو نابود کرنے کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہے اور حضرت عیسیٰ نے اس کو اپنا عصا دیا ہے تا اس عصا سے اس دجّال کو قتل کرے تو اس کا تکبر بہت بڑھ گیا اور اس نے ایک کتاب بنائی اور اس کا نام منارۃ المسیح رکھا اور اس میں بار بار اسی بات پر زور دیا کہ گویا میں حقیقت میں موعود دجّال ہوں اور پھر جب منارۃ المسیح کی تالیف پر ایک برس گزر گیا تو اس نے مجھے دجّال ثابت کرنے کے لئے ایک اور کتاب بنائی اور بار بار لوگوں کو یاد دلایا کہ یہ وہی دجّال ہے جس کے آنے کی خبر احادیث میں ہے اور چونکہ غضب الٰہی کا وقت اس کے لئے قریب آ گیا تھا اس لئے اس نے اس دوسری کتاب میں مباہلہ کی دعا لکھی اور جناب الٰہی میں دعا کر کے میری ہلاکت چاہی اور مجھے ایک فتنہ قرار دے کر خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ تو اس فتنہ کو دنیا سے اٹھا دے یہ عجیب قدرت حق اور عبرت کا مقام ہے کہ جب مضمون مباہلہ اس نے کاتب کے حوالہ کیا تو وہ کاپیاں ابھی پتھر پر نہیں جمی تھیں کہ دونوں لڑکے اس کے جو صرف دو ہی تھے طاعون

میں مبتلا ہو کر مر گئے اور آخر ۴؍ اپریل ۱۹۰۶ء کو لڑکوں کی موت سے دو تین روز بعد طاعون میں مبتلا ہو کر اس جہان کو چھوڑ گیا اور لوگوں پر ظاہر کر گیا کہ صادق کون ہے اور کاذب کون۔ جو لوگ اس وقت حاضر تھے ان کی زبانی سنا گیا ہے کہ وہ اپنی موت کے قریب کہتا تھا کہ ’’**اب خدا بھی میرا دشمن ہو گیا ہے**‘‘ چونکہ اس کی وہ کتاب چھپ گئی ہے جس میں وہ مباہلہ ہے اس لئے ہم ان لوگوں کے لئے جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں وہ مباہلہ کی دعا ذیل میں لکھتے ہیں اور یہ محض اس غرض سے ہے کہ اگر اس نشان سے ایک شخص بھی ہدایت پاوے تب بھی انشاء اللہ القدیر ہمیں ثواب ہوگا اور چونکہ چراغ دین کے اصل مسودہ مباہلہ پر جو اس کی قلم سے لکھا ہوا ہے کاتب کو تاکید کی گئی ہے کہ یہ مباہلہ کی دعا جلی قلم سے لکھی جاوے اس لئے اگرچہ ہم اس کی دوسری باتوں کے مخالف ہیں تاہم اس کی اس درخواست کو منظور کر کے مباہلہ کی دعا جلی قلم سے لکھوا دیتے ہیں کیوں کہ وہ وصیت صرف ایک دن موت سے پہلے کی گئی ہے پس کیا مضائقہ ہے کہ ہم اس کی وصیّت کو مان لیں اور وہ مباہلہ کی دعا یہ ہے۔

الدُّعَاء

اے میرے خدا اے میرے خدا میں صدق دل سے گواہی دیتا ہوں کہ آسمان و زمین اور مَــاسِــوَا هُـمَـا کا تو ہی اکیلا خالق اور مالک اور رازق ہے اور آسمان و زمین مَــاسِــوَا هُمَـا کے ہر ایک ذرہ پر تیرا ہی حکم جاری اور نافذ ہے اور تو سب کا ابتدا اور انتہا ظاہر اور باطن جانتا اور سب کی آواز سنتا اور ان کی حاجتیں برلاتا اور آسمان و زمین کے درمیان تیرے حکم کے بغیر ایک ذرہ بھی ٹل نہیں سکتا اور انبیا اور اولیا، شاہ اور گدا، ملائک اور شیاطین بلکہ جمیع موجودات تیری ہی مخلوق اور محتاج ہے جو تیری رحمت کے امیدوار اور تیرے غضب سے لرزاں ہیں اور تو ہی اکیلا اس تمام ارضی اور سماوی ظاہری اور باطنی

روحانی اور جسمانی مخلوق کا خالق، مالک اور معبود ہے اور تیرے سوا آسمان اور زمین مَاسِوَا هُمَا کے درمیان عبادت اور توکل یا محبت کے لائق اور کوئی معبود نہیں اور جس قدر معبود لوگوں نے ٹھہرائے ہوئے ہیں خواہ وہ بُت ہیں یا روح یا فرشتے یا شیاطین یا آسمانی اجرام یا زمینی اجسام وہ سب باطل ہیں اور تیری ہی مخلوق اور محتاج ہیں ان میں سے ایک بھی پرستش اور توکل اور محبت کے لائق نہیں بلکہ آسمان اور زمین اور مَاسِوَا هُمَا کے درمیان عبادت اور توکل اور محبت کے لائق تو ہی ایک خدا ہے جو ازلی ابدی زندہ خدا ہے۔ تیرا نہ کوئی باپ ہے نہ بیٹا اور نہ کوئی جورو ہے نہ مصاحب اور نہ کوئی مشیر ہے نہ معاون بلکہ تو اکیلا ہی سب کا خالق مالک اور غالب خدا ہے جو تمام خوبیوں کا منبع اور جمیع عیوب سے منزّہ ہے اس لئے تمام محامد تقدیس اور ستائش اور تعریف کے لائق تو ہی ایک خدا ہے اور ہماری یہ جسمانی اور روحانی یا ظاہری اور باطنی تمام نعمتیں تیری ہی طرف سے ہیں اور ہم تیرے ہی لئے ہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ تیرے سب پیغمبر اور جملہ کتب ساویہ بالعموم اور تیرا سچا اور پیارا حبیب خاتم النبیّین محمد رسول اللہ صلعم اور تیری پاک کلام قرآن شریف وفرقان حمید بالخصوص حق ہے اور نجات اسلام میں محدود۔ اور میں گواہی دیتا ہوں کہ قیامت اور جزا سزا حساب اور میزان دوزخ اور بہشت لقا وغیرہ سب حق اور درست ہیں اور ہم سب مرنے کے بعد جی اٹھیں گے اور اپنے ہی اعمال کے مطابق جزا اور سزا دیئے جائیں گے۔

اب اے میرے خدا میں تیری بارگاہ تقدّس وتعالیٰ میں نہایت عجز اور انکسار، تضرع وابتہال کے ساتھ مؤدّبانہ التماس کرتا ہوں کہ تو جانتا ہے کہ میں وہی شخص ہوں جس کو تو نے بلا کسی استحقاق محض اپنے ہی فضل وکرم سے اپنی مشیّت اور ارادہ کے مطابق جو ازل ہی سے مقرر کیا گیا تھا اپنے مقدس اور سچے دین اسلام کی خدمت اور نصرت کے لئے اہل دنیا میں سے چن لیا اور اس کام کے واسطے مخصوص کیا ہے اور تو نے ہی میرے ہاتھ

سے وہ روحانی منارہ جس پر نزول ابن مریم مقدر تھا تیار کرا دیا ہے اور تو نے ہی مجھے نزول عیسیٰ کی منادی کرنے اور نصاریٰ پر حجت اسلام ثابت کرنے کی خدمت پر مقرر فرمایا ہے اور تو نے ہی مجھے اپنی رحمت کے خزانہ سے وہ علم بخشا ہے جس سے نصاریٰ و اہل اسلام یا قرآن و انجیل کا باہمی اختلاف دور ہو کر اتحاد اور موافقت پیدا ہو سکتی ہے۔ ہاں وہ نزول ابن مریم کا ایک روحانی راز تھا جو مدت ہائے دراز سے اہل دنیا پر پوشیدہ رہا اور خاص اسی زمانہ کے لئے ودیعت کیا گیا تھا اور اسی سے تو اب اپنی مخلوق پر حجت اسلام ثابت کرے گا۔ اور اسلام کو کل دینوں پر غالب کر دے گا پس اے میرے خدا تو جانتا اور دیکھ رہا ہے کہ میں تیرے اس حکم کی تعمیل کو تیری ہی ہدایات کے مطابق انجام دے رہا ہوں اور تیری مرضی کے موافق نزول ابن مریم کے اس نہانی راز کو اہل دنیا پر ظاہر کر کے اتمام حجت کر رہا ہوں لیکن اے میرے خدا تو خود جانتا اور دیکھ رہا ہے کہ دنیا میں ایک شخص نبوت اور رسالت کا مدعی اور مسیحیت کا دعویدار موجود ہے جو کہتا ہے کہ خاتم الانبیاء میں ہوں اور پیشگوئیوں کے مطابق نزول ابن مریم کا مصداق بھی میرا ہی وجود ہے اور کہتا ہے کہ میرے لئے آسمان اور زمین سے نشان ظاہر ہوتے ہیں بلکہ طاعون اور زلزلے بھی میری ہی تائید میں ظاہر ہوئے ہیں تا کہ میرے مخالفوں کو ہلاک اور تباہ کر دیں۔ اور کہتا ہے کہ میں خدا کی مجسم قدرت ہوں اور نجات میرے ہی طریق میں محدود ہے اور جو مجھے نہیں پہچانتا وہ کافر اور مردود اور اس کے اعمال حسنہ نامقبول اور وہ دنیا میں معذّب اور آخرت میں ملعون ہوگا اور کہتا ہے کہ اب کے موسم بہار یا کسی اور موسم بہار میں ایک سخت زلزلہ ظاہر ہوگا جس سے زمین کو انقلاب پیدا ہوگا اور اہل دنیا مہدی کے سلسلہ میں داخل ہونے کے لئے تیار ہو جائیں گے اس لئے اے میرے خدا دنیا کے دل تذبذب میں ہیں اور حق ظاہر نہیں ہو سکتا اور تیری مخلوق باطل پرستی میں مبتلا ہے اور تیرے دین میں گڑ بڑ پڑ رہی ہے اور تیرے حبیب محمد رسول اللہ صلعم کی ہتک کی جا رہی

ہے اور آنجناب کا منصب نبوت و رسالت چھین لیا گیا اور اسلام کو منسوخ اور بے اثر ٹھہرایا گیا اور ایک نئے دین کی بنیاد ڈالی گئی یعنی مرزا قادیانی کی نبوت اور رسالت پر ایمان لانے کے بغیر کوئی مسلمان خواہ وہ کیسا ہی مخلص متقی ایماندار ہو مسلمان نہیں رہ سکتا اور دین کے لئے اس کی کوششیں عبث اور بیکار ہیں اور ایسا ہی اے میرے خدا تیرے مقدس نبی مسیح ابن مریم علیہ السلام کا بھی منصب چھین لیا گیا ہے اور اس کی شان کی تحقیر کی جا رہی ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ کلمۃ اللہ اور روح القدس گنہگار تھا اور میں اُس سے بہتر ہوں پس اے میرے خدا اب تو آسمان پر سے نظر فرما اور اپنے دین اسلام اور اپنے مقدسوں کی عزت بچا اور ان کی نصرت کے لئے اپنی خدمت کا ہاتھ ظاہر کر اور اس فتنہ کو دنیا پر سے اٹھا۔ اور اہل دنیا کو حق کی طرف توجہ دلا اور ان کو اتباع کی توفیق عنایت کر اور مدعی نبوت کی دقیق عمیق پالسی دریافت کرنے کے لئے ان کی بصیرتوں کو تیز فرما اور اہل دنیا کو تمام ارضی وسماوی آفات یعنی طاعون وزلزلہ وغیرہ سے محفوظ رکھ اور ان کو ہر طرح سے امن وچین عطا فرما کیونکہ تو قادر اور غفور الرحیم ہے اور اپنے بندوں کی خطائیں معاف کرنا تیرا ہی کام ہے اور ہم عاجز ضعیف انسان ہیں بھول چوک سے محفوظ نہیں، ہم تو ہر وقت خطا کار ہیں اور تیری ہی بخشش کے امیدوار۔ اس کے بعد اے میرے خدا میں یہ بھی التماس کرتا ہوں اور میری روح تیری عالی ومقدس جناب میں التجا کر رہی ہے اور میری آنکھیں تیری نصرت کی انتظار میں تیری ہی طرف ہیں کہ تو اس سلسلہ کی صداقت کو جو تیرے ہی حکم اور منشا کے مطابق تیرے مقدس دین واسلام کی نصرت میں اور تیرے مقدس نبیوں کی سچائی ظاہر کرنے کے لئے جاری کیا گیا ہے اہل دنیا پر ظاہر کر دے اور اُن کی بصیرتوں کو روشن کر اور اُن کو اتباع حق کی توفیق بخش تا کہ تیرا جلال ظاہر ہو اور تیری مرضی جیسی کہ آسمان پر ہے زمین پر بھی ظاہر ہو کیوں کہ اے میرے خدا تو جانتا اور دیکھتا ہے کہ میں ایک عاجز اور ضعیف انسان ہوں تیری مدد کے سوا کچھ کہہ نہیں سکتا اور

دلوں پر اثر ڈالنا اور حق کی پہچان میں ان کی بصیرتوں کو کھولنا تیرا ہی کام ہے اس لئے اگر تیری امداد میرے شامل حال نہ ہوگی تو میں ناکامیاب رہ جاؤں گا جیسا کہ جھوٹے رہ جاتے ہیں پس اے میرے خدا تو اس سلسلہ کی نصرت میں اپنی قدرت کا ہاتھ ظاہر فرما اور جس غرض کے لئے یہ جاری کیا گیا ہے اس کو انجام دے اور صداقت کو مذاہب غیر کے معتقدوں پر عموماً اور اہل اسلام پر خصوصاً کھول دے اور اُن کو اِس کے اتباع کی توفیق عنایت کر کیوں کہ تو قادر ہے اور آسمان وزمین کے ہر ایک ذرہ پر تیرا ہی حکم نافذ ہے۔ کیا ممکن کہ تیرے حکم کے بغیر ایک ذرّہ حرکت کر سکے لہٰذا تو جو چاہتا ہے کرتا ہے تیرے آگے کوئی بات انہونی اور محال نہیں اور تیرے وعدے سچے اور تیرا ارادہ غیر مبدّل ہے اور تیری رحمت ابدی اور تیری قدرت کامل ہے تیرے ہی حکم سے آسمان اور زمین قائم ہیں اور تو ہی رات کی تاریکی کے بعد صبح کی روشنی کو نمودار کر دیتا ہے اور آفتاب کو مغرب سے مشرق کی طرف کھینچ لاتا ہے تو ہی دنیا میں انقلاب ڈالتا۔ کسی کو شاہی تخت پر اور کسی کو تودہٗ راکھ پر بٹھا دیتا ہے اور تو ہی حق اور باطل میں فیصلہ کر سکتا ہے تو ہی اس امر میں ہماری نصرت فرما اور حق ظاہر کر اور مخلوق کو گمراہی کی موت سے بچا اور ان کو صراطِ مستقیم کی طرف راہنمائی کر۔ آمین ثم آمین

یہ ہے عبارت چراغ دین کے مباہلہ کی جس میں وہ مجھے اپنا فریق مخالف ٹھہرا کر اور مجھے دجّال قرار دے کر خدا تعالیٰ کا فیصلہ مانگتا ہے اور مجھے ایک فتنہ قرار دے کر میرے اٹھائے جانے کی درخواست کرتا ہے اور میری ہلاکت مانگتا ہے اور دعا کرتا ہے کہ اے خدا اپنی قدرت کا ہاتھ ظاہر فرما۔ سو الحمد للہ کہ اس مباہلہ کے ایک دن بعد خدا تعالیٰ نے قدرت کا ہاتھ دکھا دیا اور ابھی اس مباہلہ کی کاپی پتھر پر نہیں جمائی گئی تھی کہ ۴؍ اپریل ۱۹۰۶ء کو طاعون نے اس ظالم کو مع اس کے دونوں بیٹوں کے ہلاک کر دیا یہ ہیں خدا کے کام۔ یہ ہیں خدا کے معجزات۔ یہ ہے خدا کی قدرت کا ہاتھ۔ فَاعْتَبِرُوْا یَا

اُولِی الْاَبْصَار،،

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۸۶ تا ۳۹۲)

بالآخر اس الدعا کی اشاعت کے بعد وہ اور اُس کے لڑکے طاعون سے جیسا کہ اس نے چاہا تھا ہلاک ہو گئے۔

دافع البلاء کی اشاعت

اوپر رسالہ دافع البلاء کے حوالہ سے اس پیشگوئی کی طرف اشارہ کیا ہے جو مخذول چراغ دین جمونی کے حق میں کی گئی تھی۔ یہ رسالہ دراصل ۲۳/اپریل ۱۹۰۲ء کو اس وقت شائع کیا گیا جبکہ پنجاب میں شدت سے طاعون پھیلا ہوا تھا اور بعض خاندان پورے کے پورے بعض دیہات میں لقمۂ طاعون ہو گئے۔ یہ نہایت دلگداز نظارہ تھا باوجود اس کے کہ طاعون کی یہ شدت آپ کی صداقت کا ایک زبردست نشان تھا تاہم آپ اپنی کمال رحمت اور شفقت سے مختلف رنگوں میں لوگوں کو اس عذاب سے بچنے کی دعوت دے رہے تھے اور اس سلسلہ میں یہ مختصر سا رسالہ بھی شائع کیا گیا۔ اس رسالہ میں آپ نے طاعون سے بچنے کا جسمانی اور روحانی علاج شائع کیا اور لوگوں کو جہاں ایک طرف جسمانی گندگی اور ہر قسم کی نجاست سے بچنے کی تعلیم دی اس کے ساتھ جسمانی پاکیزگی کے علاوہ اندرونی پاکیزگی اور طہارت نفس کی ہدایت فرمائی اور اصلی اور نا قابل خطا علاج یہ قرار دیا کہ

انسان اپنے گناہوں اور شرارتوں سے توبہ کر کے خدا سے صلح کریں اور اس نازک وقت میں جس شخص کو خدا تعالیٰ نے مامور کر کے بھیجا ہے اس کی طرف رجوع کریں اور اس کی دعوت پر لبیک کہیں اور اس کے انکار اور استہزا سے باز رہیں کہ طاعون کے باطنی اسباب میں لوگوں کی حق کی مخالفت اور حد سے بڑھی ہوئی شوخی و شرارت کو بھی دخل ہے۔

اسی سلسلہ میں آپ نے اس پیشگوئی کو دوہرایا جو

اِنَّ اللّٰہَ لَایُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَابِاَنْفُسِہِمْ. اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ۔

(تذکرہ صفحہ ۴۶۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

کہ بیشک اللہ تعالیٰ کسی قوم کی حالت کو نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنے نفسوں کی حالت نہ بدلیں اور خدا تعالیٰ نے قریہ (یعنی قادیان) کو بچالیا۔

اور اٰوٰی کی تشریح میں فرمایا کہ عربی زبان میں اس کے معنے ہیں کسی تباہی اور انتشار سے اپنی پناہ میں لے لینا۔ گویا اِنَّهٗ اٰوَی الْقَرْيَةَ سے یہ مراد ہے کہ قادیان میں ایسی طاعون نہیں پڑے گی جسے طاعون جارف (یعنی جھاڑ و دینے والی) کہتے ہیں جس سے بستیاں تباہ ہو جاتی ہیں اور گھر بے چراغ ہو جاتے ہیں اور لوگ بھاگتے پھرتے اور جان بچاتے پھرتے ہیں پس اگر کوئی ایسی چند وارداتیں ہو بھی جائیں جو انسانی برداشت کے اندر رہوں تو وہ اس الہام کی منافی نہیں بلکہ مطابق ہے کیونکہ اٰوٰی کا لفظ اس بات کا متقاضی ہے کہ کسی قدر عذاب کے بعد اللہ تعالیٰ اس قریہ کو اپنی پناہ میں لے لے گا لیکن جو حالت اس وقت پنجاب میں دیہات اور شہروں کی تھی کہ طاعون جھاڑو پھیر رہی تھی اور لوگوں کو سر چھپانے کو جگہ نہ ملتی تھی **وہ حالت تباہی کی قادیان پر نہ آئے گی** کہ خدا تعالیٰ نے اپنے مامور کی وجہ سے اس بستی کو اپنی حفاظت میں لے لیا ہے۔

غرض یہ پیشگوئی پوری شان سے پوری ہوئی اور حضرت اقدس کے مکان (اَلدَّار) میں کوئی چوہا تک بھی اس میں مبتلا نہ ہوا حالانکہ اَلدَّار کے اردگرد بعض بڑے بڑے مخالف طاعون سے ہلاک ہوئے اور قادیان کی جماعت میں بھی اللہ تعالیٰ کی بشارتوں کے موافق ہر طرح امن رہا مگر شہر میں بعض وارداتیں ہوئیں جو نا اہلوں کے لئے ٹھوکر کا پتھر ہوئیں۔

پیسہ اخبار

مجھے افسوس کے ساتھ یہ ذکر کرنا پڑتا ہے کہ پیسہ اخبار نے کسی دشمن سلسلہ کی غیر صحیح اطلاع پر اپنے اخبار میں اس پیشگوئی کے خلاف ایک سلسلہ اعتراضات شروع کیا اللہ تعالیٰ کے فضل اور رحم نے اس خاکسار کو توفیق عطا فرمائی کہ **پیسہ اخبار کو منہ توڑ جواب دیا۔** پیسہ اخبار کی اِس جلد بازی میں اخبار وطن بھی شریک تھا اس لئے میں نے پیسہ اخبار کو ہی مخاطب کیا۔

قادیان میں چند اور وارداتیں ہوئیں جو طاعون سے نہیں ہوئی تھیں پیسہ اخبار کے دروغ باف نامہ نگار نے ان کو طاعونی اموات قرار دیا اگر چہ وہ اموات طاعونی بھی ہوتیں تو بھی پیشگوئی کے خلاف نہ تھی مگر وہ تو سرے سے طاعونی اموات تھیں ہی نہیں اس لئے الحکم میں دستاویزی ثبوت سے اس کا جواب دیا۔ پیسہ اخبار نے چند آدمیوں کے متعلق دعویٰ کیا تھا کہ وہ طاعون سے مرے ہیں۔ موت اور پیدائش کا رجسٹر قادیان میں رہتا تھا جو نمبردار کے زیر نگرانی رہتا اور نمبردار مرزا نظام الدین حضرت اقدس اور سلسلہ کا دشمن تھا اس میں ان اموات کی یادداشت ہے میں ان مضامین کی جو اس سلسلہ میں مجھے لکھنے پڑے تفصیل چھوڑ کر صرف خلاصۃً ان اموات کا ذکر کرتا ہوں جن کو پیسہ اخبار اور وطن طاعونی قرار دیتے ہیں اور ان کے اسباب مرگ اور تھے جو مرزا نظام الدین صاحب نمبردار مخالف سلسلہ نے درج کتاب اموات کر دیئے۔

ہم کو پیسہ اخبار کے ایڈیٹر پر سخت افسوس ہے کہ اس نے اپنے ایک مختصر سے نوٹ میں کئی جھوٹ پھر دلآ زار جھوٹ بولے ہیں حالانکہ کئی سال کے تجربہ اخبار نویسی کے رو سے چاہیے تھا کہ وہ اس خبر کی تصدیق کے لئے بہترین ذرائع کو اختیار کرتے مگر انہوں نے ایک غور کن دور اندیش ایڈیٹر کے منصب کے خلاف جلد بازی اور عجلت سے کام لے کر ایک بیہودہ امر کو اپنے اخبار میں شائع کر دیا جو اس کی خفت کا موجب ہوا۔ پیسہ اخبار اگر محض تعصب اور بے جا عداوت سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی عداوت نہیں کرتا تو ہمیں اس سے مایوس نہیں ہونا چاہیے اور امید کرنی چاہیے کہ وہ اپنے نوٹ کی بہت جلد تردید کر دے گا۔ لیکن اگر اس نے بے جا حجت اور خاموشی سے کام لیا تو وہ اپنے فرض منصبی کے حدود سے ہی نکلنے والا نہ ٹھہرے گا بلکہ ہمارا حق ہوگا کہ ہم کہیں کہ اس نے خدا ترسی سے کام نہیں لیا اب ہم ذیل میں پیسہ اخبار کے ان خطرناک جھوٹوں کو سلسلہ وار لکھتے ہیں۔

"**پہلا جھوٹ**۔ مولا چوکیدار کی وفات کا باعث طاعون قرار دینا ہے حالانکہ ہم نے گزشتہ اشاعت میں سرکاری کتاب کے حوالہ سے بتایا ہے کہ وہ طاعون سے نہیں مرا چنانچہ ہم نے دکھایا ہے کہ رجسٹر اموات و پیدائش قادیان نمبر ۵۳ پر ۲۰؍ فروری ۱۹۰۲ء میں اس کی وفات بذریعہ بخار درج ہے۔

یہ شخص ۲۰؍فروری ۱۹۰۲ء کو مرا ہے اگر وہ طاعون سے اس وقت مرا تھا اور رجسٹر میں غلط باعث بخار درج ہوا ہے تو پھر پیسہ اخبار یا وہ دروغ گو نامہ نگار جس نے پیسہ اخبار کو ایسی جھوٹی خبر دی ہے گویا قادیان کے نمبردار اور بٹالہ کے ڈپٹی انسپکٹر۔ تحصیلدار اور ضلع گورداسپور کے صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر پر الزام لگا تا ہے کہ انہوں نے ایک واردات کو مخفی کیا اور سرکاری طور پر اس کی اطلاع نہیں دی گئی پیسہ اخبار بہت جلد اس شخص کا نام ظاہر کرے جس نے اس قسم کا تشویش افزا خط لکھا ہے تا کہ ایسی جھوٹی خبریں شائع کرانے کی وجہ سے ہم افسران مجاز کو اس کی بابت اطلاع دے سکیں بہرحال یہ افسران مجاز کا فرض ہے کہ ایسے شخص کے متعلق مناسب انتظام کریں۔

دوسرا جھوٹ۔ نھّو چوکیدار کی وفات کے متعلق ہے یہ شخص ۱۸؍اپریل ۱۹۰۲ء کو مرا ہے اور نمبر ۶۹ کتاب مذکور میں باعث موت بخار درج ہے۔

تیسرا جھوٹ۔ مولا کی بیوی۔ یہ بہت ہی خطرناک جھوٹ ہے۔ مولیٰ کی بیوی اس وقت تک قادیان میں زندہ موجود ہے ایک زندہ شخص کی نسبت اس کے مرنے اور طاعون سے مرنے کی متوحش خبر شائع کرنا پیسہ اخبار کے ایڈیٹر کو خوب معلوم ہے قانونی جرم ہے جس سے اس عورت کے رشتہ دار چارہ جوئی کر سکتے ہیں کیا پیسہ اخبار کا اپنا فرض نہیں ہے کہ وہ ایسے غلط بیان شخص پر ہزار بار نفرین کرے۔

چوتھا جھوٹ۔ مولا کی لڑکی کا بھی طاعون سے مرنا ظاہر کیا گیا ہے بحالیکہ ساری عمر میں مولیٰ کے ہاں لڑکی ہوئی ہی نہیں پھر اس خانہ ساز واردات کی بابت ہم بجز اس کے کیا کہیں **لَعْنَتُ اللّٰہِ عَلَی الْکَاذِبِیْنَ**۔

پانچواں جھوٹ۔ نھّو کی بیوی کا مرنا بھی طاعون سے ظاہر کیا گیا بحالیکہ یہ بیچاری ۲۵؍دسمبر ۱۹۰۱ء کو بعارضہ کھانسی و بخار سے فوت ہوئی ہے۔............

چھٹا جھوٹ۔ صدرو ولد بھاگا بافندہ۔ قادیان میں اس نام کا کوئی شخص ابھی تک ہم کو معلوم نہیں ہوا اور نہ رجسٹر پیدائش اموات میں درج ہے۔ بھاگا ایک بافندہ ہے مگر اس کا کوئی لڑکا اس نام کا نہیں ہے اور نہ فوت ہوا ہے۔

ساتواں جھوٹ۔ پسر بڈھا تیلی۔ یہ لڑکا سگ گزیدہ تھا اور رجسٹر مذکور میں اس کی ہلاکت کا باعث یہی درج ہے مگر ہمیں افسوس ہے کہ ایڈیٹر پیسہ اخبار کے نزدیک وہ طاعون سے مرا گویا جس قدر واقعات اور وارداتیں پیسہ اخبار نے دی ہیں سب کی سب جھوٹ ہیں۔

پیسہ اخبار اگر اپنی وقعت کو کم نہیں کرنا چاہتا تو آئندہ ایسے دوستوں پر اعتماد نہ کرے ورنہ اسے سخت نقصان اٹھانا پڑے گا۔

آٹھواں جھوٹ۔ مولوی حکیم نور الدین صاحب کی کسی رشتہ دار عورت (ساس) کے طاعون سے ہلاک ہونے کے متعلق جو جھوٹ پیسہ اخبار نے بولا ہے وہ قانونی زد سے باہر نہیں ہے......

نواں جھوٹ۔ ان سب سے بڑھ کر ایک اور مغالطہ آمیز جھوٹ پیسہ اخبار نے بولا ہے جس میں تعصب اور عداوت بھی ملی ہوئی ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دشمنوں کی علالت طبع کی خبر اسی طاعون والے مضمون کے ضمن میں لکھی ہے جس سے یہ ظاہر کرنا مقصد ہے کہ نصیب اعداء آنحضرت اسی مرض سے بیمار ہیں۔ **لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْن**

(الحکم مورخہ ۱۰؍جون ۱۹۰۲ء صفحہ ۶، ۷)

یہ حضرت اقدسؑ کی فیاضی اور فراخدلی ہے کہ آپ قانونی چارہ جوئی نہ خود کرنا چاہتے ہیں اور نہ اپنے کسی خادم کو اجازت دیتے ہیں ورنہ پیسہ اخبار کو اپنی اس طرزِ تحریر کا پتہ لگ جاتا۔

ایک شبہ کا عملی ازالہ

اَلدَّار کے طاعون سے محفوظ رہنے کی پیشگوئی کا ذکر آ چکا مگر اس پیشگوئی کے متعلق ایک واقعہ نے حقیقت کا انکشاف کر دیا اور یہ واقعہ مکرم مولوی محمد علی صاحب مغفور کی علالت کا ہے مولوی صاحب اَلدَّار ہی میں رہتے تھے مسجد کے اس غسل خانہ میں جہاں سرخ چھینٹوں کے نشان کا ظہور ہوا۔ اُن کے دفتر کے لئے درست کرایا گیا تھا جو مسجد مبارک کے اندر ہی ہے اور اوپر ایک مختصر سے بالا خانہ میں

وہ رہتے تھے طاعون شدت سے پھیل رہا تھا ان کو بھی شدید تپ ہو گیا اور انہوں نے اس حالت میں قیاس کیا کہ ان کو طاعون ہو گئی ہے اور مکرم مفتی محمد صادق صاحب کو بلا کر اپنی وصیّت لکھوا دی اور انہیں یہ خیال ہوا کہ اگرچہ اَلـدَّار کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے مگر اس میں **اِلَّا الَّـذِیْـنَ عَـلَـوا بِـاِسْتِـکْبَـارٍ** کے الفاظ میں استثنٰی بھی ہے ممکن ہے میری کسی کمزوری کے نتیجہ میں یہ طاعون ہو گئی ہے حضرت اقدسؑ نے حقیقۃ الوحی کے نشان ۱۰۳ میں اس کا ذکر یوں فرمایا ہے۔

''**ایک سوتین نشان**۔ ایک دفعہ طاعون کے زور کے دنوں میں جب قادیان میں بھی طاعون تھی مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو سخت بخار ہو گیا اور اُن کو ظن غالب ہو گیا کہ یہ طاعون ہے اور انہوں نے مرنے والوں کی طرح وصیّت کر دی اور مفتی محمد صادق صاحب کو سب کچھ سمجھا دیا اور وہ میرے گھر کے ایک حصہ میں رہتے تھے جس گھر کی نسبت خدا تعالیٰ کا یہ الہام ہے۔**اِنِّـیْ اُحَـافِظُ کُلَّ مَنْ فِـی الـدَّارِ**۔تب میں اُن کی عیادت کے لئے گیا اور اُن کو پریشان اور گھبراہٹ میں پا کر میں نے ان کو کہا کہ **اگر آپ کو طاعون ہو گئی ہے تو میں جھوٹا ہوں اور پھر میرا دعویٰ الہام غلط ہے** یہ کہہ کر میں نے ان کی نبض پر ہاتھ لگایا۔ یہ عجیب نمونہ قدرتِ الٰہی دیکھا کہ ہاتھ لگانے کے ساتھ ہی ایسا بدن سرد پایا کہ تپ کا نام و نشان نہ تھا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۶۵)

حضرت مفتی محمد صادق صاحب اپنا چشم دید واقعہ اس طرح بیان کرتے ہیں کہ ''مَیں نے اس سے قبل مولوی محمد علی صاحب کے جسم پر ہاتھ لگایا تو وہ آگ کی طرح پُھنک رہا تھا۔ ابھی چند منٹ ہی گزرے تھے جو حضرت صاحب تشریف لائے ان کے ہاتھ لگاتے ہی نہ معلوم وہ بخار کدھر چلا گیا۔ یہ وہ عجائبات قدرت ہیں جن سے انسان کا ایمان تازہ ہوتا ہے۔''

ایک قابل غور نکتہ

طاعون کے متعلق جو الہامات ہوئے ہیں وہ اپنے رنگ میں روز روشن کی طرح نمایاں ہوئے۔ اَلــدَّار کے متعلق جو الہامات ہوئے ان میں دو باتیں نہایت عجیب ہیں اوّل اَلــدَّار میں رہنے والوں کی حفاظت اس میں۔ ایک استثنٰی بھی تھا اور پھر خود حضرت اقدسؑ کی لازماً حفاظت اور اس کی صراحت ایسے طور پر ہوئی کہ آپ نے فرمایا اگر میرے جسم میں طاعون کے جراثیم داخل ہو جائیں تو وہ خود ہی ہلاک ہو جائیں گے۔ یہ اس یقین کامل کا مظاہرہ تھا جو حضرت اقدسؑ کو **اللہ تعالیٰ کی اس وحی پر تھا جو آپ پر نازل ہوتی تھی** پھر اس نشان کی اور وسعت ہوئی اور پھر کشتی نوحؑ کے ذریعہ جو تعلیم آپ نے دی اس پر ہر عمل کرنے والے کو **آپ نے اَلدَّار میں ہی داخل قرار دیا۔**

کشتی نوح کی اشاعت

اس وحی الٰہی میں جو وقتاً فوقتاً آپ پر نازل ہوئی اور جس کا سلسلہ آپ کی ماموریت سے بھی پہلے زمانہ سے شروع تھا آپ کا یہ الہام بھی تھا۔ وَاصْنَعِ الْفُلْکَ بِاَعْیُنِنَا تو ہماری آنکھوں کے سامنے کشتی بنا۔ جب آپ مامور ہوئے اور سلسلہ بیعت کا آغاز ہوا تب اس سلسلہ بیعت کو بھی کشتی نوح قرار دیا گیا اور آپ کے مکالماتِ الٰہیہ میں آپ کا نام نوحؑ بھی آیا۔

جب طاعون کا حملہ شدید ہوا اور آپ کو اَلــدَّار کی حفاظت کے مبشرات ملے تو اکثر احباب حضرت اقدس کے اَلــدَّار میں آپ کے منشاء اور اجازت سے سکونت پذیر ہو گئے اور **جائے تنگ است و مردمان بسیار کا نمونہ ہو گیا۔**

تحدیث بالنعمة

مکان کی وسعت صرف موجودہ مکان کے مغرب کی طرف ہی ہو سکتی تھی اور یہ جگہ مرزا غلام حیدر مرحوم کی حویلی تھی اس کے ملحق ایک حصہ ڈپٹی شنکر داس کے قبضہ میں تھا اور مرزا غلام حیدر صاحب کی

حویلی شرکاء کے قبضہ میں تھی۔ راقم الحروف اس کوشش میں تھا کہ حضرت کے قرب میں کوئی ٹکڑا زمین مل جائے اللہ کے فضل نے میری رہنمائی فرمائی اور ڈپٹی شنکر داس کے قبضہ والا مکان میں نے خرید لیا اور حضرت اقدسؑ نے ارشاد فرمایا کہ اس کا ۱/۳ حصہ سلسلہ کے لئے دے دو اور قیمت لے لو۔ خاکسار کے لئے اس سے بڑھ کر کیا سعادت ہوسکتی تھی چنانچہ میں نے ۱/۳ حصہ **حضرت اقدسؑ کے نام پر ھبہ کر دیا** اور اس حقیر قربانی نے مجھے بہت بڑا مکان اور زمین عطا فرمائی۔ **اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ**

اب مرزا غلام حیدر صاحب والی حویلی کا مسئلہ رہ گیا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یہ شرف بھی مجھے عطا فرمایا کہ مرزا نظام الدین صاحب اور ان کے برادر بزرگ مرزا امام الدین صاحب سے گفتگو کر کے انہیں اس بات پر رضامند کر لیا کہ وہ حضرت اقدس کے حصہ کے ساتھ اپنے حصہ کو بھی حضرت کے ہاتھ فروخت کر دیں چنانچہ وہ اس پر رضامند ہو گئے اور اس طرح پر موجودہ اَلـــــدّار کی توسیع میں **اس گنہگار کو اللہ تعالیٰ نے سعادت بخشی ثُمَّ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ** جب یہ مسئلہ حل ہو گیا تو حضرت اقدسؑ نے مندرجہ حاشیہ☆ اعلان توسیع مکان کے لئے شائع فرمایا۔

☆ **حاشیہ۔ درخواست چندہ برائے توسیع مکان۔** چونکہ آئندہ اس بات کا سخت اندیشہ ہے کہ طاعون ملک میں پھیل جائے اور ہمارے گھر میں جس میں بعض حصوں میں مرد بھی مہمان رہتے ہیں اور بعض حصوں میں عورتیں، سخت تنگی واقع ہے اور آپ لوگ سن چکے ہیں کہ اَللّٰه جلّ شَانُہٗ نے ان لوگوں کے لئے جو اس گھر کی چار دیوار کے اندر ہوں گے حفاظت خاص کا وعدہ فرمایا ہے اور اب وہ گھر جو غلام حیدر متوفّی کا تھا جس میں ہمارا حصہ ہے اس کی نسبت ہمارے شریک راضی ہو گئے ہیں کہ ہمارا حصہ دیں اور قیمت پر باقی حصہ بھی دے دیں۔ میری دانست میں یہ حویلی جو ہماری حویلی کا ایک جزو ہوسکتی ہے دو ہزار تک تیار ہوسکتی ہے۔ چونکہ خطرہ ہے کہ طاعون کا زمانہ قریب ہے اور یہ گھر وحی الٰہی کی خوشخبری کی رو سے اس طوفان طاعون میں بطور کشتی کے ہوگا۔ نہ معلوم کس کس کو اس کی بشارت کے وعدہ سے حصہ ملے گا اس لئے یہ کام بہت جلدی کا ہے۔ خدا پر بھروسہ کر کے جو خالق اور رازق ہے اور اعمال صالحہ کو دیکھتا ہے کوشش کرنی چاہیے۔ میں نے بھی دیکھا کہ یہ ہمارا گھر بطور کشتی کے تو ہے مگر آئندہ اس کشتی میں نہ کسی مرد کی گنجائش ہے نہ عورت کی اس لئے توسیع کی ضرورت پڑی۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی**

المشتھر مرزا غلام احمد قادیانی

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۸۶۔ مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ ۴۷۵)

یہ توسیع مکان ہر رنگ میں ایک نشان ہے اور حضرت اقدس کو کشفی رنگ میں یہ توسیع دکھائی گئی تھی اس سلسلہ میں ایک اور واقعہ بھی بیان کرنا چاہتا ہوں اور میرا مقصد اس سے بھی **تحدیث بالنعمة** ہے مہمانوں کی کثرت اور خاندان کی نسلی ترقی مکانات کی ضرورت کی ہمیشہ داعی رہی اس کے بعد مکانات میں پھر تنگی محسوس ہوئی تو حضرت مرزا سلطان احمد صاحبؓ کا خاندانی جائداد سکنی پر قبضہ تھا۔ حضرت اقدس کو تو کبھی ضرورت ہی محسوس نہ ہوئی لیکن جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو الٰہی سلسلہ کی تاسیس کے لئے مامور فرمایا اور مہمانوں کے ہر حصہ ملک سے آنے کی بشارت دی تو جہاں اور جب کوئی مکان تعمیر ہوتا اسی قدر آبادی بڑھ جاتی اور پھر تنگی محسوس ہونے لگتی اب حضرت کو خیال ہوا کہ مکانات جو مرزا سلطان احمد صاحب کے قبضہ میں ہیں ان کی تقسیم ہو جاوے اس غرض کے لئے آپ نے مرزا خدا بخش مرحوم کو (جوان ایّام میں بڑے مدبّر سمجھے جاتے تھے) مقرر کیا کہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب سے گفتگو کر کے تقسیم کرائیں مگر ان کو ناکامی ہوئی اس کی وجہ حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کا انکار نہ تھا مگر مرزا خدا بخش صاحب نے طریق گفتگو اس انداز سے کیا کہ گویا وہ مرزا صاحب کو دھونس دیتے ہیں۔ مرزا سلطان احمد صاحب جس خاندان کے فرد تھے وہ کسی مرحلہ پر کسی فرد یا قوم سے مرعوب نہ ہوا اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ نے اُن کے رُعب اور شوکت کو قائم رکھا۔ جب وہ حکومت کرتا تھا تو بھی اور جب حکومت نہ رہی تو بھی یہی رعب باقی رہا اور اس خاندان نے کبھی اس کو برداشت نہ کیا۔ غرض وہ اپنے طریق گفتگو کی وجہ سے ناکام رہے۔ پھر حضرت حکیم فضل الدین صاحب کو جو بڑے مخلص اور معاملہ فہم اور جان نثار تھے مقرر فرمایا مگر انہیں بھی انداز گفتگو کی وجہ سے ناکامی ہوئی۔ آخر حضرت اقدسؑ نے اس ناچیز (عرفانی) کے سپرد خدمت کی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے فضل سے نواز دیا اور **مکانات کا ایک بڑا حصہ مل گیا** وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ عَلٰی ذَالِکَ نہ صرف یہ بلکہ توسیع مسجد مبارک اور مسجد اقصیٰ کے لئے اراضیات کے حصول کا اس نے ذریعہ بنا دیا بالآخر اُس نے دارالعلوم کی اراضیات کا حصول بھی اسی کے ہاتھ سے کرایا اور مرزا افضل بیگ مرحوم نے اس سودے میں چار گھماؤں اراضی پیش کی اور اللہ تعالیٰ نے میرے دل کو کھول دیا اور وہ اراضی میں نے مدرسہ کے نام ھبہ کرا دی یہ

واقعات میں ضمناً **تحدیث بالنعمة** کے طور پر لکھا گیا اور پھر **اَلْحَمْدُ لِلّٰہ** کہتا ہوں۔

طبی ٹیکا اور آسمانی ٹیکا

طاعون جب شدت سے پھیل رہا تھا اور کثرتِ اموات سے بعض خاندان ختم اور بعض دیہات غیر آباد ہو رہے تھے تو حکومت نے اس کے لئے ایک ٹیکا تجویز کیا۔ اسی اثناء میں حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ کی وحی کے تحت آسمانی ٹیکا تجویز کیا اور کشتی نوح نامی رسالہ میں اس کی اشاعت فرمائی آپ نے حکومت کے ایجاد کردہ ٹیکہ کی طرف تو عوام کو توجہ دلائی مگر اپنی جماعت کو شروع ہی میں اس حقیقی اور ناقابل خطا علاج کی طرف متوجہ کیا جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھولا۔ اس میں رعایت اسباب کے لحاظ سے تریاق الٰہی وغیرہ ادویات بھی الہامی طور پر بتائی گئیں اور تیار ہوئیں۔ مگر اصل علاج تزکیۂ نفس اور اللہ تعالیٰ کے احکام کی کامل فرمانبرداری تھی اس لئے آپ نے حکومت کے پیش کردہ ٹیکہ کی طرف عوام کو تو توجہ دلائی۔ مگر **اپنی جماعت کو روک دیا** اور اُس مصیبت کا جو اہلِ جہاں پر بصورت عذاب نازل تھی اس طرح پر اظہار فرمایا۔

جہان را دِل ازیں طاعون دو نیم ست☆
نہ ایں طاعون کہ طوفان عظیم ست
بیا بشتاب سوئے کشتی ما
کہ ایں کشتی ازاں رب علیم ست

(ٹائیٹل پیج کشتی نوح)

الغرض کشتی نوح بجائے خود ایک عجیب وغریب آسمانی ٹیکہ ہے آپ نے فرمایا۔

''شکر کا مقام ہے کہ گورنمنٹ عالیہ انگریزی نے اپنی رعایا پر رحم کر کے دوبارہ طاعون سے بچانے کے لئے ٹیکا کی تجویز کی اور بندگان خدا کی بہبودی کے لئے کئی لاکھ

☆ترجمہ۔(۱) دنیا کا دل اس طاعون کی وجہ سے ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا یہ طاعون نہیں بلکہ طوفانِ عظیم ہے۔
(۲) جلدی سے ہماری کشتی کی طرف آجا۔ کہ یہ کشتی خدائے علیم کی طرف سے ہے۔

روپیہ کا بوجھ اپنے سر پر ڈال لیا درحقیقت یہ وہ کام ہے جس کا شکرگزاری سے استقبال کرنا دانشمند رعایا کا فرض ہے اور سخت نادان اور اپنے نفس کا وہ شخص دشمن ہے کہ جو ٹیکا کے بارے میں بدظنی کرے کیونکہ یہ بارہا تجربہ میں آچکا ہے کہ یہ محتاط گورنمنٹ کسی خطرناک علاج پر عمل درآمد کرانا نہیں چاہتی بلکہ بہت سے تجارب کے بعد ایسے امور میں جو تدبیر فی الحقیقت مفید ثابت ہوتی ہے اسی کو پیش کرتی ہے سو یہ بات اہلیت اور انسانیت سے بعید ہے کہ جس سچی خیرخواہی کے لئے لکھوکھہا روپیہ گورنمنٹ خرچ کرتی ہے اور کر چکی ہے اس کی یہ داد دی جائے کہ گویا گورنمنٹ کو اس سر دردی اور صَرفِ زَر سے اپنا کوئی خاص مطلب ہے وہ رعایا بدقسمت ہے کہ بدظنی میں اس درجہ تک پہنچ جائے۔ کچھ شک نہیں کہ اس وقت تک جو تدبیر اس عالم اسباب میں اس گورنمنٹ عالیہ کے ہاتھ آئی وہ بڑی سے بڑی اور اعلیٰ سے اعلیٰ یہ تدبیر ہے کہ ٹیکا کرایا جائے اس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا کہ یہ تدبیر مفید پائی گئی ہے اور بپابندی رعایت اسباب تمام رعایا کا فرض ہے کہ اس پر کاربند ہو کر وہ غم جو گورنمنٹ کو ان کی جانوں کے لئے ہے اس سے اس کو سبکدوش کریں لیکن ہم بڑے ادب سے اس محسن گورنمنٹ کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے **ہم ٹیکا** کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی **رحمت کا نشان** دکھاوے سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو ہو جائے گا وہ سب **طاعون سے بچائے** جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے۔ لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے **مت دلگیر ہو** یہ حکم الٰہی ہے جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار

میں رہتے ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں کیوں کہ جیسا میں ابھی بیان کر چکا ہوں آج سے ایک مدت پہلے وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے جس کے علم اور تصرف سے کوئی چیز باہر نہیں اس نے مجھ پر وحی نازل کی ہے کہ میں ہر ایک ایسے شخص کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو اس گھر کی چار دیوار میں ہوگا بشرطیکہ وہ اپنے تمام مخالفانہ ارادوں سے دستکش ہو کر پورے اخلاص اور اطاعت اور انکسار سے **سلسلہ بیعت میں داخل ہو** اور خدا کے احکام اور اس کے مامور کے سامنے کسی طور سے متکبر اور سرکش اور مغرور اور غافل اور خود سر اور خود پسند نہ ہو اور عملی حالت موافق تعلیم رکھتا ہو اور اس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمادیا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے مگر ایسے لوگ ان میں سے جو اپنے عہد پر پورے طور پر قائم نہیں یا ان کی نسبت اور کوئی وجہ مخفی ہو جو خدا کے علم میں ہو ان پر طاعون وارد ہو سکتی ہے مگر انجام کار لوگ تعجب کی نظر سے اقرار کریں گے کہ نسبتاً و مقابلۃً خدا کی حمایت اس قوم کے ساتھ ہے اور اس نے خاص رحمت سے ان لوگوں کو ایسا بچایا ہے جس کی نظیر نہیں۔ اس بات پر بعض نادان چونک پڑیں گے اور بعض ہنسیں گے اور بعض مجھے دیوانہ قرار دیں گے اور بعض حیرت میں آئیں گے کہ کیا ایسا خدا موجود ہے جو بغیر رعایتِ اسباب کے بھی رحمت نازل کر سکتا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ ہاں بلاشبہ ایسا قادر خدا موجود ہے اور اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو اس سے تعلق رکھنے والے زندہ ہی مر جاتے وہ عجیب قادر ہے اور اُس کی پاک قدرتیں عجیب ہیں۔ ایک طرف نادان مخالفوں کو اپنے دوستوں پر کتوں کی طرح مُسلّط کر دیتا ہے اور ایک طرف فرشتوں کو حکم کرتا ہے کہ ان کی خدمت کریں۔ ایسا ہی جب دنیا پر اس کا غضب مستولی ہوتا ہے اور اس کا قہر ظالموں پر جوش مارتا ہے تو اس کی آنکھ اس کے خاص لوگوں کی

حفاظت کرتی ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو اہل حق کا کارخانہ درہم برہم ہو جاتا اور کوئی اُن کو شناخت نہ کر سکتا۔ اُس کی قدرتیں بے انتہا ہیں مگر بقدر یقین لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جن کو یقین اور محبت اور اس کی طرف انقطاع عطا کیا گیا ہے اور نفسانی عادتوں سے باہر کئے گئے ہیں انہیں کے لئے خارق عادت قدرتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے مگر خارق عادت قدرتوں کے دکھلانے کا انہیں کے لئے ارادہ کرتا ہے جو خدا کے لئے اپنی عادتوں کو پھاڑتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایسے لوگ بہت ہی کم ہیں جو اس کو جانتے ہیں اور اس کی عجائب قدرتوں پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ ایسے لوگ بہت ہیں جن کو ہرگز اس قادر خدا پر ایمان نہیں جس کی آواز کو ہر ایک چیز سنتی ہے جس کے آگے کوئی بات اَنہونی نہیں۔ اس جگہ یاد رہے کہ اگرچہ طاعون وغیرہ امراض میں علاج کرنا گناہ نہیں ہے بلکہ ایک حدیث میں آیا ہے کہ کوئی ایسی مرض نہیں جس کے لئے خدا نے دوا پیدا نہیں کی۔ لیکن میں اس بات کو معصیت جانتا ہوں کہ خدا کے اس نشان کو ٹیکا کے ذریعہ سے مشتبہ کر دوں جس نشان کو وہ ہمارے لئے زمین پر صفائی سے ظاہر کرنا چاہتا ہے اور میں اس کے سچے نشان اور سچے وعدہ کی ہتک عزت کر کے ٹیکا کی طرف رجوع کرنا نہیں چاہتا اور اگر میں ایسا کروں تو یہ گناہ میرا قابلِ مؤاخذہ ہوگا کہ میں خدا کے اس وعدہ پر ایمان نہ لایا جو مجھ سے کیا گیا اور اگر ایسا ہو تو پھر تو مجھے شکر گزار اس طبیب کا ہونا چاہیے جس نے یہ نسخہ ٹیکا کا نکالا نہ خدا کا شکر گزار جس نے مجھے وعدہ دیا کہ ہر یک جو اس چار دیوار کے اندر ہے میں اسے بچاؤں گا۔

میں بصیرت کی راہ سے کہتا ہوں کہ اُس قادر خدا کے وعدے سچے ہیں اور میں آنے والے دنوں کو ایسا دیکھتا ہوں کہ گویا وہ آ چکے ہیں اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ہماری گورنمنٹ عالیہ کا اصل مقصد یہ ہے کہ کسی طرح طاعون سے لوگ نجات پاویں اور اگر گورنمنٹ کو آئندہ کسی وقت طاعون سے نجات پانے کے لئے ٹیکہ سے بہتر کوئی تدبیر مل

جائے تو وہ خوشی سے اسی کو قبول کرے گی۔ اس صورت میں ظاہر ہے کہ یہ طریق جس پر خدا نے مجھے چلایا ہے اس گورنمنٹ عالیہ کے مقاصد کے برخلاف نہیں ہے اور آج سے بیس۲۰ برس پہلے اس بلائے عظیم طاعون کی نسبت میری کتاب براہین احمدیہ میں بطور پیش گوئی یہ خبر موجود ہے اور اس سلسلہ کے لئے خاص برکات کا وعدہ بھی موجود ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۸ وصفحہ ۵۱۹۔ پھر ماسوا اس کے یہ بڑے زور سے خدا تعالیٰ کی طرف سے پیشگوئی ہے کہ خدا میرے گھر کے احاطہ کے اندر مخلص لوگوں کو جو خدا کے سامنے اور اس کے مامور کے سامنے تکبر نہیں کرتے بلائے طاعون سے نجات دے گا اور نسبتاً ومقابلۃً اس سلسلہ پر اُس کا خاص فضل رہے گا گو کسی کی ایمانی قوت کے ضعف یا نقصان عمل یا اجل مقدر یا کسی اور وجہ سے جو خدا کے علم میں ہو کوئی شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں بھی کیس ہو جائے سو شاذ و نادر حکم معدوم کا رکھتا ہے۔ ہمیشہ مقابلہ کے وقت کثرت دیکھی جاتی ہے۔ جیسا کہ گورنمنٹ نے خود تجربہ کر کے معلوم کر لیا ہے کہ ٹیکا طاعون کا لگانے والے بہ نسبت دوسروں کے بہت ہی کم مرتے ہیں۔ پس جیسا کہ شاذ و نادر کی موت ٹیکا کے قدر کو کم نہیں کر سکتی اسی طرح اس نشان میں اگر مقابلۃً بہت ہی کم درجہ پر قادیان میں طاعون کی وارداتیں ہوں یا شاذ و نادر کے طور پر اس جماعت میں سے کوئی شخص اس مرض سے گزر جائے تو اس نشان کا مرتبہ کم نہیں ہوگا وہ الفاظ جو خدا کی پاک کلام سے ظاہر ہوتے ہیں ان کی پابندی سے یہ پیشگوئی لکھی گئی ہے۔ عقل مند کا کام نہیں ہے کہ پہلے سے آسمانی باتوں پر ہنسی کرے یہ خدا کا کلام ہے نہ کسی منجم کی باتیں۔ یہ روشنی کی چشم سے ہے نہ تاریکی کی اٹکل سے یہ اس کا کلام ہے جس نے طاعون نازل کی اور جو اُس کو دور کر سکتا ہے۔ ہماری گورنمنٹ بلاشبہ اُس وقت اِس پیشگوئی کا قدر کرے گی جب کہ دیکھے گی کہ یہ حیرت انگیز کیا کام ہوا کہ ٹیکا لگانے والوں کی نسبت یہ **لوگ عافیت اور صحت** میں رہے اور میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر اس پیشگوئی کے مطابق کہ

دراصل برابر بیس۲۰ بائیس۲۲ برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں میرے منجانب اللہ ہونے کا یہ نشان ہوگا کہ میرے گھر کے چار دیوار کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے اور میرا تمام سلسلہ نسبتاً ومقابلۃً طاعون کے حملہ سے بچا رہے گا اور وہ سلامتی جو ان میں پائی جائے گی اس کی نظیر کسی گروہ میں قائم نہیں ہوگی اور قادیان میں طاعون کی خوفناک آفت جو تباہ کر دے نہیں آئے گی۔ اِلَّا کم اور شاذ و نادر۔ **کاش** اگر یہ لوگ دلوں کے سیدھے ہوتے اور خدا سے ڈرتے تو بالکل بچائے جاتے۔''

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد۱۹ صفحہ ۱ تا ۵)

اگرچہ آپ نے گورنمنٹ کی تدبیر حفظِ صحت کی طرف لوگوں کو توجہ دلائی کہ رعایتِ اسباب ضروری ہے اور اپنی جماعت کو گورنمنٹ کے تجویز کردہ ٹیکہ سے روک دیا تا کہ امتیاز قائم ہو اور جس نشان کے ظہور کا آپ نے اعلان فرمایا وہ نمایاں ہو جائے جو ٹیکہ حکومت نے لازم کیا تھا۔ ملکوال ضلع گجرات میں وہ مہلک ثابت ہوا اور اس طرح پر خود حکومت اس تجویز کو واپس لینے پر مجبور ہوگئی اس لئے کہ عوام میں بدظنی پیدا ہوگئی اور اس طرح پر **اللہ تعالیٰ نے آسمانی ٹیکہ کی برکات نمایاں کردیں۔**

۱۹۰۲ءاور جنگ احزاب

ایک سنت اللہ

مرسلین اور مامورینِ ربّانی کی زندگی عجائبات کا مجموعہ ہوتی ہے اور یہ سنت اللہ ہے کہ جب کوئی مامور اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہوتو مختلف عقیدہ اور خیال کے اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جاتے ہیں باوجود اس کے کہ وہ کوئی ایسی تعلیم پیش نہیں کرتا جو بنی نوع انسان کی بھلائی کے لئے نہ ہو نہ صرف یہ بلکہ وہ قوم (جن میں وہ مبعوث ہوتے ہیں) انہیں اپنی فلاح کے لئے بعثت سے پہلے امیدگاہ یقین کرتے ہیں اور اس کی زندگی پاکیزہ کا انہیں اعتراف ہوتا ہے لیکن اس آواز کے سنتے ہی کہ **میں خدا تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوں** ہر قسم کے ہتھیار لے کر مخالفت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعودؑ کے ساتھ بھی یہی ہوا اور مخالفت کا طوفان اپنی پوری شدت سے برپا ہوگیا۔ ہر طبقہ کے لوگوں نے اس میدان میں فرداً فرداً مل کر اور مخالفت کی جنگ میں حصہ لیا مگر آپ کے قدم کو جنبش نہ ہوئی **اس کا ہر دن پہلے سے ترقی کا دن ہوا۔** ۱۹۰۲ء تو خصوصیت سے خطرناک جنگ کا سال ہوا اور مختلف قسم کے ہتھیاروں سے چاہا گیا کہ آپ کے سلسلہ کو ختم کر دیا جاوے۔

حافظ محمد یوسف امرتسری کا چیلنج اور اس کا انجام

یہ ساری کوششیں ہمیشہ ناکام ثابت ہوئیں اور وہ جو سلسلہ کو مٹانے میں اپنی انتہائی کوششیں کرتے رہے وہ خود مٹتے رہے اور سلسلہ ترقی کرتا رہا اسی سلسلہ میں ایک عجیب واقعہ پیش آیا جس کے ذریعہ ندوۃ العلماء پر بھی اتمام حجت ہوگیا اس کی مختصر روائیداد یہ ہے۔

حافظ محمد یوسف امرتسر جس کا ذکر پہلے بھی آچکا ہے وہ ابتداءً سلسلہ کے مؤیّد اور حضرت اقدس سے اخلاص و ارادت کا اظہار کرتے تھے اور یہ الٰہی بخش کی پارٹی کے بڑے رکن تھے یہ سب لوگ

ابتداءً مخلص تھے مگر جب الٰہی بخش کو ابتلا آیا تو یہ سب اسی رو میں بہ گئے۔ راقم الحروف (خاکسار عرفانی) کو اس جماعت کے تمام افراد سے ذاتی تعارف ہی نہیں بے تکلفی تھی اور حافظ محمد یوسف صاحب کو تو ڈپٹی کلکٹری کے امتحان کے لئے قانون یاد کرایا تھا اس لئے وقتاً فوقتاً میں اُن سے ملتا اور اُس رَجْعَتِ قَہْقَرِی پر اُن کی غلطیوں کو واقف کرتا۔ اس سلسلہ میں ان سے بمقام لاہور ایک مجلس میں گفتگو کا موقعہ آیا اور اس میں موضوع زیر بحث **معیار صداقت تھا**۔ میری یہ ملاقات تنہا نہ تھی بلکہ ایک وفد اکابر سلسلہ کا تھا۔ یہ گفتگو لنگے منڈی کی مسجد میں ہوئی جہاں حضرت مولوی رحیم اللہ صاحبؓ امامت کرایا کرتے تھے اور حضرت میاں چراغ دین صاحبؓ کے خاندان کی گویا مسجد تھی۔ گفتگو کا آغاز خاکسار سے ہوا اور حضرت اقدس کی صداقت میں قرآن کریم سے میں نے سورۃ الحاقہ کی آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا[1] پیش کی اور وہی ایک لمبے سلسلہ مخالفت کا پیش خیمہ ہو گئی۔ چنانچہ اس واقعہ کو حضرت اقدسؑ نے پانچ سو روپیہ انعامی اشتہار میں ذکر کیا اور ان تمام علماء مخالفین کو چیلنج دیا ان کے نام اس اشتہار میں درج ہیں فرمایا۔

”واضح ہو کہ حافظ محمد یوسف صاحب ضلعدار نہر نے اپنے نافہم اور غلط کار مولویوں کی تعلیم سے ایک مجلس میں بمقام لاہور جس میں مرزا خدا بخش صاحب مصاحب نواب محمد علی خاں صاحب اور میاں معراج الدین صاحب لاہوری اور مفتی محمد صادق صاحب اور صوفی محمد علی کلرک اور میاں چٹو صاحب لاہوری اور خلیفہ رجب دین صاحب تاجر لاہوری اور شیخ یعقوب علی صاحب ایڈیٹر اخبار الحکم اور حکیم محمد حسین صاحب قریشی اور حکیم محمد حسین صاحب تاجر مرہم عیسیٰ اور میاں چراغ الدین صاحب کلرک اور مولوی یار محمد صاحب موجود تھے بڑے اصرار سے یہ بیان کیا کہ اگر کوئی نبی یا رسول یا اور کوئی مامور من اللہ ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرے اور اس طرح پر لوگوں کو گمراہ کرنا چاہے تو وہ ایسے افترا کے ساتھ تئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہ سکتا ہے۔ یعنی افترا علی اللہ کے بعد اس قدر عمر پانا اس کی سچائی کی دلیل نہیں ہو سکتی اور بیان کیا کہ ایسے کئی لوگوں کا نام

[1] الحاقة: ۴۵

میں نظیراً پیش کر سکتا ہوں۔ جنہوں نے نبی یا رسول یا مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کیا اور تیئیس برس تک یا اس سے زیادہ عرصہ تک لوگوں کو سناتے رہے کہ خدا تعالیٰ کا کلام ہمارے پر نازل ہوتا ہے حالانکہ وہ کاذب تھے۔غرض حافظ صاحب نے محض اپنے مشاہدہ کا حوالہ دے کر مذکورہ بالا دعویٰ پر زور دیا جس سے لازم آتا تھا کہ قرآن شریف کا وہ استدلال جو آیات مندرجہ ذیل میں آنحضرت ﷺ کے منجانب اللہ ہونے کے بارے میں ہے صحیح نہیں ہے اور گویا خدا تعالیٰ نے سراسر خلاف واقعہ اس حجت کو نصاریٰ اور یہودیوں اور مشرکین کے سامنے پیش کیا ہے اور گویا ائمہ اور مفسرین نے بھی محض نادانی سے اس دلیل کو مخالفین کے سامنے پیش کیا یہاں تک کہ شرح عقائد نسفی میں بھی کہ جو اہل سنت کے عقیدوں کے بارے میں ایک کتاب ہے عقیدہ کے رنگ میں اس دلیل کو لکھا ہے اور علماء نے اس بات پر بھی اتفاق کیا ہے کہ استخفافِ قرآن یا دلیل قرآن کلمۂ کفر ہے۔ مگر نہ معلوم کہ حافظ صاحب کو کس تعصب نے اس بات پر آمادہ کر دیا کہ باوجود دعویٰ حفظ قرآن مفصلہ ذیل آیات کو بھول گئے اور وہ یہ ہیں:۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ ۙ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ [1] دیکھو سورۃ الحاقہ الجزو نمبر ۲۹ اور ترجمہ اس کا یہ ہے کہ یہ قرآن کلام رسول کا ہے یعنی وحی کے ذریعہ سے اس کو پہنچا ہے۔ اور یہ شاعر کا کلام نہیں مگر چونکہ تمہیں ایمانی فراست سے کم حصہ ہے اس لئے تم اس کو پہچانتے نہیں اور یہ کاہن کا کلام یعنی اس کا کلام نہیں جو جنّات سے کچھ تعلق رکھتا ہو۔ مگر تمہیں تدبر اور تذکر کا بہت کم حصہ دیا گیا ہے اس لئے ایسا خیال کرتے ہو۔ تم نہیں سوچتے کہ کاہن کس پست اور ذلیل حالت میں ہوتے ہیں بلکہ یہ ربّ العالمین کا کلام ہے۔ جو عالم اجسام اور عالم ارواح دونوں کا

[1] الحاقة: ۴۱ تا ۴۸

ربّ ہے یعنی جیسا کہ وہ تمہارے اجسام کی تربیت کرتا ہے ایسا ہی وہ تمہاری روحوں کی تربیت کرنا چاہتا ہے اور اِسی ربوبیت کے تقاضا کی وجہ سے اُس نے اُس رسول کو بھیجا ہے۔ اور اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنا لیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے حالانکہ وہ کلام اس کا ہوتا نہ خدا کا تو ہم اس کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور پھر اُس کی رگِ جان کاٹ دیتے اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا۔ یعنی اگر وہ ہم پر افترا کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیوں کہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افترا اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو دنیا کے لئے ہلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے اور جھوٹی تعلیم اور جھوٹے عقائد پیش کر کے مخلوق خدا کی روحانی موت چاہتا ہے اور خدا پر افترا کر کے گستاخی کرتا ہے۔

اب ان آیات سے صاف ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت ﷺ کی سچائی پر یہ دلیل پیش کرتا ہے کہ اگر وہ ہماری طرف سے نہ ہوتا تو ہم اس کو ہلاک کر دیتے اور وہ ہرگز زندہ نہ رہ سکتا گو تم لوگ اس کے بچانے کے لئے کوشش بھی کرتے لیکن حافظ صاحب اِس دلیل کو نہیں مانتے اور فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی وحی کی تمام و کمال مدّت تئیس برس کی تھی اور میں اس سے زیادہ مدت تک کے لوگ دکھا سکتا ہوں جنہوں نے جھوٹے دعوے نبوت اور رسالت کے کئے تھے اور باوجود جھوٹ بولنے اور خدا پر افترا کرنے کے وہ تئیس برس سے زیادہ مدت تک زندہ رہے۔ لہٰذا حافظ صاحب کے نزدیک قرآن شریف کی یہ دلیل باطل اور ہیچ ہے اور اس سے آنحضرت ﷺ کی نبوت ثابت نہیں ہو سکتی مگر تعجب کہ جب کہ مولوی رحمت اللہ صاحب مرحوم اور مولوی سید آل حسن صاحب مرحوم نے اپنی کتاب ازالہ اوہام اور استفسار میں پادری فنڈل کے سامنے

یہی دلیل پیش کی تھی تو پادری فنڈل صاحب کو اس کا جواب نہیں آیا تھا اور باوجودیکہ تواریخ کی ورق گردانی میں یہ لوگ بہت کچھ مہارت رکھتے ہیں مگر وہ اس دلیل کے توڑنے کے لئے کوئی نظیر پیش نہ کر سکا اور لاجواب رہ گیا۔اور آج حافظ محمد یوسف صاحب مسلمانوں کے فرزند کہلا کر اس قرآنی دلیل سے انکار کرتے ہیں اور یہ معاملہ صرف زبانی ہی نہیں رہا بلکہ ایک ایسی تحریر اس بارے میں ہمارے پاس موجود ہے جس پر حافظ صاحب کے دستخط ہیں جو انہوں نے مجیّ اخویم مفتی محمد صادق صاحب کو اس عہد اقرار کے ساتھ دی ہے کہ ہم ایسے مفتریوں کا ثبوت دیں گے جنہوں نے خدا کے ماموریا نبی یا رسول ہونے کا دعویٰ کیا اور پھر وہ اس دعویٰ کے بعد تئیس برس سے زیادہ جیتے رہے۔ یاد رہے کہ یہ صاحب مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے گروہ میں سے ہیں اور بڑے مؤحّد مشہور ہیں اور ان لوگوں کے عقائد کا بطور نمونہ یہ حال ہے جو ہم نے لکھا اور یہ بات کسی پر پوشیدہ نہیں کہ قرآنِ کے دلائل پیش کردہ کی تکذیب قرآن کی تکذیب ہے۔اور اگر قرآنِ شریف کی ایک دلیل کو ردّ کیا جائے تو امان اٹھ جائے گا اور اس سے لازم آئے گا کہ قرآن کے تمام دلائل جو توحید اور رسالت کے اثبات میں ہیں سب کے سب باطل اور ہیچ ہوں اور آج تو حافظ صاحب نے اس ردّ کے لئے یہ بیڑہ اٹھایا کہ میں ثابت کرتا ہوں کہ لوگوں نے تئیس برس تک یا اس سے زیادہ نبوت یا رسالت کے جھوٹے دعوے کئے اور پھر زندہ رہے اور کل شاید حافظ صاحب یہ بھی کہہ دیں کہ قرآن کی یہ دلیل بھی کہ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا[1] باطل ہے اور دعویٰ کریں کہ میں دکھلا سکتا ہوں کہ خدا کے سوا اور بھی چند خدا ہیں جو سچے ہیں۔مگر زمین و آسمان پھر بھی اب تک موجود ہیں۔ پس ایسے بہادر حافظ صاحب سے سب کچھ امید ہے لیکن ایک ایماندار کے بدن پر لرزہ شروع ہو جاتا ہے جب کوئی یہ بات زبان

[1] الانبیاء : ۲۳

پر لاوے کہ فلاں بات جو قرآن میں ہے وہ خلاف واقعہ ہے۔ یا فلاں دلیل قرآن کی باطل ہے بلکہ جس امر میں قرآن اور رسول کریم ﷺ پر زد پڑتی ہو ایماندار کا کام نہیں کہ اس پلید پہلو کو اختیار کرے اور حافظ صاحب کی نوبت اس درجہ تک محض اس لئے پہنچ گئی کہ انہوں نے اپنے چند قدیم رفیقوں کی رفاقت کی وجہ سے میرے منجانب اللہ ہونے کے دعویٰ کا انکار مناسب سمجھا اور چونکہ دروغ گو کو خدا تعالیٰ اِسی جہان میں ملزم اور شرمسار کر دیتا ہے اس لئے حافظ صاحب بھی اور منکروں کی طرح خدا کے الزام کے نیچے آ گئے اور ایسا اتفاق ہوا کہ ایک مجلس میں جس کا ہم اوپر ذکر کر آئے ہیں میری جماعت کے بعض لوگوں نے حافظ صاحب کے سامنے یہ دلیل پیش کی کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف میں ایک شمشیر برہنہ کی طرح یہ حکم فرماتا ہے کہ یہ نبی اگر میرے پر جھوٹ بولتا اور کسی بات میں افترا کرتا تو میں اس کی رگ جان کاٹ دیتا اور اس مدت دراز تک وہ زندہ نہ رہ سکتا۔ تو اب جب ہم اپنے اس مسیح موعود کو اس پیمانہ سے ناپتے ہیں تو براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ منجانب اللہ ہونے اور مکالمات الٰہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے اور اکیس برس سے براہین احمدیہ شائع ہے۔ پھر اگر اس مدت تک اس مسیح کا ہلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں ہے تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا تیئیس برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں ہے کیونکہ جب کہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ ایک جھوٹے مدعی رسالت کو تیس برس تک مہلت دی اور وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا[1] کے وعدہ کا کچھ خیال نہ کیا تو اسی طرح نعوذ باللہ یہ بھی قریب قیاس ہے کہ آنحضرت ﷺ کو بھی باوجود کاذب ہونے کے مہلت دے دی ہو مگر آنحضرت ﷺ کا کاذب ہونا محال ہے۔ پس جو مستلزم محال ہو وہ بھی محال۔ اور ظاہر ہے کہ یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جبھی ٹھہر سکتا ہے

---

[1] الحاقۃ: ۴۵

جب کہ یہ قاعدہ کلّی مانا جائے کہ خدا اس مفتری کو جو خلقت کے گمراہ کرنے کے لئے مامور من اللہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہو کبھی مہلت نہیں دیتا کیوں کہ اس طرح پر اس کی بادشاہت میں گڑبڑ پڑ جاتا ہے اور صادق اور کاذب میں تمیز اُٹھ جاتی ہے۔ غرض جب میرے دعویٰ کی تائید میں یہ دلیل پیش کی گئی تو حافظ صاحب نے اس دلیل سے سخت انکار کر کے اس بات پر زور دیا کہ کاذب کا تئیس برس تک یا اس سے زیادہ زندہ رہنا جائز ہے اور کہا کہ میں وعدہ کرتا ہوں کہ ایسے کاذبوں کی میں نظیر پیش کروں گا جو رسالت کا جھوٹا دعویٰ کر کے تئیس برس تک یا اس سے زیادہ رہے ہوں مگر اب تک کوئی نظیر پیش نہیں کی اور جن لوگوں کو اسلام کی کتابوں پر نظر ہے وہ خوب جانتے ہیں کہ آج تک علماء امت میں سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ آنحضرت ﷺ کی طرح تئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے بلکہ یہ تو صریح آنحضرت ﷺ کی عزت پر حملہ اور کمال بے ادبی ہے اور خدا تعالیٰ کی پیش کردہ دلیل سے استخفاف ہے۔ ہاں اُن کا یہ حق تھا کہ مجھ سے اس کا ثبوت مانگتے کہ میرے دعویٰ مامور من اللہ ہونے کی مدت تئیس برس یا اُس سے زیادہ اب تک ہو چکی ہے یا نہیں۔ مگر حافظ صاحب نے مجھ سے یہ ثبوت نہیں مانگا کیونکہ حافظ صاحب بلکہ تمام علماءِ اسلام اور ہندو اور عیسائی اس بات کو جانتے ہیں کہ براہین احمدیہ جس میں یہ دعویٰ ہے اور جس میں بہت سے مکالماتِ الٰہیہ درج ہیں اس کے شائع ہونے پر اکیس برس گزر چکے ہیں اور اسی سے ظاہر ہوتا ہے کہ قریباً تیس برس سے یہ دعویٰ مکالمات الٰہیہ شائع کیا گیا ہے۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۸ تا ۴۳)

چونکہ حافظ صاحب کے ادعا سے قرآن کریم اور حضرت نبی کریمؐ پر حملہ ہوتا تھا آپ نے ایک زبردست مطالبہ علماء اور مشائخ ہند سے کیا اور نہایت دردناک الفاظ میں آپ نے منکرین کے اس رویہ پر اظہار درد فرمایا۔

’’مجھ سے یہ لوگ کیوں بخل کرتے ہیں اگر خدا نہ چاہتا تو مَیں نہ آتا۔ بعض دفعہ میرے دل میں یہ بھی خیال آیا کہ میں درخواست کروں کہ خدا مجھے اس عہدہ سے علیحدہ کرے اور میری جگہ کسی اور کو اس خدمت سے ممتاز فرمائے پر ساتھ ہی میرے دل میں یہ ڈالا گیا کہ اس سے زیادہ اور کوئی سخت گناہ نہیں کہ مَیں خدمت سپرد کردہ میں بزدلی ظاہر کروں۔ جس قدر میں پیچھے ہٹنا چاہتا ہوں اسی قدر خدا تعالیٰ مجھے کھینچ کر آگے لے آتا ہے میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلّی نہیں دی جاتی کہ **میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔** اگرچہ جو لوگ دل کے پاک ہیں مرنے کے بعد خدا کو دیکھیں گے لیکن مجھے اُسی کے منہ کی قسم ہے کہ میں اب بھی اس کو دیکھ رہا ہوں۔ دنیا مجھ کو نہیں پہچانتی لیکن وہ مجھے جانتا ہے جس نے مجھے بھیجا ہے۔ یہ ان لوگوں کی غلطی ہے اور سراسر بدقسمتی ہے کہ میری تباہی چاہتے ہیں۔ میں وہ درخت ہوں جس کو مالک حقیقی نے اپنے ہاتھ سے لگایا ہے جو شخص مجھے کاٹنا چاہتا ہے اس کا نتیجہ بجز اس کے کچھ نہیں کہ وہ قارون اور یہودا اسکریوطی اور ابوجہل کے نصیب سے کچھ حصہ لینا چاہتا ہے۔ میں ہر روز اس بات کے لئے چشم پُر آب ہوں کہ کوئی میدان میں نکلے اور منہاج نبوت پر مجھ سے فیصلہ کرنا چاہے۔ پھر دیکھے کہ خدا کس کے ساتھ ہے۔ مگر میدان میں نکلنا کسی مخنث کا کام نہیں ہاں غلام دستگیر ہمارے ملک پنجاب میں کفر کے لشکر کا ایک سپاہی تھا جو کام آیا۔ اب ان لوگوں میں سے اس کے مثل بھی کوئی نکلنا محال اور غیر ممکن ہے۔ اے لوگو! تم یقیناً سمجھ لو کہ میرے ساتھ وہ ہاتھ ہے جو اخیر وقت تک مجھ سے وفا کرے گا۔ اگر تمہارے مرد اور تمہاری عورتیں اور تمہارے جوان اور تمہارے بوڑھے اور تمہارے چھوٹے اور تمہارے بڑے سب مل کر میرے ہلاک کرنے کے لئے دعائیں کریں یہاں تک کہ سجدے کرتے کرتے ناک گل جائیں اور ہاتھ شَل ہو جائیں تب بھی خدا ہرگز تمہاری دعا نہیں سُنے گا اور نہیں رُکے گا جب تک وہ

اپنے کام کو پورا نہ کرلے۔اور اگر انسانوں میں سے ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو تو خدا کے فرشتے میرے ساتھ ہوں گے اور اگر تم گواہی کو چھپاؤ تو قریب ہے کہ پتھر میرے لئے گواہی دیں۔ پس اپنی جانوں پر ظلم مت کرو کاذبوں کے اور منہ ہوتے ہیں اور صادقوں کے اور۔ خدا کسی امر کو بغیر فیصلہ کے نہیں چھوڑتا۔ مَیں اس زندگی پر لعنت بھیجتا ہوں جو جھوٹ اور افترا کے ساتھ ہو اور نیز اس حالت پر بھی کہ مخلوق سے ڈر کر خالق کے امر سے کنارہ کشی کی جائے۔ وہ خدمت جو عین وقت پر خداوند قدیر نے میرے سپرد کی ہے اور اسی کے لئے مجھے پیدا کیا ہے ہرگز ممکن نہیں کہ میں اس میں سُستی کروں۔‘‘

(اربعین نمبر۳ روحانی خزائن جلد ۱۷ صفحہ ۳۹۹، ۴۰۰)

قطع الوتین

الغرض حافظ محمد یوسف کے اصرار پر حضرت اقدس نے ہندوستان و پنجاب کے ان مشہور و معروف علماء پر اتمام حجت کے لئے یہ انعامی اعلان شائع کیا۔ امرتسر میں ایک حکیم محمد دین صاحب تھے جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے پروپیگنڈا کرنے والے تھے خود مولوی صاحب اور دوسرے علماء کو تو ہمت نہ ہوئی کہ اس میدان میں آتے حکیم محمد دین سے ایک اعلان قطع الوتین کے عنوان سے شائع کرا دیا اور اتفاق سے امرتسر ہی میں ۹ر اکتوبر ۱۹۰۲ء میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ قرار پایا۔ اس موقع کو غنیمت سمجھ کر حافظ صاحب کے ایماء پر یہ اشتہار دیا گیا کہ مرزا صاحب اس جلسہ پر آ کر ان علماء ہندوستان سے یہ بحث کرلیں کہ قطع الوتین میں جن مدعیان کاذب کی عمر اور دعویٰ معیار دے کر یہ ثابت کیا گیا ہے کہ انہوں نے ۲۳ برس سے زیادہ عمر پائی ہے اس لئے یہ دلیل قطع الوتین صحیح نہیں۔ ان نادانوں نے یہ غور تو کیا نہیں کہ اس کی زد قرآن کریم اور حضرت نبی کریم ﷺ کی دلیل صداقت پر پڑتی ہے۔

ندوۃ العلماء اور رُسُلِ حضرت مسیح موعودؑ

اس اشتہار کے پہنچنے پر جو ۲ر کتوبر ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس کو ملا اور آپ نے ۶ را کتوبر کو ایک رسالہ تحفۃ الندوۃ کے نام سے شائع کر کے ایک بار پھر **علماء ہند پر اتمام حجت کیا**۔ اس رسالہ میں آپ نے پھر اس آیت وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا[1] الآیۃ پر بڑی تفصیل اور دلائل قویہ سے روشنی ڈالی اور قرآن کریم کی دوسری آیات سے اسے واضح کیا اور **نا قابل شکست دلیل صداقت ٹھہرایا**۔ رسالہ قطع الوتین جو حافظ صاحب نے شائع کرایا تھا اس پر معقول تنقید کر کے اس کا جواب بھی تحفۃ الندوہ میں اصولی طور پر دیا گیا کہ یہ ثابت کرنا مدعی کا کام ہے کہ وہ لوگ جن کو پیش کیا گیا ہے کہ ۲۳ برس تک یہ دعویٰ کر کے زندہ رہے انہوں نے اپنے الہامات شائع کئے ہیں تو وہ کہاں ہیں اور ان کے ماننے والے اس وقت دنیا میں کہیں ہیں اور کیا ان میں ایسے لوگ تو نہیں کہ توبہ کر کے اپنی دعاوی چھوڑ بیٹھے کیوں کہ وہ اس معیار سے باہر ہو گئے؟؟

نیز یہ بھی فرمایا کہ مجھے امرتسر جانے کی ضرورت نہیں میرے لئے واقعات صحیحہ اور قرآن کریم کا فیصلہ کافی ہے۔ حافظ صاحب ندوۃ العلماء کے چند مولوی لے کر آ جاویں جو طالب حق ہو کر آئیں میں انہیں زبانی تبلیغ کرنے کو تیار ہوں میں یہ رسالہ تحفۃ الندوہ شائع کرتا ہوں اور ندوۃ العلماء کے مولویوں کے پاس بھی بھیجتا ہوں اس طرح پر ان کو تبلیغ ہو جائے گی اور ان میں سے اگر کوئی طالب حق ہو تو وہ قادیان آ جائے میں اپنے دعویٰ کی وضاحت کرنے کو تیار ہوں۔

یہ رسالہ لکھ کر آپ نے حق تبلیغ ادا کر دیا اور ندوۃ العلماء کے جلسہ پر آپ نے ایک وفد تجویز فرمایا جو رسالہ تحفۃ الندوہ کو جلسہ پر تقسیم کرے اور علماء ندوۃ سے حافظ محمد یوسف کے اعلان کے مطابق مطالبہ کرے۔ اس وفد کو آپ نے رسل مسیح موعود قرار دیا۔ یہ وفد حسب ذیل اصحاب پر مشتمل تھا۔

(۱) حضرت مولوی سید محمد احسن امروہیؓ (صدر) (۲) مولوی سید محمد سرور شاہ صاحبؓ

---

[1] الحاقة: ۴۵

(۳) حضرت مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی (۴) مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب کشمیری (۵) راقم الحروف خاکسار یعقوب علی عرفانی (جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اس وقت تک زندہ ہے)

اس وفد نے ندوہ کے جلسہ پر کیا کارروائی کی وہ بڑی طویل ہے اور الحکم کے کئی نمبروں میں اس کی تفصیل دی ہے۔ یہاں اس کے بعض حصے درج کر دیئے جاتے ہیں۔

ہماری روانگی

۹؍اکتوبر کی صبح کو ہمارا قافلہ بصدارت حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امرتسر کو روانہ ہوا اور ۱۰ بجے کے بعد ہم امرتسر اسٹیشن پر پہنچے اور ہمارے امیر وغیرہ کے ایماء اور مشورہ سے یہ قرار پایا کہ سب سے اول یہ کام کرنا چاہیے کہ حافظ محمد یوسف صاحب اور سیکرٹری ندوۃ العلماء کو دو رجسٹری خط روانہ کئے جاویں چنانچہ مندرجہ ذیل دو خط امرتسر کے بڑے ڈاک خانہ میں رجسٹری کرا کے بھیج دیئے گئے۔

(پہلا خط سیکرٹری ندوہ کے نام)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ نَحْمَدُہٗ وَ نُصَلِّیْ ۔ بخدمت جناب سیکرٹری صاحب ندوۃ العلماء السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں اس رجسٹری شدہ چٹھی کے ذریعہ آپ کو ضروری امر کی طرف توجہ دلانی چاہتا ہوں۔ حافظ محمد یوسف صاحب نے بذریعہ ایک اشتہار ندوۃ العلماء کے اجلاس پر ہمیں فیصلہ کے لئے مدعو کیا ہے اور ایسا ہی مولوی احمد حسین ایڈیٹر شحنہ ہند میرٹھ نے بذریعہ خط کے ہمیں مدعو کیا ہے۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ پر آ کر علماء ندوہ کے سامنے مسائل متنازعہ کا فیصلہ کیا جاوے مگر ندوہ کی طرف سے کوئی خاص چٹھی ہمیں اس امر کے متعلق نہیں ملی کہ انہوں نے حافظ محمد یوسف کے اشتہار کے موافق یا شحنہ ہند کے ایڈیٹر کے خط کے مطابق اس معاملہ میں فیصلہ کرنے کا کوئی ریزولیوشن پاس کیا ہے یا نہیں اور وہ اس کام کے لئے تیار ہے یا نہیں؟ اس لئے آپ کو اس ضروری رجسٹرڈ چٹھی کے ذریعہ تکلیف دی جاتی ہے کہ آپ بواپسی ڈاک اطلاع دیں کہ ندوہ کے کون سے علماء اس کام

کے لئے منتخب کئے گئے ہیں یا ندوہ نے ان کو کوئی اجازت اس موقع پر ایسا فیصلہ کرنے کی نہیں دی؟ امید ہے کہ آپ اصل معاملات سے اطلاع دیں گے اور ان ریزولیوشنز کی نقل بھی بھیج دیں گے جو اس کے متعلق ندوہ نے پاس کئے ہیں۔ خاکسار مع ایک جماعت علماء کے آج ۱۰ بجے امرتسر پہنچ گیا ہے اور ندوہ کے اجلاس کے اختتام تک یہاں قیام کرے گا جواب آج ہی ملنا چاہیے۔

خاکسار۔ سید محمد احسن امروہی

۹/ اکتوبر ۱۹۰۲ء ۱۰ بجے دن

(دوسرا خط حافظ محمد یوسف کے نام)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ

حافظ محمد یوسف صاحب

اَلسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الۡھُدٰی مَا اسۡتَکۡبَرَ وَ مَا اَبٰی۔ آپ کا ایک اشتہار بغرض فیصلہ بتقریب جلسہ ندوۃ العلماء شائع ہوا اور ہمیں ملا ہے۔ اس اشتہار کے موافق خاکسار مع ایک جماعت علماء کے اس موقع پر محض اللہ تعالیٰ کے لئے ایک ضروری امر کے لئے یہاں امرتسر آ گیا ہے اسی لئے خط مختصراً بصیغہ رجسٹری آپ کو بھیجا جاتا ہے کہ آپ بواپسی ڈاک اطلاع دیں کہ ندوۃ العلماء کے کون کون سے عالم اس فیصلہ کے لئے آپ نے منتخب کئے ہیں تاکہ ضروری شرائط کے تصفیہ کے بعد اصل مضمون کے متعلق فیصلہ ہو جائے اور اپنے اشتہار کی صداقت کے لئے ندوۃ العلماء کی اس چٹھی یا ریزولیوشن کی نقل بھی ارسال کریں جس کی رو سے آپ نے اس جلسہ پر فیصلہ کے لئے ہمیں مدعو کیا ہے۔ کیوں کہ ندوہ کی اجازت اور منظوری بغیر ہمیں امید نہیں کہ آپ نے ایسا کیا ہو اور اس لئے ندوۃ العلماء کو ہم نے آپ کے اشتہار کے موافق اپنا مخاطب سمجھا ہے۔ اس خط کا جواب آپ میاں حبیب اللہ صاحب، صاحب مختار عدالت کے مکان کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر کے پتہ پر بذریعہ ڈاک رجسٹری بواپسی بھیج دیں۔ میں ندوۃ العلماء کے جلسہ کے اختتام تک ٹھہروں گا۔

فقط سید محمد احسن امروہوی ۹/ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ان خطوط کے بعد ہم منتظر تھے کہ ندوۃ العلماء کے اکابر اس کے لئے کوئی وقت مقرر کریں گے اور حافظ محمد یوسف صاحب بڑے جوش سے اپنے دعویٰ کے ثابت کرنے کے لئے پیش پیش ہوں گے مگر نہ تو ندوۃ العلماء نے کوئی جواب دیا اور نہ حافظ صاحب کہیں نظر آئے۔

اصل بات تو یہ ہے کہ ندوہ تو اس جھگڑے میں آنا ہی نہیں چاہتا تھا اور حافظ صاحب نے سستی شہرت کے خیال سے ندوہ سے استصواب کئے بغیر اشتہار دے دیا۔

یہ وفد نہ صرف امرتسر میں موجود رہا بلکہ ندوہ کے جلسہ میں اور علماء کی قیام گاہ پر روزانہ جا کر تبلیغ کرتا رہا اور تحفۃ الندوہ اور کشتی نوح وغیرہ لٹریچر تقسیم کرتا رہا اور بعض علماء سے گفتگو بھی۔ جن میں خصوصیت سے مولوی صوفی محمد سلیمان صاحب پھلواروی سے خاص گفتگو رہی جس میں مسئلہ توجہ کا بھی ذکر آیا اور ان سے کہا گیا کہ **مجھ پر اپنی توجہ ڈال کر ہم خیال بناؤ** مگر وہ خاموش ہو گئے۔

اسی طرح پر ندوۃ العلماء نے ایک ایسی تاریخی بحث سے (جو قرآن کریم کی پیش کردہ دلیل صداقت کے متعلق تھی اور جسے حافظ محمد یوسف نے نہایت شوخ چشمی سے ردّ کر کے قرآن کریم کی ہتک کی تھی) گریز کر کے حضرت اقدس کی صداقت پر مہر کر دی اور حافظ اور اس کے معاونین کی سفاہت کا عملی اعلان کر دیا۔ جیسا کہ حضرت اقدس کے ملفوظات میں ذکر آیا لٹریچر کی تقسیم کا یہ اثر ہوا کہ بعض محتاط علماء جلسہ کے بعد قادیان آئے اور حضرت اقدس سے بالمشافہ بعض سوالات بطور ایک طالب حق دریافت کئے انہوں نے مولویانہ رنگ اختیار نہ کیا اور ان میں سے مکرم مولوی شرافت اللہ خاں صاحب شاہجہان پوری کو اللہ تعالیٰ نے داخل بیعت ہونے کی سعادت بخشی۔ اس جلسہ ندوۃ العلماء میں جو کام تبلیغ و اشاعت کا ہوا اس کی تفصیل الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔

غرض قطع الوتین کے فتنہ میں بھی اللہ تعالیٰ نے آپ کو **فتح نمایاں بخشی۔**

فونوگراف کے ذریعہ تبلیغ حق

حضرت نواب محمد علی خاں صاحبؓ نے فونوگراف منگوایا تھا اس وقت تو یہ عام نہ ہوا تھا اور نہ ہر شخص کو استطاعت ہی تھی کہ خرید کرے۔ قادیان میں وہ ایک عجوبہ سمجھا گیا۔ حضرت اقدس نے ارادہ فرمایا کہ اس میں اپنا پیغام بند کریں اور اس کے ذریعہ تشہیر و تبلیغ ہو۔ جس چیز کو عوام اور خواص ذریعہ تفریح سمجھتے تھے آپ نے اس سے تبلیغ کا کام لینا چاہا آپ دنیا میں اس طرح پر تبلیغ چاہتے تھے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی اس پاک خواہش کو پورا کرنے کے لئے آپ کے خدّام کے ذریعہ دنیا میں تبلیغ کا راستہ کھول دیا۔

غرض جب فونوگراف کی خبر عام ہوگئی اور لوگوں کو اس کے دیکھنے کا شوق پیدا ہوا وہ براہ راست حضرت نواب صاحبؓ کو عرض نہ کر سکتے تھے اگر چہ وہ ایسے وسیع القلب بزرگ تھے کہ اگر کوئی بھی عرض کرتا تو وہ اسے فونوگراف دکھا اور سنا دیتے مگر ہر کس و ناکس کو یہ جرأت نہ ہوئی آخر انہوں نے لالہ شرمپت رائے کے ذریعہ حضرت کے حضور عرض کیا۔

چنانچہ ۲۰؍نومبر ۱۹۰۱ء کو نماز ظہر کے لئے جب حضرت اقدس تشریف لائے تو آپ نے نواب صاحب ممدوح سے لالہ شرمپت رائے کی درخواست کا ذکر فرمایا نواب صاحب نے منظور فرمالیا۔ مگر اب قابل قدر اور لائق ذکر یہ بات ہے کہ حضرت اقدس نے سوچا کہ یہ لوگ تو بطور کھیل اور عجوبہ کے اس کو دیکھنا چاہتے ہیں بہتر ہوگا ہم اس سے اپنا کام لیں اور ان کو تبلیغ کریں۔ چنانچہ آپ نے یہ تجویز فرمائی کہ اس میں چند شعر جو ہم تیار کر دیتے ہیں بند کئے جائیں اور ایسا ہی پرانی نظموں میں سے اور کچھ قرآن شریف۔ فرمایا مولوی عبدالکریم صاحب بند کر دیں۔ صاحبزادہ سراج الحق صاحب جن کی آواز اچھی ہے۔ آخر مولوی عبدالکریم صاحب نے ان شعروں کو بند کیا۔ کوئی ساڑھے چار، پانچ بجے کے قریب حضرت اقدسؑ کے بالا خانہ کے صحن میں فونوگراف رکھا گیا اور مندرجہ ذیل رقعہ لالہ شرمپت رائے کو لکھا گیا۔

رقعہ

’’لالہ شرمپت! نواب صاحب کو کہہ کر فونوگراف منگوا لیا ہے اب تمہاری انتظاری ہے اگر ملاوامل بھی دیکھنا چاہے وہ بھی آ جاوے بلکہ اگر پانچ سات اور آدمی آنا چاہیں تو مضائقہ نہیں ہے۔ ہر روز فرصت نہیں ملتی اس وقت فرصت نکالی ہے جلد آنا چاہیے۔‘‘ (مرزا غلام احمد)

چنانچہ لالہ شرمپت رائے اور آریہ سماج کا سیکرٹری اور بہت سے لوگ ہندو اور مسلمان اس کے دیکھنے کو آئے اور لالہ شرمپت رائے کو فونوگراف کے بالکل پاس بٹھایا گیا سب سے پہلے فونوگراف میں منشی نواب خاں صاحب ثاقب مالیر کوٹلی کے لب ولہجہ سے یہ چند شعر سنائے۔

اشعار

بدہ از چشم خود آبے درختانِ محبت را☆
مگر روزے دِہَندت میوہائے پُر حلاوت را

مہِ اسلام در باطن حقیقت ہا ہمی دارد
کجا باشد خبر زاں مہ گرفتارانِ صورت را

من از یار آمدم تاخلق را ایں ماہ بنمائم
گر امروزم نمی بینی بہ بینی روز حسرت را

☆ترجمہ(۱) محبت کے درختوں کو اپنی آنکھوں کے پانی سے سیراب کر، تا کہ ایک دن وہ تجھے شیریں پھل دیں۔
(۲) اسلام کا چاند اپنے اندر بہت سی حقیقتیں رکھتا ہے۔ظاہر بینوں کو اُس چاند (کی خوبیوں) کی کیا خبر ہوسکتی ہے۔
(۳) میں اُس یار کی طرف سے آیا ہوں کہ مخلوق کو یہ چاند دکھاؤں، اگر آج تو مجھے نہیں دیکھے گا تو ایک روز حسرت کا دن دیکھے گا۔

گر از چشمِ تو پنہانست شانم دم مزن بارے☆
کہ بدپرہیز بیمارے نہ بیند روئے صحت را

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد۵ صفحہ ۵۵)

اس کے بعد فونوگراف سے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کے لب ولہجہ میں یہ اشعار نکلے۔

آواز آ رہی ہے یہ فونو گراف سے
ڈھونڈو خدا کو دل سے نہ لاف و گزاف سے
جب تک عمل نہیں ہے دل پاک و صاف سے
کمتر نہیں یہ مشغلہ بُت کے طواف سے
باہر نہیں اگر دلِ مُردہ غلاف سے
حاصل ہی کیا ہے جنگ و جدال و خِلاف سے
وہ دیں ہی کیا ہے جس میں خدا سے نشاں نہ ہو
تائیدِ حق نہ ہو مددِ آسماں نہ ہو
مذہب بھی ایک کھیل ہے جب تک یقیں نہیں
جو نور سے تہی ہے خدا سے وہ دیں نہیں
دینِ خدا وہی ہے جو دریائے نُور ہے
جو اس سے دور ہے وہ خدا سے بھی دور ہے
دین خدا وہی ہے جو ہے وہ خدا نما
کِس کام کا وہ دیں جو نہ ہووے گِرہ کشا
جن کا یہ دیں نہیں ہے نہیں ان میں کچھ بھی دَم
دنیا سے آگے ایک بھی چلتا نہیں قدم

☆ترجمہ۔اگر میری شان تیری آنکھوں سے پوشیدہ ہے تو بھی خاموش رہ کہ بدپرہیز بیمار تندرستی کا منہ نہیں دیکھتا۔

وہ لوگ جو کہ معرفتِ حق میں خام ہیں
بُت ترک کر کے پھر بھی بُتوں کے غلام ہیں

(الحکم مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۰۱ء صفحہ ۵)

یہ اشعار پھر دوبارہ پڑھے گئے جس وقت یہ اشعار جو حضرت اقدس نے خاص اسی تقریب کے لئے چند منٹ میں لکھ کر دیئے تھے فونوگراف سے نکل رہے تھے تو احمدی جماعت کے ایمان میں ترقی اور تازگی آتی تھی اور ان کے چہروں سے خوشی اور لذت کے آثار نمایاں تھے برخلاف اس کے جو لوگ فونوگراف سننے کی درخواست کرنے والوں میں تھے ان کے چہروں پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا مجبور تھے سننا پڑا۔ اس کے بعد فونوگراف نے پھر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب کی آواز میں یہ چند شعر حضرت اقدس کے ایک الہامی نعتیہ قصیدے کے سنائے۔☆

عَجب نُوریست در جانِ محمدؐ
عجب لعلیست در کانِ محمدؐ
زِ ظلمت ہا دِلے آنگہ شَوَد صاف
کہ گردد از مُحبّانِ محمدؐ
عَجب دارم دلِ آں ناکساں را
کہ رُو تابند از خوانِ محمدؐ
ندانم ہیچ نفسے در دوعالم
کہ دارد شوکت و شانِ محمدؐ

☆ترجمہ (۱) محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان میں ایک عجیب نور ہے محمدؐ کی کان میں ایک عجیب و غریب لعل ہے۔
(۲) دل اس وقت ظلمتوں سے پاک ہوتا ہے جب وہ محمد صلعم کے دوستوں میں داخل ہو جاتا ہے۔
(۳) میں اُن نالائقوں کے دلوں پر تعجب کرتا ہوں جو محمد صلعم کے دستر خوان سے منہ پھیرتے ہیں۔
(۴) دونوں جہان میں مَیں کسی شخص کو نہیں جانتا جو محمد صلعم کی سی شان و شوکت رکھتا ہو۔

☆
خدا زاں سینہ بیزارست صد بار
کہ ہست از کِینہ دارانِ محمدؐ
چہ ہیبتہا بدادند اِیں جواں را
کہ نایَد کَس بمَیدانِ محمدؐ
اَلا اَے دُشمنِ نادان و بے راہ
بترس از تیغِ بُرّانِ محمدؐ
رہِ مولیٰ کہ گم کردند مَردُم
بجو در آل و اَعوانِ محمدؐ
اَلا اے منکر از شانِ محمدؐ
ہم از نُورِ نمایانِ محمدؐ
کرامت گرچہ بے نام و نشان است
بیَا بنگر زِ غلمانِ محمدؐ

(آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۶۴۹)

اس کے بعد قرآن شریف مولوی عبدالکریم صاحب کے لہجہ میں سنایا گیا اور جلسہ برخاست ہوا۔

☆ترجمہ (۱) خدا اُس شخص سے سخت بیزار ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ رکھتا ہے۔
(۲) اس جوان کو کس قدر رعب دیا گیا ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے میدان میں کوئی بھی (مقابلہ پر) نہیں آتا۔
(۳) اے نادان اور گمراہ دشمن ہوشیار ہو جا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی کاٹنے والی تلوار سے ڈر۔
(۴) خدا کے اس راستہ کو جسے لوگوں نے بھلا دیا ہے تو محمد ﷺ کے آل اور انصار میں ڈھونڈھ
(۵) خبردار ہو جا! اے وہ شخص جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان نیز محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے چمکتے ہوئے نور کا منکر ہے۔
(۶) اگرچہ کرامت اب مفقود ہے۔ مگر تو آ اور اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں میں دیکھ لے۔

حضرت امام الزمان کا ایک محاکمہ

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اوصاف میں حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ نے جو پیشگوئی فرمائی ہے اس میں آپ کو **اِمَامًا حَکَمًا عَدْلًا** فرمایا کہ وہ امام ہوگا اور دین کے اخلاقی اور نزاعی امور میں فیصلہ کرنے والا ہوگا اور وہ فیصلہ عدل پر موقوف ہوگا۔ اس باب میں حضرت اقدس کے متعدد فیصلے مختلف نزاعات میں موجود ہیں خود آپ کا دعویٰ بھی ایک اختلافی مسئلہ کا صحیح فیصلہ ہے اور حضرت مسیح ابن مریم علیہ السلام کی ولادت اور موت اور آمد ثانی کے ضمن میں جو نزاعات ہیں وہ بھی آپ نے فیصلہ کیں۔ گو اوائل میں وفات مسیح پر بڑے جھگڑے اور مباحثے ہوئے لیکن آخر یہ مان لیا گیا کہ مسیح ابن مریم نبی اللہ، اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت جاریہ کے موافق فوت ہو گیا۔

ایسا ہی مہدی اور مسیح موعود کے متعلق بھی آپ ہی کا فیصلہ صحیح ثابت ہوا کہ **آنے والا ایک ہی فرد ہے** اور وہ اپنے دو قسم کے مناصب کے لحاظ سے **مہدی** اور **مسیح** کہلائے گا۔

غرض اللہ تعالیٰ نے آپ کے متعلق اختلافات کے صحیح فیصلہ کے متعلق بشارت دی تھی۔

آپ کے عصر سعادت میں ایک نیا فتنہ کھڑا ہوا۔ جو خود مسلمانوں کے اندر پیدا ہوا۔ مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اہلِ قرآن ہونے کا دعویٰ کیا۔ جیسے ایک زمانہ میں خَلقِ قرآن کے نام سے ایک فتنہ پیدا ہوا تھا۔ اس فتنہ کی بنیاد لاہور میں رکھی گئی اور لاہور کی مسجد چینیاں والی جو ایک زمانہ میں مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کا گڑھ تھی ان کے وہاں سے نکالے جانے کے کچھ عرصہ بعد مولوی عبداللہ چکڑالوی کا ہیڈ کوارٹر بنا اور میاں محمد چٹو جو ایک زمانہ میں بڑے اہل حدیث تھے اور کچھ عرصہ احمدی بھی رہے۔ مولوی چکڑالوی کے خیالات سے متأثر ہوئے اور مولوی محمد حسین صاحب اور چکڑالوی کے درمیان ایک مباحثہ ہوا۔ مباحثہ کی تحریرات پر حضرت اقدس نے ایک محاکمہ تحریر فرمایا۔ یہ فتنہ چونکہ آجکل بھی کراچی میں اپنا مرکز قائم کر چکا ہے اس لئے حیاتِ احمد کے ضمنی واقعات میں یہ محاکمہ آ جانا بھی ضروری ہے اس لئے میں اسے یہاں درج کر رہا ہوں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کے مباحثہ پر مسیح موعود حکم ربّانی کا ریویو اور اپنی جماعت کے لئے ایک نصیحت

فریقین کی تحریرات سے معلوم ہوا کہ مباحثہ مندرجہ عنوان کے پیش آنے کی وجہ یہ تھی کہ مولوی عبداللہ صاحب احادیث نبویہ کو محض ردّی کی طرح خیال کرتے ہیں اور ایسے الفاظ منہ پر لاتے ہیں جن کا ذکر کرنا بھی سُوءِ ادب میں داخل ہے اور مولوی محمد حسین صاحب نے ان کے مقابل پر یہ حجت پیش کی تھی کہ اگر احادیث ایسی ہی ردی اور لغو اور ناقابل اعتبار ہیں تو اس سے اکثر حصے عبادات اور مسائل فقہ کے باطل ہو جائیں گے کیونکہ احکام قرآنی کی تفاصیل کا پتہ حدیث کے ذریعہ سے ہی ملتا ہے ورنہ اگر صرف قرآن مجید کو ہی کافی سمجھا جائے تو پھر محض قرآن کے رو سے اس پر کیا دلیل ہے کہ فریضہ صبح کی دو رکعت اور مغرب کی تین رکعت اور باقی تین نمازیں چار چار رکعت ہیں۔ یہ اعتراض ایک زبردست پیرایہ میں ہے گو اپنے اندر ایک غلطی رکھتا ہے یہی وجہ تھی کہ اس اعتراض کا مولوی عبداللہ صاحب نے کوئی شافی جواب نہیں دیا۔ محض فضول باتیں ہیں جو لکھنے کے بھی لائق نہیں۔ ہاں اس اعتراض کا نتیجہ آخر کار یہ ہوا کہ مولوی عبداللہ صاحب کو ایک نئی نماز بنانی پڑی جس کا جمیع اسلام کے فرقوں میں نام و نشان نہیں پایا جاتا۔ انہوں نے التّحیّات اور درود اور دیگر تمام ادعیہ ماثورہ جو نماز میں پڑھی جاتی ہیں درمیان سے اڑا دیں اور ان کی جگہ صرف قرآنی آیتیں رکھ دیں ایسا ہی اور بہت کچھ نماز میں تبدیلی کی جس کے ذکر کی اس جگہ ضرورت نہیں اور شاید مسائل حج و زکوٰۃ وغیرہ میں بھی تبدیلی کی ہوگی۔ لیکن کیا یہ سچ ہے کہ حدیثیں ایسی ہی ردّی اور لغو ہیں جیسا کہ مولوی عبداللہ صاحب نے سمجھا ہے معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ ان ہر دو فریق میں سے ایک فریق نے افراط کی راہ اختیار کر رکھی ہے اور دوسرے نے تفریط کی۔ فریق اول یعنی مولوی محمد حسین صاحب اگر چہ اس بات میں سچ پر ہیں کہ احادیث نبویہ مَرفوعہ متّصلہ ایسی چیز نہیں ہیں کہ ان کو ردّی اور لغو سمجھا جائے لیکن وہ حفظِ مراتب کے قاعدہ کو فراموش کر کے احادیث کے مرتبہ کو اس بلند مینار پر چڑھاتے ہیں جس سے قرآن شریف کی ہتک لازم آتی ہے اور اس سے انکار کرنا پڑتا ہے اور کتاب اللہ کی مخالفت اور معارضت کی وہ کچھ بھی پرواہ نہیں کرتے اور حدیث کے قصہ کو ان قصوں پر ترجیح دیتے ہیں جو کتاب اللہ میں بتصریح موجود ہیں اور حدیث کے بیان کو کلام اللہ کے بیان پر ہر ایک حالت میں مقدم سمجھتے ہیں اور یہ صریح غلطی اور جادۂ انصاف سے تجاوز ہے۔ اللہ جَلَّ شَانُہٗ قرآن پاک میں فرماتا ہے۔ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ [1] یعنی خدا اور اس کی آیتوں کے بعد کس حدیث پر ایمان لائیں گے۔ اس جگہ حدیث کے لفظ کی تنکیر جو فائدہ عموم کا دیتی ہے صاف بتلا رہی ہے کہ جو حدیث قرآن کے معارض اور مخالف پڑے اور کوئی راہ تطبیق کی پیدا نہ ہو اس کو رد کر دو۔ اور اس حدیث میں ایک پیشگوئی بھی ہے جو بطور اِشَارَۃُ النَّص اس آیت سے مترشح ہے اور وہ یہ کہ خدا تعالیٰ آیت ممدوحہ میں اس بات کی طرف اشارہ فرماتا ہے کہ ایک ایسا زمانہ بھی اس امت پر آنے والا ہے کہ جب بعض افراد اس امت کے قرآن شریف کو چھوڑ کر ایسی حدیثوں پر بھی عمل کریں گے جن کے بیان کردہ بیان قرآن شریف کے بیانات سے مخالف اور معارض ہوں گے۔ غرض یہ فرقہ اہل حدیث اس بات میں افراط کی راہ پر قدم مار رہا ہے کہ قرآنی شہادت پر حدیث کے بیان کو مقدم سمجھتے ہیں اور اگر وہ انصاف اور خدا ترسی سے کام لیتے تو ایسی حدیثوں کی تطبیق قرآن شریف سے کر سکتے تھے مگر وہ اس بات پر راضی ہو گئے کہ خدا کے قطعی اور یقینی کلام

---

[1] الجاثیۃ:۷

کو بطور متروک اور مہجور کے قرار دے دیں اور اس بات پر راضی نہ ہوئے کہ ایسی حدیثوں کو جن کے بیانات کتاب اللہ سے مخالف ہیں یا تو چھوڑ دیں اور یا ان کی کتاب اللہ سے تطبیق کریں پس یہ وہ افراط کی راہ ہے جو مولوی محمد حسین نے اختیار کر رکھی ہے۔

اور ان کے مخالف مولوی عبد اللہ صاحب نے تفریط کی راہ پر قدم مارا ہے جو سرے سے احادیث سے انکار کر دیا ہے اور احادیث سے انکار ایک طور سے قرآن شریف کا بھی انکار ہے۔ کیوں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ [1] پس جب کہ خدا تعالیٰ کی محبت آنحضرت ﷺ کی اتباع سے وابستہ ہے اور آنجناب کے عملی نمونوں کے دریافت کے لئے جن پر اتباع موقوف ہے حدیث بھی ایک ذریعہ ہے پس جو شخص حدیث کو چھوڑتا ہے وہ طریق اتباع کو بھی چھوڑتا ہے اور مولوی عبد اللہ صاحب کا یہ قول کہ تمام حدیثیں محض شکوک اور ظنون کا ذخیرہ ہے یہ قلت تدبر کی وجہ سے خیال پیدا ہوا ہے اور اس خیال کی اصل جڑ محدثین کی ایک غلط اور نامکمل تقسیم ہے جس نے بہت سے لوگوں کو دھوکا دیا ہے کیوں کہ وہ یوں تقسیم کرتے ہیں کہ ہمارے ہاتھ میں ایک تو کتاب اللہ ہے اور دوسری حدیث اور حدیث کتاب اللہ پر قاضی ہے گویا احادیث ایک قاضی یا جج کی طرح کرسی پر بیٹھی ہیں اور قرآن ان کے سامنے ایک مستغیث کی طرح کھڑا ہے اور حدیث کے حکم کے تابع ہے۔ ایسی تقریر سے بے شک ہر ایک کو دھوکا لگے گا کہ جب کہ حدیثیں سوڈیڑھ سو برس آنحضرت ﷺ کے بعد جمع کی گئی ہیں اور انسانی ہاتھوں کے مس سے وہ خالی نہیں ہیں اور باایں ہمہ وہ اَحاد کا ذخیرہ اور ظنّی ہیں اور ان میں قسم متواترات شاذ و نادر جو حکم معدوم کا رکھتی ہیں اور پھر وہی قرآن شریف پر قاضی بھی ہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ تمام دین اسلام ظنیات کا ایک تودہ اور انبار ہے اور ظاہر ہے

[1] آل عمران :۳۲

کہ ظن کوئی چیز نہیں ہے اور جو شخص محض ظن کو پنجہ مارتا ہے وہ مقام بلند حق سے بہت نیچے گرا ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا[1] یعنی محض ظن حق الیقین کے مقابلہ پر کچھ چیز نہیں۔ پس قرآن شریف تو یوں ہاتھ سے گیا کہ وہ بغیر قاضی صاحب کے فتووں کے واجب العمل نہیں اور متروک اور مہجور ہے اور قاضی صاحب یعنی احادیث صرف ظن کے میلے کچیلے کپڑے زیب تن رکھتے ہیں جن سے احتمال کذب کسی طرح مرتفع نہیں۔ کیونکہ ظن کی تعریف یہی ہے کہ وہ دروغ کے احتمال سے خالی نہیں ہوتا پس اس صورت میں نہ تو قرآن ہمارے ہاتھ میں رہا اور نہ حدیث اس لائق کہ اس پر بھروسہ ہو سکے۔ گویا دونوں ہاتھ سے گئے یہ غلطی ہے جس نے اکثر لوگوں کو ہلاک کیا۔[2]

اور **صراط مستقیم** جس کو ظاہر کرنے کے لئے میں نے اس مضمون کو لکھا ہے یہ ہے کہ مسلمانوں کے ہاتھ میں اسلامی ہدایتوں پر قائم ہونے کے لئے تین چیزیں ہیں (۱) **قرآن شریف** جو کتاب اللہ ہے جس سے بڑھ کر ہمارے ہاتھ میں کوئی کلام قطعی اور یقینی نہیں وہ خدا کا کلام ہے وہ شک اور ظن کی آلائشوں سے پاک ہے (۲) دوسری

---

[1] یونس: ۳۷

[2] نوٹ۔ میں جب اشتہار کو ختم کر چکا شاید دو تین سطریں باقی تھیں تو خواب نے میرے پر زور کیا یہاں تک کہ میں بمجبوری کاغذ کو ہاتھ سے چھوڑ کر سو گیا تو خواب میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نظر کے سامنے آ گئے۔ میں نے ان دونوں کو مخاطب کر کے یہ کہا خُسِفَ الْقَمَرُ وَالشَّمْسُ فِیْ رَمَضَانَ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ یعنی چاند اور سورج کو تو رمضان میں گرہن لگ چکا پس تم اے دونوں صاحبو! کیوں خدا کی نعمت کی تکذیب کر رہے ہو۔ پھر میں خواب میں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کو کہتا ہوں کہ اٰلَآءِ سے مراد اس جگہ مَیں ہوں۔ اور پھر میں نے ایک دالان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ اس میں چراغ روشن ہے گویا رات کا وقت ہے اور اسی الہام مندرجہ بالا کو چند آدمی چراغ کے سامنے قرآن شریف کھول کر اس سے یہ دونوں فقرے نقل کر رہے ہیں گویا اسی ترتیب سے قرآن شریف میں وہ موجود ہے اور ان میں سے ایک شخص کو مَیں نے شناخت کیا کہ میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرتسری ہیں۔ منہ

سنت اور اس جگہ ہم اہل حدیث کی اصطلاحات سے الگ ہو کر بات کرتے ہیں یعنی ہم حدیث اور سنت کو ایک چیز قرار نہیں دیتے جیسا کہ رسمی محدثین کا طریق ہے بلکہ حدیث الگ چیز ہے اور سنت الگ چیز ہے۔ سنت سے مراد ہماری صرف آنحضرت ﷺ کی فعلی روش ہے جو اپنے اندر تواتر رکھتی ہے اور ابتدا سے قرآن شریف کے ساتھ ہی ظاہر ہوئی اور ہمیشہ ساتھ ہی رہے گی یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ قرآن شریف خدا تعالیٰ کا قول ہے اور سنت رسول اللہ ﷺ کا فعل اور قدیم سے عادۃ اللہ یہی ہے کہ جب انبیاء علیہم السلام خدا کا قول لوگوں کی ہدایت کے لئے لاتے ہیں تو اپنے فعل سے یعنی عملی طور پر اس قول کی تفسیر کر دیتے ہیں تا اس قول کا سمجھنا لوگوں پر مشتبہ نہ رہے اور اس قول پر آپ بھی عمل کرتے ہیں اور دوسروں سے بھی عمل کراتے ہیں (۳) تیسرا ذریعہ ہدایت کا **حدیث** ہے اور حدیث سے مراد ہماری وہ آثار ہیں کہ جو قصوں کے رنگ میں آنحضرت ﷺ سے قریباً ڈیڑھ سو برس مختلف راویوں کے ذریعوں سے جمع کئے گئے ہیں۔ پس سنت اور حدیث میں مابہ الامتیاز یہ ہے کہ سنت ایک عملی طریق ہے جو اپنے ساتھ تواتر رکھتا ہے جس کو آنحضرتؐ نے اپنے ہاتھ سے جاری کیا اور وہ یقینی مراتب میں قرآن شریف سے دوسرے درجہ پر ہے۔ اور جس طرح آنحضرتؐ قرآن شریف کی اشاعت کیلئے مامور تھے ایسا ہی سنت کی اقامت کے لئے بھی مامور تھے۔ پس جیسا کہ قرآن شریف یقینی ہے ایسا ہی سنت معمولہ متواترہ بھی یقینی ہے۔ یہ دونوں خدمات آنحضرت ﷺ اپنے ہاتھ سے بجالائے اور دونوں کو اپنا فرض سمجھا۔ مثلاً جب نماز کے لئے حکم ہوا تو آنحضرتؐ نے خدا تعالیٰ کے اس قول کو اپنے فعل سے کھول کر دکھلا دیا اور عملی رنگ میں ظاہر کر دیا کہ فجر کی نماز کی یہ رکعات ہیں اور مغرب کی یہ اور باقی نمازوں کے لئے یہ یہ رکعات ہیں۔ ایسا ہی حج کر کے دکھلایا اور پھر اپنے ہاتھ سے ہزار ہا صحابہ کو اس فعل کا پابند کر کے سلسلہ تعامل بڑے زور سے قائم کر دیا۔ پس عملی نمونہ جو اب تک

امت میں تعامل کے رنگ میں مشہود و محسوس ہے اسی کا نام سنت ہے۔ لیکن حدیث کو آنحضرت صلعم نے اپنے روبرو نہیں لکھوایا اور نہ اس کے جمع کرنے کے لئے کوئی اہتمام کیا۔ کچھ حدیثیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جمع کی تھیں لیکن پھر تقویٰ کے خیال سے انہوں نے وہ سب حدیثیں جلا دیں کہ یہ میرا سماع بلا واسطہ نہیں ہے خدا جانے اصل حقیقت کیا ہے؟ پھر جب وہ دور صحابہ رضی اللہ عنہم کا گزر گیا تو بعض تبع تابعین کی طبیعت کو خدا نے اس طرف پھیر دیا کہ حدیثوں کو بھی جمع کر لینا چاہیے تب حدیثیں جمع ہوئیں ۔اس میں شک نہیں ہوسکتا کہ اکثر حدیثوں کے جمع کرنے والے بڑے متقی اور پرہیز گار تھے انہوں نے جہاں تک ان کی طاقت میں تھا حدیثوں کی تنقید کی اور ایسی حدیثوں سے بچنا چاہا جو ان کی رائے میں موضوعات میں سے تھیں اور ہر ایک مشتبہ الحال راوی کی حدیث نہیں لی۔ بہت محنت کی مگر تاہم چونکہ وہ ساری کارروائی بعد از وقت تھی اس لئے وہ سب ظن کے مرتبہ پر رہی بایں ہمہ یہ سخت ناانصافی ہوگی کہ یہ کہا جائے کہ وہ سب حدیثیں لغو اور نکمی اور بے فائدہ اور جھوٹی ہیں بلکہ ان حدیثوں کے لکھنے میں اس قدر احتیاط سے کام لیا گیا ہے اور اس قدر تحقیق اور تنقید کی گئی ہے جو اس کی نظیر دوسرے مذاہب میں نہیں پائی جاتی ۔یہودیوں میں بھی حدیثیں ہیں اور حضرت مسیح کے مقابل پر بھی وہی فرقہ یہودیوں کا تھا جو عامل بالحدیث کہلاتا تھا لیکن ثابت نہیں کیا گیا کہ یہودیوں کے محدثین نے ایسی احتیاط سے وہ حدیثیں جمع کی تھیں جیسا کہ اسلام کے محدثین نے۔تاہم یہ غلطی ہے کہ ایسا خیال کیا جائے کہ جب تک حدیثیں جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت تک لوگ نمازوں کی رکعات سے بے خبر تھے یا حج کرنے کے طریق سے نا آشنا تھے۔ کیونکہ سلسلہ تعامل نے جو سنت کے ذریعے سے ان میں پیدا ہوگیا تھا تمام حدود اور فرائض اسلام ان کو سکھلا دیئے تھے اس لئے یہ بات بالکل صحیح ہے کہ ان حدیثوں کا دنیا میں اگر وجود بھی نہ ہوتا جو مدت دراز کے بعد جمع کی گئیں تو اسلام کی اصلی

تعلیم کا کچھ بھی حرج نہ تھا کیوں کہ قرآن اور سلسلہ تعامل نے ان ضرورتوں کو پورا کر دیا تھا تاہم حدیثوں نے اس نور کو زیادہ کیا گویا اسلام نُوْرٌ عَلٰی نُوْر ہو گیا اور حدیثیں قرآن اور سنت کے لئے گواہ کی طرح کھڑی ہو گئیں اور اسلام کے بہت سے فرقے جو بعد میں پیدا ہو گئے ان میں سے سچے فرقے کو احادیث صحیحہ سے بہت فائدہ پہنچا۔ پس مذہب اَسلم یہی ہے کہ نہ تو اس زمانہ کے اہل حدیث کی طرح حدیثوں کی نسبت یہ اعتقاد رکھا جائے کہ قرآن پر وہ مقدم ہیں اور نیز اگر ان کے قصے صریح قرآن کے بیانات سے مخالف پڑیں کہ ایسا نہ کریں کہ حدیثوں کے قصوں کو قرآن پر ترجیح دی جاوے اور قرآن کو چھوڑ دیا جائے اور نہ حدیثوں کو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے عقیدہ کی طرح محض لغو اور باطل ٹھہرایا جائے بلکہ چاہیے کہ قرآن اور سنت کو حدیثوں پر قاضی سمجھا جائے اور جو حدیث قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو اس کو بسر وچشم قبول کیا جاوے یہی صراط مستقیم ہے۔ مبارک وہ جو اس کے پابند ہوتے ہیں۔ نہایت بدقسمت☆ اور نادان وہ شخص ہے جو بغیر لحاظ اس قاعدہ کے حدیثوں کا انکار کرتا ہے۔

☆نوٹ۔ آج رات مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ ایک درخت باردار اور نہایت لطیف اور خوبصورت پھلوں سے لدا ہوا ہے اور کچھ جماعت تکلف اور زور سے ایک بوٹی کو اس پر چڑھانا چاہتی ہے جس کی جڑ نہیں بلکہ چڑھا رکھی ہے وہ بوٹی افتیمون کی مانند ہے اور جیسے جیسے وہ بوٹی درخت پر چڑھتی ہے اس کے پھلوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور اس لطیف درخت میں ایک کھجواہٹ اور بدشکلی پیدا ہو رہی ہے اور جن پھلوں کی اس درخت سے توقع کی جاتی ہے ان کے ضائع ہونے کا سخت اندیشہ ہے بلکہ کچھ ضائع ہو چکے ہیں تب میرا دل اس بات کو دیکھ کر گھبرایا اور پگھل گیا اور میں نے ایک شخص کو جو ایک نیک اور پاک انسان کی صورت پر کھڑا تھا پوچھا کہ یہ درخت کیا ہے اور یہ بوٹی کیسی ہے جس نے ایسے لطیف درخت کو شکنجہ میں دبا رکھا ہے تب اس نے جواب میں مجھے یہ کہا کہ یہ درخت قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ بوٹی وہ احادیث اور اقوال وغیرہ ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں یا مخالف ٹھہرائے جاتے ہیں اور ان کی کثرت نے اس درخت کو دبا لیا ہے اور اس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تب میری آنکھ کھل گئی چنانچہ میں آنکھ کھلتے ہی اس وقت جو رات ہے اِس مضمون کو لکھ رہا ہوں اور اب ختم کرتا ہوں اور یہ شنبہ کی رات ہے اور ۱۲ بجے کے بعد ۲۰ منٹ کم دو بجے کا وقت ہے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ ۔م۔غ۔ا

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن اور سنت نہ ہو تو خواہ کیسے ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو اس پر وہ عمل کریں اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کریں کیوں کہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے اور اگر بعض موجودہ تغیرات کی وجہ سے فقہ حنفی کوئی صحیح فتویٰ نہ دے سکے تو اس صورت میں علماء اس سلسلہ کے اپنے خداداد اجتہاد سے کام لیں لیکن ہوشیار رہیں کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی کی طرح بے وجہ احادیث سے انکار نہ کریں ہاں جہاں قرآن اور سنت سے کسی حدیث کو معارض پاویں تو اس حدیث کو چھوڑ دیں۔ یاد رکھیں کہ ہماری جماعت بہ نسبت عبداللہ کے اہل حدیث سے اقرب ہے اور عبداللہ چکڑالوی کے بیہودہ خیالات سے ہمیں کچھ بھی مناسبت نہیں۔ ہر ایک جو ہماری جماعت میں ہے اسے یہی چاہیے کہ وہ عبداللہ چکڑالوی کے عقیدوں سے جو حدیثوں کی نسبت وہ رکھتا ہے بدل متنفر اور بیزار رہو اور ایسے لوگوں کی صحبت سے حتی الوسع نفرت رکھیں کہ یہ دوسرے مخالفوں کی نسبت زیادہ برباد شدہ فرقہ ہے☆ اور چاہیے کہ نہ وہ مولوی محمد حسین کے گروہ کی طرح حدیث کے بارے میں افراط کی طرف جھکیں اور نہ عبداللہ کی طرح تفریط کی طرف مائل ہوں بلکہ اس بارہ میں وسط کا طریق اپنا مذہب سمجھ لیں یعنی نہ تو ایسے طور سے بکلّی حدیثوں کو اپنا قبلہ و کعبہ قرار دیں جن سے قرآن متروک اور مہجور کی طرح ہو جائے اور نہ ایسے طور سے ان حدیثوں کو معطّل اور لغو قرار دے دیں جن سے

☆اسی رات میں ایک الہام ہوا بوقت ۳ بجے ۲ منٹ اوپر اور وہ یہ ہے مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ نَبْتَلِیْہِ بِذُرِّیَّۃٍ فَاسِقَۃٍ مُلْحِدَۃٍ یَمِیْلُوْنَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا یَعْبُدُوْنَنِیْ شَیْئًا۔ جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا ہم اس کو ایک خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی۔ وہ دنیا پر گریں گے اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا اور توبہ اور تقویٰ نصیب نہیں ہوگا۔ منہ

احادیث نبویہ بکلی ضائع ہو جائیں۔ایسا ہی چاہیے کہ نہ تو ختم نبوت آنحضرت صلعم کا انکار کریں اور نہ ختم نبوت کے یہ معنے سمجھ لیں جس سے اس امت پر مکالمات اور مخاطبات الٰہیہ کا دروازہ بند ہو جاوے۔اور یاد رہے کہ ہمارا **یہ ایمان** ہے کہ آخری کتاب اور آخری شریعت قرآن ہے اور بعد اس کے قیامت تک ان معنوں سے کوئی نبی نہیں ہے جو صاحب شریعت ہو یا بلا واسطہ متابعت آنحضرت صلعم وحی پا سکتا ہو بلکہ قیامت تک یہ دروازہ بند ہے اور متابعت نبوی سے نعمت وحی حاصل کرنے کے لئے قیامت تک دروازے کھلے ہیں۔وہ وحی جو اتباع کا نتیجہ ہے کبھی منقطع نہیں ہوگی مگر نبوت شریعت والی یا نبوت مستقلہ منقطع ہو چکی ہے۔ **وَلَا سَبِيْلَ اِلَيْهَا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ وَ مَنْ قَالَ اِنِّيْ لَسْتُ مِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَادَّعٰى اَنَّهٗ نَبِيٌّ صَاحِبَ الشَّرِيْعَةِ اَوْ مِنْ دُوْنِ الشَّرِيْعَةِ وَ لَيْسَ مِنَ الْاُمَّةِ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ رَجُلٍ غَمَّرَهُ السَّيْلُ الْمُنْهَمِرُ فَاَلْقَاهُ وَ رَآءَهٗ وَ لَمْ يُغَادِرْ حَتّٰى مَاتَ** [1] اس کی تفصیل یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے جس جگہ یہ وعدہ فرمایا ہے کہ آنحضرت صلعم خاتم الانبیاء ہیں اسی جگہ یہ اشارہ بھی فرما دیا ہے کہ آنجنابؐ اپنی روحانیت کی رو سے ان صلحاء کے حق میں باپ کے حکم میں ہیں جن کی بذریعہ متابعت تکمیل نفوس کی جاتی ہے اور وحی الٰہی اور شرف مکالمات کا ان کو بخشا جاتا ہے۔جیسا کہ وہ جَلّ شَانُہٗ قرآن شریف میں فرماتا ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ [2]

---

[1] ترجمہ۔نبوت مستقلہ یا نبوت شریعت کے یوم قیامت تک جاری رہنے کی کوئی سبیل نہیں اور جس نے کہا کہ میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے نہیں ہوں اور یہ دعویٰ کیا کہ وہ صاحب شریعت یا بغیر شریعت کے نبی ہے اور وہ امت میں سے نہیں تو اس کی مثال اُس شخص کی سی ہے جس کو لگاتار سیلاب نے ڈھانپ لیا ہو اور اسے پرے پھینکا ہو اور اس کو اس وقت نہ چھوڑا ہو جب تک وہ مر نہ جائے۔(ترجمہ از ناشر)

[2] الاحزاب:۴۱

یعنی آنحضرت ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کا باپ نہیں ہے مگر وہ رسول اللہ ہے اور خاتم الانبیاء ہے۔ اب ظاہر ہے لٰکِنْ کا لفظ زبان عرب میں استدراک کے لئے آتا ہے یعنی تدارک مافات کے لئے۔ سو اس آیت کے پہلے حصہ میں جو امر فوت شدہ قرار دیا گیا تھا یعنی جس کی آنحضرت ﷺ کی ذات سے نفی کی گئی تھی وہ جسمانی طور سے کسی مرد کا باپ ہونا تھا۔ سو لٰکِنْ کے لفظ کے ساتھ ایسے فوت شدہ امر کا اس طرح تدارک کیا گیا کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء ٹھہرایا گیا جس کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد براہ راست فیوض نبوت منقطع ہو گئے۔ اور اب کمال نبوت اسی شخص کو ملے گا جو اپنے اعمال پر اتباع نبویؐ کی مہر رکھتا ہو گا اور اس طرح پر وہ آنحضرت ﷺ کا بیٹا اور آپ کا وارث ہو گا۔

غرض اس آیت میں ایک طور سے آنحضرت ﷺ کے باپ ہونے کی نفی کی گئی اور دوسرے طور سے باپ ہونے کا اثبات بھی کیا گیا تا وہ اعتراض جس کا ذکر آیت اِنَّ شَانِئَكَ هُوَ الْاَبْتَرُ[1] میں ہے دور کیا جائے۔ ماحصل اس آیت کا یہ ہوا کہ نبوت گو بغیر شریعت ہو اس طرح پر تو منقطع ہے کوئی شخص براہ راست مقام نبوت حاصل کر سکے لیکن اس طرح پر ممتنع نہیں کہ وہ نبوت چراغِ نبوتِ محمدؐیہ سے مکتسب اور مستفاض ہو یعنی ایسا صاحبِ کمال ایک جہت سے تو امّتی ہو اور دوسری جہت سے بوجہ اکتساب انوار محمدؐیہ نبوت کے کمالات بھی اپنے اندر رکھتا ہو اور اگر اس طور سے بھی تکمیل نفوس مستعدہ امت کی نفی کی جائے تو اس سے نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ دونوں طور سے ابتر ٹھہرتے ہیں نہ جسمانی طور پر کوئی فرزند، نہ روحانی طور پر کوئی فرزند اور معترض سچا ٹھہرتا ہے جو آنحضرت صلعم کا نام ابتر رکھتا ہے۔

اب جبکہ یہ بات طے پا چکی کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت مستقلہ جو

---

[1] الکوثر: ۴

براہ راست ملتی ہے۔☆ اس کا دروازہ قیامت تک بند ہے اور جب تک کوئی امتی ہونے کی حقیقت اپنے اندر نہیں رکھتا اور **حضرت محمدؐ** کی غلامی کی طرف منسوب نہیں تب تک وہ کسی طور سے آنحضرت ﷺ کے بعد ظاہر نہیں ہوسکتا تو اس صورت میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان سے اتارنا اور پھر ان کی نسبت تجویز کرنا کہ وہ اُمّتی ہیں اور ان کی نبوت آنحضرت ﷺ کے چراغِ نبوتِ محمدؐیہ سے مکتسب اور مستفاض ہے کس قدر بناوٹ اور تکلف ہے۔ جو شخص پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اس کی نسبت یہ کہنا کیوں کر صحیح ٹھہرے گا کہ اس کی نبوت آنحضرتؐ کے چراغِ نبوت سے مستفاد ہے۔ اور اگر اس کی نبوت چراغ نبوت محمدؐیہ سے مستفاد نہیں ہے تو پھر وہ کن معنوں سے اُمّتی کہلائے گا۔ اور ظاہر ہے کہ اُمّت کے معنے کسی پر صادق نہیں آسکتے جب تک ہر ایک کمال اس کا نبی متبوع کے ذریعہ سے اس کو حاصل نہ ہو۔ پھر جو شخص اتنا بڑا کمال نبی کہلانے کا خود بخود رکھتا ہے وہ امتی کیوں کر ہوا بلکہ وہ تو مستقل طور پر نبی ہوگا۔ جس کے لئے بعد آنحضرت ﷺ قدم رکھنے کی جگہ نہیں۔ اور اگر کہو کہ پہلی نبوت اس کی جو براہ راست تھی دور کی جائے گی اور اب اَز سرِ نو باتباع نبوی نئی نبوت اس کو ملے گی جیسا کہ منشاء آیت کا ہے تو پھر اس صورت میں یہی امت جو خیر الامم کہلاتی ہے حق رکھتی ہے کہ ان میں سے کوئی فرد

☆ بعض نیم مُلّا میرے پر اعتراض کر کے کہتے ہیں کہ ہمارے نبی ﷺ نے ہمیں یہ خوشخبری دے رکھی ہے کہ تم میں تیس دجال آئیں گے اور ہر ایک ان میں سے نبوت کا دعویٰ کرے گا۔ اس کا جواب یہی ہے کہ اے نادانو! بدنصیبو!! کیا تمہاری قسمت میں تیس دجال ہی لکھے ہوئے تھے۔ چودھویں صدی کا خمس بھی گزرنے پر ہے اور خلافت کے چاند نے اپنے کمال کی چودہ منزلیں پوری کر لیں جس کی طرف آیت وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ (یٰس: ۴۰) بھی اشارہ کرتی ہے اور دنیا ختم ہونے لگی مگر تم لوگوں کے دجال ابھی ختم ہونے میں نہیں آتے شاید تمہاری موت تک تمہارے ساتھ رہیں گے۔ اے نادانو! وہ دجال جو شیطان کہلاتا ہے وہ خود تمہارے اندر ہے۔ اس لئے تم وقت کو نہیں پہچانتے۔ آسمانی نشانوں کو نہیں دیکھتے۔ مگر تم پر کیا افسوس وہ جو میری طرح موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا اس کا نام بھی خبیث یہودیوں نے دجال ہی رکھا تھا۔ فَالْقُلُوْبُ تَشَابَهَتْ اَللّٰهُمَّ ارْحَمْ۔ منه

بیمن اتباع نبوی اس مرتبہ ممکنہ کو پہنچ جائے اور حضرت عیسیٰ کو آسمان سے اتارنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ کیونکہ اگر امتی کو بذریعہ انوار محمدی کمالات نبوت مل سکتے ہیں تو اس صورت میں کسی کو آسمان سے اتارنا اصل حقدار کا حق ضائع کرنا ہے اور کون مانع ہے جو کسی اُمّتی کو فیض پہنچایا جائے۔ تا نمونہ فیض محمدی کسی پر مشتبہ نہ رہے کیونکہ نبی کو نبی بنانا کیا معنے رکھتا ہے۔ مثلاً ایک شخص سونا بنانے کا دعویٰ رکھتا ہے اور سونے پر ہی ایک بوٹی ڈال کر کہتا ہے کہ لو سونا ہو گیا۔ اس سے کیا یہ ثابت ہو سکتا ہے کہ وہ کیمیا گر ہے۔ سو آنحضرت ﷺ کے فیوض کا کمال تو اس میں تھا کہ اُمّتی کو وہ درجہ ورزش اتباع سے پیدا ہو جائے ورنہ ایک نبی کو جو پہلے ہی نبی قرار پا چکا ہے اُمّتی قرار دینا اور پھر یہ تصور کر لینا کہ جو اس کو مرتبہ نبوت حاصل ہے وہ بوجہ امتی ہونے کے ہے نہ خود بخود یہ کس قدر دروغ بے فروغ ہے بلکہ یہ دونوں حقیقتیں متناقض ہیں کیوں کہ حضرت مسیح کی حقیقت نبوت یہ ہے کہ وہ براہ راست بغیر اتباع آنحضرت ﷺ کے ان کو حاصل ہے اور پھر اگر حضرت عیسیٰ کو امتی بنایا جاوے جیسا کہ حدیث اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ سے مترشح ہے تو اس کے یہ معنے ہوں گے کہ ہر ایک کمال ان کا نبوت محمدیہ سے **مستفاض** ہے اور ابھی ہم فرض کر چکے تھے کہ کمال نبوت ان کی کا چراغ نبوت محمدیہ سے **مستفاض** نہیں ہے اور یہی اجتماع نقیضین ہے جو بالبداہت باطل ہے اور اگر کہو کہ حضرت عیسیٰ امتی تو کہلائیں گے مگر نبوت محمدیہ سے ان کو کچھ فیض نہ ہوگا تو اس صورت میں امتی ہونے کی حقیقت ان کے نفس میں سے مفقود ہوگی۔ کیوں کہ ابھی ہم ذکر کر آئے ہیں کہ امتی ہونے کے بجز اس کے اور کوئی معنی نہیں کہ تمام کمال اپنا اتباع کے ذریعہ سے رکھتا ہو جیسا کہ قرآن شریف میں جابجا اس کی تصریح موجود ہے اور جب کہ ایک امتی کے لئے یہ دروازہ کھلا ہے کہ اپنے نبی متبوع سے یہ فیض حاصل کرے تو پھر ایک بناوٹ کی راہ اختیار کرنا اور اجتماعِ نقیضین جائز رکھنا کس قدر حمق ہے اور وہ شخص کیوں کر امتی کہلا سکتا ہے جس کو کوئی کمال

بذریعہ اتباع حاصل نہیں۔ اس جگہ بعض نادانوں کا یہ اعتراض بھی دفع ہو جاتا ہے کہ وحی الٰہی کے دعویٰ کو یہ امر مستلزم ہے کہ وہ وحی اپنی زبان میں ہو نہ عربی میں۔ کیونکہ اپنی مادری زبان اس شخص کے لئے لازم ہے جو مستقل طور پر بغیر استفادہ مشکوٰۃ نبوت محمدی کے دعویٰ نبوت کرتا ہے لیکن جو شخص بحیثیت ایک امتی ہونے کے فیض نبوت محمدیہ سے اکتساب انوار نبوت کرتا ہے وہ مکالمہ الٰہیہ میں اپنے متبوع کی زبان میں وحی پاتا ہے تا تابع اور متبوع میں ایک علامت ہو جو ان کے باہمی تعلق پر دلالت کرے۔ افسوس حضرت عیسیٰ پر ہر ایک طور سے یہ لوگ ظلم کرتے ہیں۔ اوّل بغیر تصفیہ اعتراض لعنت کے ان کے جسم کو آسمان پر چڑھاتے ہیں جس سے اصل اعتراض یہودیوں کا ان کے سر پر قائم رہتا ہے۔ دوسرے کہتے ہیں کہ قرآن میں ان کی موت کا کہیں ذکر نہیں۔ گویا ان کی خدائی کے لئے ایک وجہ پیدا کرتے ہیں۔ تیسری نامرادی کی حالت میں آسمان کی طرف ان کو کھینچتے ہیں۔ جس نبی کے ابھی باراں حواری بھی زمین پر موجود نہیں اور کارِ تبلیغ ناتمام ہے اس کو آسمان کی طرف کھینچنا اس کے لئے ایک دوزخ ہے کیوں کہ روح اس کی تکمیلِ تبلیغ کو چاہتی ہے اور اس کو برخلاف مرضی اس کی آسمان پر بٹھایا جاتا ہے۔ میں اپنے نفس کی نسبت دیکھتا ہوں کہ بغیر تکمیل اپنے کام کے اگر میں زندہ آسمان پر اٹھایا جاؤں اور گو ساتویں آسمان تک پہنچایا جاؤں تو میں اس میں خوش نہیں ہوں کیونکہ جب میرا کام ناقص رہا تو مجھے کیا خوشی ہو سکتی ہے۔ ایسا ہی ان کو بھی آسمان پر جانے سے کوئی خوشی نہیں۔ مخفی طور پر ایک ہجرت تھی جس کو نادانوں نے آسمان قرار دیا خدا ہدایت کرے۔ **وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْھُدٰی**

الـــــــــــــمشتهـــــــــــــر

میرزا غلام احمد قادیانی　　۲۷؍نومبر ۱۹۰۲ء

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۶ تا ۲۱۶)

۱۹۰۲ء کے الہامات اور کشوف

۱۹۰۲ء کے واقعات کے سلسلہ میں ان الہامات اور کشوف کا ذکر ضروری ہے جو حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام پر کلام ربّانی کی صورت میں نازل ہوئے اس لئے کہ آئندہ جو محاذِ جنگ پیر گولڑوی اور ان کے مریدوں کی طرف سے مولوی کرم الدین نے مقدمات کی صورت میں قائم کیا اس کے متعلق عظیم الشان پیش گوئیاں نہ صرف ان میں موجود ہیں بلکہ آئندہ جو جدید عظیم الشان نشانات ظاہر ہونے والے تھے ان کے متعلق بھی الہامات ہیں اور قبل از وقت اللہ تعالیٰ نے انہیں نازل فرمایا میں نے الحکم میں تو اپنے وقت پر ان کو شائع کر دیا تھا اور وہ بطور ایک عینی شاہد کی حیثیت رکھتا ہے اب میں ان کو تذکرہ سے لے کر شائع کر رہا ہوں تا کہ جب مقدمات کے حالات قارئین کرام پڑھیں تو ان پر اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایک لذیذ ایمان پیدا ہو۔

''لوگ ان کے متعلق مختلف رائیں رکھتے تھے حضرت اقدسؑ کو ۹؍جنوری کی شب کو اس کے متعلق الہام ہوا۔ قَدْ جَرَتْ عَادَةُ اللّٰهِ اَنَّهٗ لَا یَنْفَعُ الْاَمْوَاتَ اِلَّا الدُّعَآءُ۔[1] اس وقت رات کے تین بجے ہوں گے۔ حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس وقت پر میں نے دعا کی تو یہ الہام ہوا۔ فَکَلِّمْهُ مِنْ کُلِّ بَابٍ وَّ لَنْ یَّنْفَعَهٗ اِلَّا هٰذَا الدَّوَاءُ ۔ (أَیِ الدُّعَآءُ)[2]

اور پھر ایک اور الہام اسی عرب کے متعلق ہوا کہ فَیَتَّبِعُ الْقُرْاٰنَ. اِنَّ الْقُرْاٰنَ کِتَابُ اللّٰهِ کِتَابُ الصَّادِقِ''۔[3]

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱؍مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۳۹، ۳۴۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۱؎ (ترجمہ از مرتب) اللہ تعالیٰ کی عادت اس طرح پر جاری ہے کہ مُردوں کو دعا کے سوا اور کوئی چیز نفع نہیں دیتی۔

۲؎ (ترجمہ از مرتب) اس لئے اس سے ہر رنگ میں گفتگو کرو اور اس دوا (یعنی دعا) کے سوا کوئی چیز اس پر اثر نہیں کرے گی۔

۳؎ (ترجمہ از مرتب) اس کے نتیجہ میں وہ قرآن کا اتباع اختیار کر لے گا۔ قرآن اللہ تعالیٰ کی کتاب ہے۔ وہ سچے کی کتاب ہے۔ (نوٹ) چنانچہ ۹؍جنوری ۱۹۰۲ء کی صبح کو جب آپ سیر کو نکلے تو حضرت اقدسؑ نے عربی زبان میں

☆۔ایک رات کو مجھے اس طرح الہام ہوا کہ جیسے اخبار عن الغائب ہوتا ہے اور وہ یہ الفاظ تھے۔ اِنِّیْ اَفِرُّمَعَ اَھْلِیْ اِلَیْکَ۔[1]

یہ الہام سب دوستوں کو سنایا گیا چنانچہ اسی دن خلیفہ نورالدین صاحب[2] کا جموں سے خط آیا کہ اس شہر میں طاعون کا زور پڑ گیا ہے اور میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ اپنے سب بال بچوں کو ساتھ لے کر قادیان چلا آؤں۔''

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۸۹۔تذکرہ صفحہ ۳۴۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''لَوْلَا الْاِ کْرَامُ لَھَلَکَ الْمُقَامُ۔ یَاْتِیْ عَلٰی جَھَنَّمَ زَمَانٌ لَیْسَ فِیْھَا اَحَدٌ''۔[3]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۲ مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵۔تذکرہ صفحہ ۳۴۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔**۶؍ اپریل ۱۹۰۲ء** کی صبح کو فرمایا۔

''رات مَیں نے کشف میں دیکھا کہ کوئی بیمار کُتّا ہے۔مَیں اُسے دوا دینے لگا ہوں تو میری زبان پر جاری ہوا۔اِس کُتّے کا آخری دم ہے۔''

(الحکم جلد ۱۴، نمبر ۱۹ مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۱۰ء تذکرہ صفحہ ۳۴۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''**۱۰؍ اپریل ۱۹۰۲ء** آج پہلے وقت ہی یہ الہام ہوا۔

دلم مے بلرزد چو یاد آورم   مناجاتِ شوریدہ اندر حرم[4]

بقیہ حاشیہ۔ایک تقریر فرمائی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحب جو پہلے بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہو گئے اور انہوں نے صدقِ دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرض تبلیغ چلے گئے۔''

[1] (ترجمہ از مرتب) میں اپنے اہل کے ساتھ تیری طرف دوڑتا ہوں۔

[2] اس سے مراد حضرت خلیفۃ المسیح اوّل نہیں ہیں بلکہ خلیفہ نورالدین صاحب ساکن جموں ہیں جو پہلے تاجر تھے۔

[3] (ترجمہ از مرتب) اگر اس سلسلہ احمدیہ کا پاس اور اکرام خدا کو منظور نہ ہوتا تو یہ مقام بھی ہلاک ہو جاتا۔اس جہنم یعنی طاعون پر ایسا وقت آنے والا ہے کہ اس میں کوئی نہیں رہے گا۔

[4] (ترجمہ از مرتب) جب مجھے پریشان حال شخص کا حرم میں علیحدگی کی حالت میں دعا کرنا یاد آتا ہے تو میرا دل کانپ جاتا ہے۔

شوریدہ سے مراد دعا کرنے والا ہے اور حَرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو اور دلم مے بلرزد خدا کی طرف (سے) ہے یعنی یہ دعائیں قوی اثر ہیں۔ مَیں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا نشان ہے۔ دلم مے بلرزد، بظاہر ایک غیر محل سا محاورہ ہوسکتا ہے مگر یہ اسی کے مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ مومن کی جان نکالنے میں مجھے تردّد ہوتا ہے۔ توریت میں جو پچھتانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں دراصل وہ اسی قسم کے محاورہ ہیں جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے۔ اس الہام میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حَرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰رمئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۱، ۳۴۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ''حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ رَاَیْتُ رَبِّیْ عَلٰی صُوْرَۃِ اَبِیْ ۔ یعنی میں نے اپنے ربّ کو اپنے باپ کی شکل پر دیکھا۔ میں نے بھی اپنے والد صاحب کی شکل پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ ان کی شکل بڑی بارُعب تھی۔ انہوں نے ریاست کا زمانہ دیکھا ہوا تھا اس لئے بڑے بلند ہمت اور عالی حوصلہ تھے۔ غرض میں نے دیکھا کہ وہ ایک عظیم الشّان تخت پر بیٹھے ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ خدا تعالیٰ ہے۔

اِس میں سرّ یہ ہوتا ہے کہ باپ چونکہ شفقت اور رحمت میں بہت بڑا ہوتا ہے اور قرب اور تعلق شدید رکھتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ کا باپ کی شکل میں نظر آنا اُس کی عنایت تعلق اور شدّتِ محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اس لئے قرآن شریف میں بھی آیا ہے كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اور میرے الہامات میں یہ بھی ہے اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ اَوْلَادِیْ۔ یہ قرآن شریف کی اسی آیت کے مفہوم اور مصداق پر ہے۔''

(الحکم جلد ۶ مورخہ ۱۰رمئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۲، ۳۴۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ''افسوس صد افسوس''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰رمئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’رہگرائے عالم جاودانی شد‘‘۔ [1]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ حضرت اقدس ایک روز فرماتے تھے۔ ’’ہم نے کشف میں دیکھا کہ قادیان ایک بڑا عظیم الشان شہر بن گیا اور انتہائی نظر سے بھی پَرے تک بازار نکل گئے۔ اونچی اونچی دومنزلی چومنزلی یا اس سے بھی زیادہ اونچے اونچے چبوتروں والی دوکانیں عمدہ عمارت کی بنی ہوئی ہیں اور موٹے موٹے سیٹھ، بڑے بڑے پیٹ والے جن سے بازار کورونق ہوتی ہے، بیٹھے ہیں اور ان کے آگے جواہرات اور لعل اور موتیوں اور ہیروں، روپوں اور اشرفیوں کے ڈھیر لگ رہے ہیں اور قسما قسم کی دوکانیں خوبصورت اسباب سے جگمگا رہی ہیں۔ یکّے، بگھیاں، ٹم ٹم، فٹن، پالکیاں، گھوڑے، شکر میں، پیدل اس قدر بازار میں آتے جاتے ہیں کہ مونڈھے سے مونڈھا بھڑ کر چلتا ہے اور راستہ بمشکل ملتا ہے۔‘‘

(از مضمون پیر سراج الحق صاحبؓ مندرجہ الحکم مورخہ ۳۰ راپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲ و ۱۳۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’دو دفعہ ہم نے رؤیا میں دیکھا کہ بہت سے ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح جھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ اَوتار ہیں اور کرشن ہیں اور ہمارے آگے نذریں دیتے ہیں۔‘‘

اور ایک دفعہ الہام ہوا ’’ہے کرشن رودر گوپال تیری مہما ہو۔ تیری اِستتی گیتا میں موجود ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۴ راپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۳، ۳۴۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’حضرت اقدس نے اپنا ایک پرانا الہام سنایا یَــا یَـحْیٰــی خُذِ الْکِتَـابَ

[1] اُس نے عالم بقا کی راہ اختیار کر لی۔

بِالْقُوَّۃِ۔ وَالْخَیْرُ کُلُّہٗ فِی الْقُرْاٰنِ اورفرمایا کہ(اس میں ہم کوحضرت یحییٰ کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کو یہود کی ان اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا جو کتاب اللہ توریت کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بہت گرویدہ ہو رہے تھے اور ہر بات میں احادیث کو پیش کرتے تھے۔ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہل حدیث کے ساتھ ہوا کہ ہم قرآن پیش کرتے اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۴؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸ کالم نمبر ۳)

☆۔’’اَنْتَ مَعِیْ وَ اِنِّیْ مَعَکَ اِنِّی بَا یَعْتُکَ بَا یَعَنِیْ رَبِّیْ‘‘۔[۱]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۴؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸۔تذکرہ صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔’’فرمایا: آج رات کو یہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ۔ وَ مَنْ یَّلُوْمُہٗ اَلُوْمُ۔اُفْطِرُ وَ اَصُوْمُ۔‘‘[۲]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ مورخہ ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۔تذکرہ صفحہ ۳۴۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

۱؎ **(ترجمہ از مرتب)** تُو میرے ساتھ ہے اور میں تیرے ساتھ ہوں ۔ میں نے تیرے ساتھ ایک سودا کیا ہے خدا نے بھی میرے ساتھ ایک سودا کیا ہے۔

۲؎ ترجمہ۔یعنی میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔اس کی مدد کروں گا۔اور جو اس کو ملامت کرے گا اس کو ملامت کروں گا روزہ افطار کروں گا اور روزہ رکھوں گا یعنی کبھی طاعون بند ہو جائے گی اور کبھی زور کرے گی۔

(حاشیہ)(ا) میں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دوں گا کہ کچھ حصہ برس کا افطار کروں گا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کروں گا اور کچھ حصہ برس کا میں روزہ رکھوں گا یعنی امن رہے گا۔یعنی طاعون کم ہو جائے گی، یا بالکل نہیں رہے گی۔

(دافع البلاء۔روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

(ب) ظاہر ہے کہ خدا روزہ رکھنے اور افطار سے پاک ہے اور یہ الفاظ اپنے اصلی معنوں کی رو سے اس کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے ۔پس یہ صرف ایک استعارہ ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ کبھی میں اپنا قہر نازل کروں گا اور کبھی کچھ مہلت دوں گا اس شخص کی مانند جو کبھی کھاتا ہے اور کبھی روزہ رکھ لیتا ہے اور اپنے تئیں کھانے سے روکتا ہے اور اس قسم کے استعارات خدا کی کتابوں میں بہت ہیں جیسا کہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کو خدا کہے گا کہ میں بیمار تھا۔ میں بھوکا تھا۔میں ننگا تھا۔‘‘ الخ منہ

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۰۷)

☆۔ ’’اِنَّ اللّٰہَ لَا یُغَیِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰی یُغَیِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِھِمْ . اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ .[1]

یعنی خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔ تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔‘‘

(دافع البلاء، روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵، ۲۲۶)

☆۔ ’’جو باتیں آج سے چار برس پہلے کہی گئی تھیں وہ پوری ہوگئیں ......اور پھر اس کے بعد ان دنوں میں بھی خدا نے مجھے خبر دی۔ چنانچہ وہ عَزَّوَ جَلَّ فرماتا ہے: ۔مَا کَانَ اللّٰہُ لِیُعَذِّبَھُمْ وَ اَنْتَ فِیْھِمْ . اِنَّہٗ اٰوَی الْقَرْیَۃَ لَوْ لَا الْاِکْرَامُ لَھَلَکَ الْمُقَامُ . اِنِّیْ اَنَا الرَّحْمٰنُ دَافِعُ الْاَذٰی. اِنِّیْ لَا یَخَافُ لَدَیَّ الْمُرْسَلُوْنَ . اِنِّی حَفِیْظٌ اِنِّی مَعَ الرَّسُوْلِ اَقُوْمُ وَاَلُوْمُ مَنْ یَّلُوْمُ . اُفْطِرُ وَ اَصُوْمُ .غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِیْدًا . اَلْاَمْرَاضُ تُشَاعُ وَالنُّفُوْسُ تُضَاعُ اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ یَلْبِسُوْا اِیْمَانَھُمْ بِظُلْمٍ .اُولٰٓئِکَ لَھُمُ الْاَمْنُ وَ ھُمْ مُّھْتَدُوْنَ اِنَّا نَأْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُھَا مِنْ اَطْرَافِھَا . اِنِّیْ اُجَھِّزُ الْجَیْشَ فَاَصْبَحُوْا فِیْ دَارِھِمْ جَاثِمِیْنَ . سَنُرِیْھِمْ اٰیَاتِنَا فِی الْاٰفَاقِ وَفِیْ اَنْفُسِھِمْ نَصْرٌ مِّنَ اللّٰہِ وَ فَتْحٌ مُّبِیْنٌ. اِنِّی بَایَعْتُکَ

---

[1] اٰوٰی عربی لفظ ہے جس کے معنے ہیں۔ تباہی اور انتشار سے بچانا اور اپنی پناہ میں لے لینا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ طاعون کی قسموں میں سے وہ طاعون سخت بربادی بخش ہے جس کا نام طاعون جارف ہے۔ یعنی جھاڑو دینے والی جس سے لوگ جابجا بھاگتے ہیں اور کتوں کی طرح مرتے ہیں یہ حالت انسانی برداشت سے بڑھ جاتی ہے پس اس کلام الٰہی میں یہ وعدہ ہے کہ یہ حالت کبھی قادیان میں وارد نہیں ہوگی۔‘‘

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۵ حاشیہ)

بَـا یَعْنِیْ رَبِّیْ ۔ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ اَوْلَادِیْ ☆ اَنْـتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ ۔ عَسٰی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًامَّحْمُوْدًا ۔ اَلْفَوْقُ مَعَکَ وَالتَّحْتُ مَعَ اَعْدَائِکَ فَـاصْبِـرْ حَتّٰی یَـاْتِـیَ الـلّٰـهُ بِـاَمْـرِهٖ ۔ یَـاْتِـیْ عَـلٰی جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَیْـسَ فِیْهَا اَحَـدٌ ۔**ترجمہ**۔خدا ایسا نہیں کہ قادیاں کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو اُن میں رہتا ہے۔ وہ اس گاؤں کو طاعون کی دَست بُرد اور اس کی تباہی سے بچالے گا۔ اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا اور تیرا اکرام مدّنظر نہ ہوتا تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔ میں رحمٰن ہوں جو دکھ کو دور کرنے والا ہے۔ میرے رسولوں کو میرے پاس کچھ خوف اور غم نہیں مَیں نگہ رکھنے والا ہوں ۔ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا اور اس کو ملامت کروں گا جو میرے رسول کو ملامت کرتا ہے۔ میں اپنے وقتوں کو تقسیم کر دوں گا کہ کچھ حصہ برس کا تو میں افطار کروں گا یعنی طاعون سے لوگوں کو ہلاک کروں گا اور کچھ حصہ برس کا میں روزہ رکھوں گا۔ یعنی امن رہے گا اور طاعون کم ہو جائے گی یا بالکل نہیں رہے گی۔ میرا غضب بھڑک رہا ہے بیماریاں پھیلیں گی اور جانیں ضائع ہوں گی مگر وہ لوگ جو ایمان لائیں گے

☆یادر ہے کہ خدا تعالیٰ بیٹوں سے پاک ہے نہ اُس کا کوئی شریک ہے اور نہ بیٹا اور نہ کسی کو حق پہنچتا ہے کہ وہ یہ کہے کہ میں خدا ہوں یا خدا کا بیٹا ہوں۔ لیکن یہ فقرہ اس جگہ قبیل مجاز اور استعارہ میں سے ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں آنحضرت ﷺ کو اپنا ہاتھ قرار دیا اور فرمایا۔ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ (الفتح:۱۱) ایسا ہی بجائے قُلْ یَا عِبَادَ اللّٰهِ کے قُلْ یٰعِبَادِ (الـزمـر :۱۱) کہا اور یہ بھی فرمایا فَاذْکُرُو االلّٰهَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (البقرۃ:۲۰۱) پس اُس خدا کے کلام کو ہوشیاری اور احتیاط سے پڑھو اور از قبیل متشابہات سمجھ کر ایمان لاؤ اور اس کی کیفیت میں دخل نہ دو اور حقیقت حوالہ بخدا کرو اور یقین رکھو کہ خدا اتِّـخَاذِ وَلَد سے پاک ہے تاہم متشابہات کے رنگ میں بہت کچھ اس کے کلام میں پایا جاتا ہے۔ پس اس سے بچو کہ متشابہات کی پیروی کرو اور ہلاک ہو جاؤ۔ اور میری نسبت بیّنات میں سے یہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔ قُلْ اِنَّـمَـا اَنَـا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰی اِلَیَّ اَنَّمَا اِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَالْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ۔ منه

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۷ حاشیہ)

اور ایمان میں کچھ نقص نہیں ہوگا وہ امن میں رہیں گے اور ان کو مَخلصی کی راہ ملے گی۔ یہ خیال مت کرو کہ جرائم پیشہ بچے ہوئے ہیں ہم ان کی زمین کے قریب آتے جاتے ہیں میں اندر ہی اندر اپنا لشکر طیّار کر رہا ہوں یعنی طاعونی کیڑوں کو پرورش دے رہا ہوں۔ پس وہ اپنے گھروں میں ایسے سو جائیں گے جیسا کہ ایک اونٹ مرا رہ جاتا ہے۔ ہم ان کو اپنے نشان پہلے تو دور دور کے لوگوں میں دکھائیں گے اور پھر خود انہی میں ہمارے نشان ظاہر ہوں گے یہ دن خدا کی مدد اور فتح کے ہوں گے۔ مَیں نے تجھ سے ایک خرید وفروخت کی ہے یعنی ایک چیز میری تھی جس کا تو مالک بنایا گیا اور ایک چیز تیری تھی جس کا میں مالک بن گیا۔ تو بھی اس خرید وفروخت کا اقرار کر اور کہہ دے کہ خدا نے مجھ سے خرید وفروخت کی۔ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ اولاد۔ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے ہوں۔ وہ وقت قریب ہے کہ میں ایسے مقام پر تجھے کھڑا کروں گا کہ دنیا تیری حمد وثنا کرے گی۔ فوق تیرے ساتھ ہے اور تحت تیرے دشمنوں کے ساتھ۔ پس صبر کر جب تک کہ وعدہ کا دن آ جائے۔ طاعون پر ایک ایسا وقت بھی آنے والا ہے کہ کوئی بھی اس میں گرفتار نہیں ہوگا یعنی انجام کار خیر وعافیت ہے۔‘‘

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۶ تا ۲۲۸)

☆۔ ’’مدت ہوئی کہ پہلے اس سے طاعون کے بارے میں **حِکَایَتًا عَنِ الْغَیْر** خدا نے مجھے یہ خبر دی تھی **یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا** ۔ مگر آج کہ ۲۱؍اپریل ۱۹۰۲ء ہے اُسی الہام کو پھر اس طرح فرمایا گیا۔ **یَا مَسِیْحَ الْخَلْقِ عَدْوَانَا لَنْ تَرٰی مِنْ بَعْدُ مَوَادَنَا وَ فَسَادَنَا** ۔ یعنی اے خدا کے مسیح جو مخلوق کی طرف بھیجا گیا ہماری جلد خبر لے اور ہمیں اپنی شفاعت سے بچا تو اس کے بعد ہمارے خبیث مادوں کو نہیں دیکھے گا اور نہ ہمارا فساد کچھ فساد باقی رہے گا یعنی ہم سیدھے ہو جاویں گے اور گندہ دہانی اور بدزبانی چھوڑ دیں گے۔ یہ خدا کا کلام براہین احمدیہ کے اس الہام کے مطابق ہے کہ آخری دنوں میں ہم

لوگوں پر طاعون بھیجیں گے جیسا کہ فرمایا کَذَالِکَ مَنَنَّا عَلٰی یُوْسُفَ لِنَصْرِفَ عَنْہُ السُّوْءَ وَالْفَحْشَآءَ یعنی ہم طاعون کے ساتھ اس یوسف پر یہ احسان کریں گے کہ بدزبان لوگوں کا منہ بند کر دیں گے تا کہ وہ ڈر کر گالیوں سے باز آ جائیں۔ انہی دنوں کے متعلق خدا کا یہ کلام ہے جس میں زمین کی کلام سے مجھے اطلاع دی گئی اور وہ یہ ہے یَا وَلِیَّ اللّٰہِ کُنْتُ لَااَعْرِفُکَ یعنی اے خدا کے ولی میں اس سے پہلے تجھے نہیں پہنچانتی تھی۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کشفی طور پر زمین میرے سامنے کی گئی اور اس نے یہ کلام کیا کہ میں اب تک تجھے نہیں پہچانتی تھی کہ تو ولی الرحمٰن ہے۔ منہ''

(دافع البلاء روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ حاشیہ)

☆۔''چراغ دین کی نسبت مَیں یہ مضمون لکھ رہا تھا کہ تھوڑی سی غنودگی ہو کر مجھ کو خدائے عزّو جلّ کی طرف سے یہ الہام ہوا۔ نَزَلَ بِہٖ جَبِیْز یعنی اس پر جَبِیْز نازل ہوا اور اسی کو اس نے الہام یا رؤیا سمجھ لیا۔ جَبِیْز دراصل خشک اور بے مزہ روٹی کو کہتے ہیں جس میں کوئی حلاوت نہ ہو اور مشکل سے حلق میں سے اتر سکے اور مرد بخیل اور لئیم کو بھی کہتے ہیں جس کی طبیعت میں کمینگی اور فرومایگی اور بخل کا حصہ زیادہ ہو۔ اور اس جگہ لفظ جَبِیْز سے مراد وہ حدیث النفس اور اَضْغَاثُ الْاَحْلَام ہیں جن کے ساتھ آسمانی روشنی نہیں اور بخل کے آثار موجود ہیں اور ایسے خیالات خشک مجاہدات کا نتیجہ یا تمنا اور آرزو کے وقت القاء شیطان ہوتا ہے اور یا خشکی اور سوداوی مواد کی وجہ سے کبھی الہامی آرزو کے وقت ایسے خیالات کا دل پر القاء ہو جاتا ہے اور چونکہ ان کے نیچے کوئی روحانیت نہیں ہوتی اس لئے الٰہی اصطلاح میں ایسے خیالات کا نام جَبِیْز ہے اور علاج توبہ اور استغفار اور ایسے خیالات سے اعراض کلّی ہے۔ ورنہ جَبِیْز کی کثرت سے دیوانگی کا اندیشہ ہے۔ خدا ہر ایک کو اس بلا سے محفوظ رکھے۔ منہ''

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۳ حاشیہ نمبر ۱)

☆۔ ’’رات کو عین خسوف قمر کے وقت میں چراغ دین کی نسبت مجھے یہ الہام ہوا۔ اِنِّیْ اُذِیْبُ مَنْ یُّرِیْبُ میں فنا کردوں گا۔ میں غارت کروں گا۔ میں غضب نازل کروں گا اگر اس نے شک کیا اور اس پر ایمان نہ لایا اور رسالت اور مامور ہونے کے دعوے سے توبہ نہ کی۔ اور خدا کے انصار جو سالہائے دراز سے خدمت اور نصرت میں مشغول اور دن رات صحبت میں رہتے ہیں ان سے عفو تقصیر نہ کرائی کیوں کہ اس نے جماعت کے تمام مخلصوں کی توہین کی کہ اپنے نفس کو ان سب پر مقدم کرلیا۔‘‘

(دافع البلاء۔ روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۲۴۳، ۲۴۴، حاشیہ نمبر ۲)

☆۔ ’’اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ‘‘۔[1]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ مورخہ ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’فرمایا۔ آج رات کو الہام ہوا۔ لَوْلَا الْاَمْرُ لَهَلَكَ النَّمْرُ. یعنی اگر سُنّت اللہ اور امرِ الٰہی اس طرح پر نہ ہوتا کہ ائمۃ الکفر اخیر میں ہلاک ہوا کریں تو اب بھی بڑے بڑے مخالف جلد تباہ ہو جاتے لیکن چونکہ بڑے مخالف جو ہوتے ہیں ان میں ایک خوبی عزم اور ہمّت اور لوگوں پر حکمرانی اور اثر ڈالنے کی ہوتی ہے اس واسطے اُن کے متعلق یہ امید بھی ہوتی ہے کہ شاید لوگوں کے حالات سے عبرت پکڑ کر توبہ کریں اور دین کی خدمت میں اپنی قوتوں کو کام میں لاویں۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۶ مورخہ ۳۰؍اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

---

[1] (ترجمہ از مرتب) جس قدر لوگ اس گھر کے رہنے والے ہیں میں انہیں طاعون سے محفوظ رکھوں گا۔

نوٹ۔ ۴؍مئی ۱۹۰۴ء آج دن کو مولوی محمد علی صاحب ایم اے مینیجر وایڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلیجنز کی طبیعت علیل ہوگئی اور دردسر اور بخار کے عوارض کو دیکھ کر مولوی صاحب کو شبہ گزرا کہ شاید طاعون کے آثار ہیں جب اس بات کی خبر حضرت اقدسؑ کو ہوئی تو آپ فوراً مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ میرے دار میں ہو کر اگر آپ کو طاعون ہو تو پھر اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّار الہام اور یہ سب کاروبار گویا سب عبث ٹھہرا آپ نے نبض دیکھ کر ان کو یقین دلایا کہ ہرگز بخار نہیں ہے پھر تھرمامیٹر لگا کر دکھایا کہ پارہ اس حد تک نہیں ہے جس سے بخار کا شبہ ہو اور فرمایا کہ میرا تو خدا کی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے اس کی کتابوں پر ہے۔‘‘

(البدر جلد ۳ نمبر ۱۸ پرچہ ۸۔ ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

☆۔ ’’ایک عرصہ ہوا مَیں نے خواب دیکھا تھا کہ گویا میر ناصر نواب ایک دیوار بنا رہے ہیں جو فصیلِ شہر ہے مَیں نے اس کو جو دیکھا تو خوف آیا کیونکہ وہ قدِ آدم بنی ہوئی تھی۔ خوف یہ ہوا کہ اس پر آدمی چڑھ سکتا ہے مگر جب دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ قادیان بہت اونچی کی گئی ہے اس لئے یہ دیوار دوسری طرف سے بہت اونچی ہے اور یہ دیوار گویا ریختہ کی بنی ہوئی ہے۔ فرش کی زمین بھی پختہ کی گئی ہے اور غور سے جو دیکھا تو وہ دیوار ہمارے گھروں کے اردگرد ہے۔ اور ارادہ ہے کہ قادیان کے گرد بھی بنائی جاوے۔ شاید اللہ رحم کر کے ان بلاؤں میں تخفیف کر دے۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۶ مورخہ ۱۰/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۸، ۳۴۹ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’ **تُخْرَجُ الصُّدُوْرُ اِلَی الْقُبُوْرِ** ‘‘۔[1]

یہ بھی ایک الہام ہے اس الہام کے بعد نذیر حسین دہلوی اور فتح علی اور اللہ بخش تونسوی وغیرہ اس جہاں سے رخصت ہوئے۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’ایک دفعہ میں خود سخت بیمار ہو گیا اور حالت ایسی بگڑی کہ بیماری سے جانبر ہونا مشکل معلوم ہوتا تھا تب یہ الہام ہوا۔ ’’ **مَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰہِ وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ** ‘‘۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدہ کے موافق عین ناامیدی کی حالت میں شفا بخشی اور یوں تو ہزارہا لوگ شفا پاتے ہیں مگر ایسی ناامیدی کی حالت میں سینکڑوں انسانوں میں دعویٰ سے یہ پیش کرنا کہ شفا ضرور حاصل ہو جائے گی یہ انسان کا کام نہیں۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۵۹۹)

---

[1] (ترجمہ از مرتب) مخالفین کے سرگروہ قبروں کی طرف منتقل کئے جائیں گے۔

☆۔ ’’میں نے اُسے[1] بارہا دیکھا ہے۔ ایک بار میں نے اور مسیح نے ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھایا تھا۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲)

☆۔ ’’ایک دفعہ ان[2] کا لڑکا مرزا ابراہیم بیگ مرحوم بیمار ہوا تو انہوں نے میری طرف دعا کے لئے خط لکھا۔ ہم نے دعا کی تو کشف میں دیکھا کہ ابراہیم ہمارے پاس بیٹھا ہے اور کہتا ہے کہ مجھے بہشت سے سلام پہنچا دو۔ جس کے معنے یہی دل میں ڈالے گئے کہ اب ان کی زندگی کا خاتمہ ہے۔ اگرچہ دل نہیں چاہتا تھا تاہم بہت سوچنے کے بعد میرزا محمد یوسف بیگ صاحب کو اس حادثہ سے اطلاع دی گئی اور تھوڑے دنوں کے بعد وہ جوان، غریب مزاج، فرماں بردار بیٹا ان کی آنکھوں کے سامنے اس جہانِ فانی سے چل بسا۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۶۰۱)

☆۔ ’’۵؍مئی ۱۹۰۲ء رات کے تین بجے حضرت اقدس کو الہام ہوا۔

اِنّـِی اُحَـافِـظُ کُـلَّ مَنْ فِی الدَّار ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا بِاسْتِکْبَارٍ ۔ یعنی میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کروں گا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے تکبر کے ساتھ علو کیا۔ فرمایا: علو دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز۔ جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو ہے جو فرعون میں تھا۔

اور فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد یہ الہام ہو۔ ’’اِنِّیْ اَرَی الْمَلَآ ئِکَۃَ الشِّدَّا دَ۔‘‘

ترجمہ یعنی میں سخت فرشتوں کو دیکھتا ہوں جیسا کہ مثلاً ملک الموت وغیرہ ہیں۔

فرمایا کہ خدا کے غضب شدید سے بغیر تقویٰ وطہارت کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس سب کو چاہیے کہ تقویٰ وطہارت کو اختیار کریں اور اگر کوئی فاسق اور فاجر دَار میں داخل

[1] یعنی حضرت مسیح ناصری علیہ السلام کو (مرتب)

[2] مرزا محمد یوسف بیگ صاحب ساکن سامانہ ریاست پٹیالہ (مرتّب)

ہو جائے تو اس کا بچ رہنا یقینی کیونکر ہوسکتا ہے ہاں اس میں پھر بھی ایک قسم کی خصوصیت کی گئی ہے کیونکہ جو لوگ علو استکبار نہ کریں اُن کی حفاظت کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن اِنَّهٗ اٰوَى الْقَرْيَةَ میں یہ امر نہیں وہاں انتشار اور ہلچل شدید سے بچنے کا وعدہ معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسا امر نہیں کرتا جس سے لوگوں کو جرأت پیدا ہو جائے اور گناہ کی طرف جھکنے لگیں۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰، ۱۱۔ تذکرہ صفحہ ۳۴۹، ۳۵۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ''۱۱ رمئی ۱۹۰۲ء۔ آج صبح خدا تعالیٰ کی طرف سے وحی ہوئی۔

''**خوشی کا مقام نَصْرٌ مِّنَ اللّٰهِ وَ فَتْحٌ قَرِيْبٌ**''[1]

فرمایا۔ اب یہ ہماری آمدِ ثانی ہے اور فرمایا مسیح علیہ السلام کو صلیب کا واقعہ پیش آیا اور خدا تعالیٰ نے انہیں اس سے نجات دی۔ ہمیں اس کی مانند صُلب یعنی پیٹھ کے متعلقات کے درد[2] سے وہی واقعہ جو پورا موت کا نمونہ تھا پیش آیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے عافیّت بخشی۔ اور فرمایا جس طرح توریت کا وہ بادشاہ جسے نبی نے کہا کہ تیری عمر کے پندرہ دن رہ گئے ہیں اور اس نے بڑی تضرّع اور خشوع سے گریہ و بکا کیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس نبی کی معرفت اسے بشارت دی کہ اس کی عمر پندرہ روز کی جگہ پندرہ سال تک بڑھائی گئی اور معاً اسے ایک اور خوشخبری دی گئی کہ دشمن پر اُسے فتح بھی نصیب ہوگی۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے ہمیں بھی دو بشارتیں دی ہیں۔ ایک عافیت یعنی عمر کی درازی کی بشارت جس کے الفاظ ہیں ''خوشی کا مقام'' دوسری عظیم الشان نصرت اور فتح کی بشارت''۔

(الحکم پرچہ غیر معمولی مورخہ ۱۱ رمئی ۱۹۰۲ء بحوالہ تذکرہ صفحہ ۳۵۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

---

[1] (ترجمہ از مرتب) اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان نصرت اور جلد آنے والی فتح۔

[2] دردگردہ تھا۔

☆۔ ’’دوران ایّام[1] دورہ مرض میں۔ ’’اَلْیَوْمَ یَوْمُ عِیْدٍ[2]۔ کُلَّ یَوْمٍ ھُوَ فِیْ شَاْنٍ[3]۔ اے میرے قادر خدا! اس پیالہ کو ٹال دے۔ خدا غمگین ہے۔ یُعَظِّمُکَ الْمَلَائِکَۃُ۔[4] خدا تعالیٰ کی وحی حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام پر نازل ہوئی۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۱، ۳۵۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’فرمایا۔ بیماری کی شدت میں جب کہ یہ گمان ہوتا تھا کہ روح پرواز کر جائے گی مجھے بھی الہام ہوا۔ اَللّٰھُمَّ اِنْ اَھْلَکْتَ ھٰذِہِ الْعِصَابَۃَ فَلَنْ تُعْبَدَ فِی الْاَرْضِ اَبَدًا یعنی اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اس کے بعد اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔‘‘

(الحکم جلد ۶ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۲ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’ان دنوں میں خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ۔ اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَوْا مِنْ اِسْتِکْبَارٍ۔ وَاُحَافِظُکَ خَاصَّۃً۔ سَلَامٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ۔ یعنی میں ہر ایک انسان کو طاعون کی موت سے بچاؤں گا جو تیرے گھر میں ہوگا۔ مگر وہ لوگ جو تکبر سے اپنے تئیں اونچا کریں۔ اور مَیں تجھے خصوصیت کے ساتھ بچاؤں گا۔ خدائے رحیم کی طرف سے تجھے سلام۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۰۱)

☆۔ ’’میں ایک اور رؤیا لکھتا ہوں جو طاعون کی نسبت مجھے ہوئی اور وہ یہ کہ میں نے ایک جانور دیکھا جس کا قد ہاتھی کے قد کے برابر تھا مگر منہ آدمی کے منہ سے ملتا تھا

---

[1] ۹۔۱۰ مئی ۱۹۰۲ء کو حضرت اقدس علیہ السلام کو درد صلب کا دورہ ہوا تھا اس کی طرف اشارہ ہے۔
[2] ترجمہ (از مرتب) آج کا دن عید کا دن ہے۔
[3] ہر دن وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔
[4] فرشتے تیری تعظیم کرتے ہیں۔

اور بعض اعضاء دوسرے جانوروں سے مشابہ تھے اور میں نے دیکھا کہ وہ یوں ہی قدرت کے ہاتھ سے پیدا ہو گیا اور میں ایک ایسی جگہ پر بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بَن ہیں جن میں بیل، گدھے، گھوڑے، کتے، سؤر، بھیڑیئے، اونٹ وغیرہ **ہر ایک قسم** کے موجود ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ سب انسان ہیں جو بد عملوں سے ان **صورتوں** میں ہیں۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ہاتھی کی ضخامت کا جانور جو مختلف شکلوں کا مجموعہ ہے جو محض قدرت سے زمین میں سے پیدا ہو گیا ہے وہ میرے پاس آ بیٹھا ہے اور قطب کی طرف اُس کا منہ ہے خاموش صورت ہے آنکھوں میں بہت حیا ہے اور بار بار چند منٹ کے بعد اُن بنوں میں سے کسی بَن کی طرف دوڑتا ہے اور جب بن میں داخل ہوتا ہے تو اس کے داخل ہونے کے ساتھ ہی شور **قیامت** اٹھتا ہے اور اُن جانوروں کو کھانا شروع کرتا ہے اور ہڈیوں کے چابنے کی آواز آتی ہے۔ تب وہ فراغت کر کے پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے اور شاید دس منٹ کے قریب بیٹھ رہتا ہے اور پھر دوسرے بَن کی طرف جاتا ہے اور وہی صورت پیش آتی ہے جو پہلے آئی تھی اور پھر میرے پاس آ بیٹھتا ہے۔ آنکھیں اُس کی بہت لمبی ہیں اور مَیں اُس کو ہر ایک دفعہ جو میرے پاس آتا ہے خوب نظر لگا کر دیکھتا ہوں اور وہ اپنے چہرہ کے اندازہ سے مجھے یہ بتلاتا ہے کہ میرا اِس میں کیا قصور ہے میں مامور ہوں اور نہایت شریف اور پرہیزگار جانور معلوم ہوتا ہے اور کچھ اپنی طرف سے نہیں کرتا بلکہ وہی کرتا ہے جو اس کو حکم ہوتا ہے۔ تب میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی طاعون ہے اور یہی وہ **دَابَّةُ الْاَرْض** ہے جس کی نسبت قرآن شریف میں **وعدہ** تھا کہ آخری زمانہ میں ہم اس کو نکالیں گے اور وہ لوگوں کو اس لئے کاٹے گا کہ وہ ہمارے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے...... یہی **دَابَّةُ الْاَرْض** جو ان آیات میں مذکور ہے **جس کا مسیح موعود کے زمانہ میں ظاہر ہونا ابتدا سے مقرر ہے۔** یہی وہ مختلف صورتوں کا جانور ہے جو مجھے **عالم کشف** میں نظر آیا

اور دل میں ڈالا گیا کہ **یہ طاعون کا کیڑا** ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کا نام **دَابَّةُ الْاَرْض** رکھا کیوں کہ زمین کے کیڑوں میں سے ہی یہ بیماری پیدا ہوتی ہے اسی لئے پہلے چوہوں پر اس کا اثر ہوتا ہے اور مختلف صورتوں میں ظاہر ہوتی ہے اور جیسا کہ انسان کو ایسا ہی ہر ایک جانور کو یہ بیماری ہوسکتی ہے اِسی لئے کشفی عالم میں اس کی مختلف شکلیں نظر آئیں۔‘‘

(نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۸ صفحہ ۴۱۵ تا ۴۱۷)

☆۔ ’’نزول المسیح جو آج کل لکھ رہے ہیں اور پیر گولڑی کی کتاب سیف چشتیائی بھی زیر نظر ہے۔ اس پر کسی قدر توجہ کرنے سے یہ الہام ہوا۔ **اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ الْقَدِیْرُ لَا مُبَدِّلَ لِکَلِمَاتِیْ** ۔ میں ہی ہوں تیرا رب کامل قدرت والا۔ میری باتوں کو کوئی ٹلا نہیں سکتا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۰؍اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’ایک دفعہ الہام ہوا تھا کہ۔ **لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں، وسوسہ پڑ گیا ہے، پر مٹی نظیف ہے۔ وسوسہ نہیں رہے گا مٹی رہے گی۔**‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲۹ مورخہ ۱۷؍اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’اگر ہمارے لئے ایک آسمانی روک نہ ہوتی تو سب سے پہلے رعایا میں سے **ہم ٹیکا** کراتے اور آسمانی روک یہ ہے کہ خدا نے چاہا ہے کہ اس زمانہ میں انسانوں کے لئے ایک آسمانی **رحمت کا نشان دکھاوے** سو اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ تو اور جو شخص تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہوگا اور وہ جو کامل پیروی اور اطاعت اور سچے تقویٰ سے تجھ میں محو جائے گا وہ سب طاعون سے بچائے جائیں گے اور ان آخری دنوں میں خدا کا یہ نشان ہوگا تا وہ قوموں میں فرق کر کے دکھلاوے لیکن وہ جو کامل طور پر پیروی نہیں کرتا وہ تجھ میں سے نہیں ہے اس کے لئے مت دلگیر ہو یہ **حکم الٰہی ہے** جس کی وجہ سے ہمیں اپنے نفس کے لئے اور ان سب کے لئے جو ہمارے گھر کی چار دیوار میں رہتے

ہیں ٹیکا کی کچھ ضرورت نہیں ......اُس نے مجھے مخاطب کر کے یہ بھی فرمادیا کہ عموماً قادیان میں سخت بربادی افگن طاعون نہیں آئے گی جس سے لوگ کتوں کی طرح مریں اور مارے غم اور سرگردانی کے دیوانہ ہو جائیں اور عموماً تمام لوگ اس جماعت کے گو وہ کتنے ہی ہوں مخالفوں کی نسبت طاعون سے محفوظ رہیں گے۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱، ۲)

☆۔ ’’مَیں بار بار کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس پیشگوئی کو ایسے طور سے ظاہر کرے گا کہ ہر ایک طالب حق کو کوئی شک نہیں رہے گا اور وہ سمجھ جائے گا کہ معجزہ کے طور پر خدا نے اس جماعت سے معاملہ کیا ہے بلکہ بطور نشان الٰہی کے نتیجہ یہ ہوگا کہ طاعون کے ذریعہ سے یہ جماعت بہت بڑھے گی اور خارق عادت ترقی کرے گی اور ان کی یہ ترقی تعجب سے دیکھی جائے گی۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۵، ۶)

☆۔ ’’خدا تعالیٰ کی کلام میں یہ وعدہ ہے۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیوار کے اندر ہے میں اُس کو بچاؤں گا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودوباش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۰)

☆۔ ’’خدا نے مجھے خبر دی ہے کہ مسیح محمدی مسیح موسوی سے افضل ہے۔‘‘

(کشتی نوح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۷)

☆۔ ’’میں نے ایک بار اُس[1] کے متعلق دیکھا کہ گویا اُسی راستہ ہم سیر کو نکلے ہیں

[1] میاں نبی بخش صاحب عرف عبدالعزیز نمبردار بٹالہ (خاکسار مرتب)

تو اُس بڑ[1] کے درخت کے نیچے جو میراں بخش حجام کی حویلی کے پاس ہے نبی بخش سامنے سے آ کر ملا ہے اور اس نے مصافحہ کیا ہے۔ یہ رؤیا ان دنوں کی ہے جب وہ مخالفت کے اشتہار چھپواتا پھرتا تھا۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۸ مورخہ ۲۴؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’میں نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا (دراصل ملائکہ کا تمثل تھا مگر آپ کی صورت میں) آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھڑی ہے گویا مجھے مارنے کے لئے ہے۔ مَیں نے کہا کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے۔ جب مَیں یہ کہتا ہوں تو ان کی آنکھیں پُرآب ہو جاتی ہیں پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں تو میں یہی کہتا ہوں۔ آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا پھر میری آنکھ کھل گئی۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’مولوی نذیر حسین دہلوی مَر گیا۔ اُس کے مرنے کی خبر آئی تو آپؑ کی زبان پر اس کے لئے جاری ہوا مَاتَ[2] ضَالٌّ هَآئِمًا ۔

(الحکم مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۴، ۳۵۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’فرمایا۔ آج میری زبان پر پھر یہ الہام جاری تھا۔ اِنِّـی اُحَـافِظُ کُلَّ مَنْ فِـی الـدَّارِ اِلَّا الَّـذِیْنَ عَلَوْا مِنْ اِسْتِکْبَارٍ[3] اِلَّا الَّـذِیْنَ عَلَوْا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا معنے ہیں اس لئے بھی کہا جاتا ہے کہ یہ لوگ متنبّہ رہیں۔ تقویٰ پر قائم رہیں۔ ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمَّـا بِنِعْمَةِ رَبِّکَ

---

[1] یہ بڑ اس چوک کے جنوب کی طرف (کوچہ کے غربی جانب) پندرہ بیس گز کے فاصلہ پر تھا جو قصرِ خلافت کی طرف سے محلّہ دارالانوار کی طرف جانے والے راستہ اور احمد یہ چوک سے محلّہ دارالعلوم وغیرہ کی طرف جانے والے راستہ کا مقام اِتّصال ہے اور جس راستہ کا یہاں ذکر ہے اس سے یہی مؤخّر الذکر راستہ مراد ہے۔ (خاکسار مرتب)

[2] اس الہام سے اس کی تاریخ (۱۳۲۰ھ) بھی نکلتی ہے (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱؍ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷ حاشیہ نمبر ۱)

[3] میں ان تمام کی جو دار میں ہیں حفاظت کروں گا سوائے ان لوگوں کے جو تکبر سے بڑے بنتے ہیں......

فَحَدِّثْ اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے۔ جیسے اَبٰی وَا سْتَکْبَرَ اور اُس کے بارے میں ہے اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ. یہ اُس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبّر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے بھی اَعْلٰی کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبّر سے ملا ہوا ہوتا ہے۔''

(البدر جلد ا نمبر ا مورخہ ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ (الف) ۱۷ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء فرمایا ''آج کوئی پہر رات باقی ہوگی کہ الہام ہوا۔

اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مِنْ فِی الْدَّارِ وَ لِنَجْعَلَهٗ اٰیَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا. وَ کَانَ اَمْرًا مَّقْضِیًّا. عِنْدِیْ مُعَالَجَاتٌ [1] اور یہ بھی الہام ہوا۔ مگر اصل لفظ یاد نہیں کہ ایمان کے ساتھ نجات ہے۔

(البدر جلد ا نمبر ا مورخہ ۳۱ ر اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۵، ۳۵۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

(ب) ''میں نے اس الہام کو معمول کے موافق کتاب میں لکھ لیا اور پھر گھر میں (مراد حضرت اُمّ المؤمنین علیہا السلام۔ ایڈیٹر) دریافت کیا کہ آج تم نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ میں نے ابھی ایک خواب دیکھا ہے کہ ایک صندوق بذریعہ بلٹی آیا ہے جس کو شیخ رحمت اللہ نے بھیجا ہے اور وہ دوائیوں کا صندوق ہے۔ حکیم فضل الدین کی بیوی اور ھرو دائی پاس کھڑی ہیں۔ جب اس کو کھولا گیا تو وہ لبالب دوائیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ڈبیاں ہیں، شیشیاں ہیں۔ غرض پورے طور پر بھرا ہوا ہے گھاس پھوس کی جگہ بھی دوائیاں ہیں۔

مَیں نے اس لحاظ سے کہ ان کے ایمان میں اور بھی ترقی ہو، کہا کہ مجھے آج یہ الہام ہوا ہے اور مَیں نے وہ لکھا ہوا الہام اُن کو دکھا دیا۔ خدا کی قدرت ہے کہ کیسا عجیب توارد ہے اِدھر الہام میں رَحْمَةً مِّنَّا اُدھر رؤیا میں دیکھا گیا ہے کہ رحمت اللہ نے بھیجا

---

[1] (ترجمہ از مرتب) میں ہر ایک کی جو دار میں ہے حفاظت کروں گا اور اُسے لوگوں کے لئے آیت بناؤں گا اور ہماری طرف سے رحمت ہوگی اور یہ بات اٹل ہے۔ تمام معالجات میرے پاس ہیں۔

ہے۔اور پھر حکیم فضل الدین کی بیوی مریم کا پاس ہونا۔ چراغ کا لانا، یہ سب مبشّرات ہیں لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِّلنَّاسِ سے مراد یہ ہے کہ یہ وعدہ حفاظت جو ہے اس حفظ کو لوگوں کے لئے ایک نشان ٹھہراؤں گا۔ اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب کھلے کھلے طور پر کچھ کرنا چاہتا ہے۔ جیسے اِنَّا نَجّٰنَا لَدُنَا میں ہوا تھا۔ اس وقت ایک قوم تمنّا کے ساتھ ٹیکا کرا رہی ہے اور ہم اس نشان کے ساتھ ناز کرتے ہیں۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ يُّتْرَكُوْٓا اَنْ يَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَ هُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ۔[1]

مجھے رات کو یہی الہام ہوا۔ اور ایک اردو الہام بھی تھا۔ اس میں سے اتنا یاد رہا کہ

''نجات ایمان سے ہے۔''

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء مورخہ ۳۱/ اکتوبر ۱۹۰۲ء۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَكَ. يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَكَ اِنِّيْ مَعَكَ وَ مَعَ اَهْلِكَ ۔[2]

(البدر جلد ۱ نمبر ۲ مورخہ ۷/ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''رات تین بجے کے قریب مجھے الہام ہوا۔ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ لِلسِّلْسِلَةِ السَّمَاوِيَّةِ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ . جَفَّ الْقَلَمُ بِمَا هُوَ كَآئِنٌ . قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰٓى اِلَيَّ اَنَّمَا اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ . وَالْخَيْرُ كُلُّهٗ فِي

---

[1] **(ترجمہ از مرتب)** کیا لوگوں نے سمجھ لیا ہے کہ انہیں صرف اتنا کہہ دینے سے کہ ہم ایمان لائے ہیں چھوڑ دیا جائے گا اور ان کا امتحان نہ لیا جائے گا۔

[2] **(ترجمہ از مرتب)** دشمن ارادہ کریں گے کہ تیرے نور کو بجھا دیں۔ وہ تیری آبرو ریزی کرنا چاہیں گے مگر میں تیرے ساتھ اور تیرے اہل کے ساتھ ہوں گا۔

نوٹ الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ اوّل میں يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَكَ'' کی بجائے اس کی یہ قراءت بیان ہوئی ہے۔''وَاَنْ يَّتَخَطَّفُوْا عِرْضَكَ'' (مرتّب)

اَلْقُرْاٰنِ. فَاتَّقُوْا النَّارَالَّتِیْ وَقُوْدَهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَۃُ اُعِدَّتْ لِلْکَافِرِیْنَ[1]

معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دو قسم ہیں۔ایک وہ کہ جانتے تو نہیں مگر ان میں ابھی انسانیت ہے۔دوسرے وہ جن کے آنکھ، کان فہم وغیرہ سب جاتے رہتے ہیں اور حِجَارَہ میں داخل ہیں۔وہ بھی جہنم میں داخل ہوں گے جو کہ سمجھے ہوئے تو ہیں مگر بعض تعلّقاتِ دنیاوی کی وجہ سے وہ قبول نہیں کرتے۔معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی تجویز ہے اور اس کو ابھی مخفی رکھا ہے۔ یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ہونے والی ہے اور اللہ کریم کچھ چشم نمائی کرنے والے ہیں۔اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہمارے ارادہ میں ہے وہ ہو چکا اب ٹل نہیں سکتا۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۲ مورخہ ۷ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰، ۱۱۔تذکرہ صفحہ ۳۵۷، ۳۵۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''طاعون کا تذکرہ ہو پڑا۔فرمایا ایک بار مجھے یہ الہام ہوا تھا کہ ''خدا قادیان میں نازل ہوگا، اپنے وعدہ کے موافق۔اور پھر یہ بھی تھا۔اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ''[2]

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۰ مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۔تذکرہ صفحہ ۳۵۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''**نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا**۔آخر کا لفظ ٹھیک یاد نہیں اور یہ بھی پختہ پتہ نہیں کہ یہ الہام کس امر کے متعلق ہے۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۲ مورخہ ۷ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۶۔تذکرہ صفحہ ۳۵۸ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

فَقَدْ سَرَّنِیْ فِیْ هٰذِهِ الصُّوَرِ صُوْرَۃً لِیَدْفَعَ رَبِّیْ کُلَّمَا کَانَ یَحْشُر

پس اِن صورتوں میں مجھے ایک طریق اچھا معلوم ہوا تا میرا خدا اُس طوفان کو دور کردے جو اس نے اٹھایا ہے۔''

(اعجازی احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۵۶)

[1] **(ترجمہ از مرتب)** اور یا تو ہم تجھے وہ بعض وعدے دکھا دیں گے جو ہم نے سلسلہ سماویہ کے لئے کئے ہیں اور یا تجھے وفات دے دیں گے۔جو کچھ ہمارے ارادہ میں ہے وہ ہو چکا اب ٹل نہیں سکتا۔تو کہہ دے کہ میں تمہاری طرح ایک بشر ہوں جس پر وحی کی گئی ہے۔تحقیق ہمارا معبود ایک اللہ ہے اور تمام خیر قرآن میں ہے۔پس اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں اور جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے۔

[2] **(ترجمہ از مرتب)** سوائے مومنوں اور نیک اعمال کرنے والے۔

سَیُبْدِیْ لَکَ الرَّحْمٰنُ مَقْسُوْمَ حِبِّکُمْ سَعِیْدٌ فَلَا یُنْسِیْہِ یَوْمٌ مُّقَدَّرُ

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کر دے گا۔ سعید ہے پس روزِ مقدّر اُس کو فراموش نہیں کرے گا۔

وَ یُحْیٰی بِاَیْدِی اللّٰہِ وَاللّٰہُ قَادِرٌ وَیَأْتِیْ زَمَانُ الرُّشْدِ وَالذَّنْبُ یُغْفَرُ

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے۔ اور رُشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا۔

فَیَسْقُوْنَہٗ مَاءَ الطَّھَارَۃِ وَالتُّقٰی نَسِیْمُ الصَّبَا تَأْتِیْ بِرَیَّا یُعَطِّرُ

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے۔ اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی۔

وَاِنَّ کَلَامِیْ صَادِقٌ قَوْلُ خَالِقِیْ وَمَنْ عَاشَ مِنْکُمْ بُرْھَۃً فَسَیَنْظُرُ

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا۔

اَتَعْجَبُ مِنْ ھٰذَا فَلَا تَعْجَبَنْ لَّہٗ کَلَامٌ مِّنَ الْمَوْلٰی وَ وَحْیٌ مُطَھَّر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر۔ یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے۔

وَمَا قُلْتُہٗ مِنْ عِنْدِ نَفْسِیْ کَرَاجِمٍ اُرِیْتُ وَ مِنْ اَمْرِ الْقَضَا اَتَحَیَّرُ

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل سے بات نہیں کی۔ بلکہ کشفی[1] طور سے مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں۔

---

[1] (نوٹ از مرتب) یہ کشف استفتاء صفحہ ۲۲ حاشیہ میں بدیں الفاظ مذکور ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا۔ مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اس قدر ہوگا کہ اٰمَنْتُ بِالَّذِیْ اٰمَنَتْ بِہٖ بَنُوْا اِسْرَآئِیْلَ یا پرہیزگار لوگوں کی طرح وَاللّٰہُ اَعْلَمُ۔ منہ

(استفتاء روحانی خزائن جلد ۱۲ صفحہ ۱۳۰ حاشیہ)

اَقَلْبُ حُسَیْنٍ یَّھْتَدِیْ مَنْ یَّظُنُّہٗ عَجِیْبٌ وَ عِنْدَاللّٰہِ ھَیْنٌ وَّ اَیْسَرُ

یا محمد حسین کا دل ہدایت پر آ جائے گا یہ کون گمان کرسکتا ہے؟ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔

ثَلَاثَۃُ اَشْخَاصٍ بِہٖ قَدْ رَأَیْتُھُمْ وَ مِنْ ھُمْ اِلٰھِی بَخْش فَاسْمَعْ وَ ذَکِّرُ

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ایک ان میں سے الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ ملتانی ہے پس سن اور سنا دے۔

(اعجاز احمدی ضمیمہ نزول المسیح روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۶۲، ۱۶۳)

☆۔۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء روز شنبہ کو ایک خواب بیان کیا ہے جسے دیکھے ہوئے قریب دو ہفتے گزرے تھے۔ وہ خواب یہ ہے کہ ’’ایک مقام پر مَیں کھڑا ہوں تو ایک شخص آ کر چیل کی طرح جھپٹا مار کر میرے سر سے ٹوپی لے گیا۔ پھر دوسری بار حملہ کر کے آیا کہ میرا عمامہ لے جاوے مگر میں اپنے دل میں مطمئن ہوں کہ یہ نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں ایک نحیف الوجود شخص نے اسے پکڑ لیا مگر میرا قلب شہادت دیتا تھا کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے اتنے میں ایک اور شخص آ گیا جو قادیان کا رہنے والا تھا۔ اُس نے بھی اسے پکڑ لیا۔ مَیں جانتا تھا کہ مؤخر الذکر ایک مومن متقی ہے۔ پھر اُسے عدالت میں لے گئے تو حاکم نے اسے جاتے ہی ۴ یا ۶ یا ۹ ماہ کی قید کا حکم دے دیا۔‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۵، ۶ مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۷۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ مجھے یاد ہے کہ ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا اردو زبان میں ’’**آگ سے ہمیں مت ڈرا۔ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔**‘‘

حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کا بندہ ہوگا اسے طاعون نہ ہوگی اور جو شخص ضرر اٹھاوے گا اپنے نفس سے اٹھاوے گا۔‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۵ و ۶ مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۴۔ تذکرہ صفحہ ۳۲۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔فرمایا کہ مجھے رؤیا ہوا ہے۔کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سر سے ننگا مَیلے کُچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا ہے۔اس سے مجھے سخت بدبو آتی ہے۔میرے پاس آ کر کہتا ہے کہ میرے کان کے نیچے طاعون کی گلٹی نکلی ہوئی ہے۔مَیں اسے کہتا ہوں پیچھے ہٹ جا، پیچھے ہٹ جا۔آپ نے فرمایا کہ اس کے ساتھ تفہیم الٰہی کوئی نہیں۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۵، ۶ مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۴۔تذکرہ صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''۱۷ر نومبر ۱۹۰۲ء فرمایا رات میں نے خواب میں کچھ بارش ہوتی دیکھی ہے یونہی تَرشُح سا ہے اور قطرات پڑ رہے ہیں مگر بڑے آرام اور سکون سے''

(البدر جلد ۱ نمبر ۵، ۶ مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵۔تذکرہ صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔''۱۷ر نومبر ۱۹۰۲ء فرمایا کہ نماز (فجر) سے کوئی ۲۰ یا ۲۵ منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خریدی ہے کہ اپنی جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام مقبرہ بہشتی ہے یعنی جو اس میں دفن ہوگا وہ بہشتی ہوگا۔پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کسر صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں۔میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جاویں تو وہ انجیلیں لاویں تو ایک کتاب ان پر لکھی جاوے۔یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں مگر اس مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جاوے۔میں نے کہا کہ خلیفہ نورالدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔یہ خواب ہے جو حضرت نے سنایا اور فرمایا کہ اس سے پیشتر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنے بشارت کے ہیں۔معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہے۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۵، ۶ مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۵۔تذکرہ صفحہ ۳۶۰ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’پگٹ کے متعلق دعا اور توجہ کرنے سے حضرت اقدس نے رؤیا میں دیکھا کہ کچھ کتابیں ہیں جن پر تین بار تسبیح تسبیح تسبیح لکھا ہوا تھا۔ پھر الہام ہوا۔ **وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ. اِنَّھُمْ لَا یُحْسِنُوْنَ.**

اس الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی موجودہ حالت خراب ہے اور یا آئندہ توبہ نہ کریں گے۔ اور یہ معنے بھی اس کے ہیں **لَا یُؤْمِنُوْنَ بِا للّٰہِ** اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ پر یہ افترا اور منصوبہ باندھا اور **وَاللّٰہُ شَدِیْدُ الْعِقَابِ** ظاہر کرتا ہے کہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذاب الٰہی میں گرفتار ہوگا۔ حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جاوے۔‘‘

(البدر مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۲۵ والبدر مورخہ ۲۸ نومبر و ۵ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۰، ۳۶۱ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

’’**۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء۔** میں جب اشتہار کو ختم کر چکا۔ شاید دو تین سطریں باقی تھیں تو خواب نے میرے پر زور کیا۔ یہاں تک کہ میں مجبوری کاغذ کو ہاتھ سے چھوڑ کر سو گیا۔ تو خواب میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نظر کے سامنے آ گئے۔ مَیں نے ان دونوں کو مخاطب کر کے یہ کہا۔ **خُسِفَ الْقَمَرُ وَالشَّمْسُ فِیْ رَمَضَانَ . فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّکُمَا تُکَذِّبَانِ** ۔یعنی چاند اور سورج کو تو رمضان میں گرہن لگ چکا پس تم اے دونوں صاحبو! کیوں خدا کی نعمت کی تکذیب کر رہے ہو۔ پھر میں خواب میں اخویم مولوی عبدالکریم صاحب کو کہتا ہوں کہ **اٰلَآءِ** سے مراد اس جگہ میں ہوں۔ اور پھر میں نے ایک دالان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا کہ اُس میں چراغ روشن ہے۔ گویا رات کا وقت ہے اور اُسی الہام مندرجہ بالا کو چند آدمی چراغ کے سامنے قرآن شریف کھول کر اُس سے یہ دونوں فقرے نقل کر رہے ہیں۔ گویا اسی ترتیب سے قرآن شریف میں وہ موجود ہے اور ان میں سے ایک شخص کو میں نے شناخت کیا کہ میاں نبی بخش صاحب رفوگر امرتسری ہیں‘‘۔

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۰۹ حاشیہ)

☆۔ ’’آج رات مجھے رؤیا میں دکھایا گیا کہ ایک درخت باردار اور نہایت لطیف اور خوبصورت پھلوں سے لدا ہوا ہے اور کچھ جماعت تکلّف اور زور سے ایک بوٹی کو اس پر چڑھانا چاہتی ہے جس کی جڑ نہیں بلکہ چڑھا رکھی ہے وہ بوٹی افتیمون کی مانند ہے اور جیسے جیسے وہ بوٹی اس درخت پر چڑھتی ہے اُس کے پھلوں کو نقصان پہنچاتی ہے اور اس لطیف درخت میں ایک کھجواہٹ اور بدشکلی پیدا ہو رہی ہے اور جن پھلوں کی اس درخت سے توقع کی جاتی ہے ان کے ضائع ہونے کا سخت اندیشہ ہے بلکہ کچھ ضائع ہو چکے ہیں۔ تب میرا دل اس بات کو دیکھ کر گھبرایا اور پگھل گیا اور مَیں نے ایک شخص کو جو ایک نیک اور پاک انسان کی صورت پر کھڑا تھا پوچھا کہ یہ درخت کیا ہے اور یہ بوٹی کیسی ہے جس نے ایسے لطیف درخت کو شکنجہ میں دبا رکھا ہے۔ تب اُس نے جواب میں مجھے یہ کہا کہ یہ درخت قرآن خدا کا کلام ہے اور یہ بوٹی وہ احادیث اور اقوال وغیرہ ہیں جو قرآن کے مخالف ہیں یا مخالف ٹھہرائے جاتے ہیں اور ان کی کثرت نے اس درخت کو دبا لیا ہے اور اس کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ تب میری آنکھ کھل گئی۔‘‘

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۲ حاشیہ)

☆۔ ’’اسی رات میں ایک الہام ہوا بوقت ۳ بجے ۲ منٹ اوپر اور وہ یہ ہے۔ مَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِکْرِیْ نَبْتَلِیْهِ بِذُرِّیَّةٍ فَاسِقَةٍ مُلْحِدَةٍ یَمِیْلُوْنَ اِلَی الدُّنْیَا وَلَا یَعْبُدُوْنَنِیْ شَیْئًا ۔ جو شخص قرآن سے کنارہ کرے گا۔ ہم اس کو خبیث اولاد کے ساتھ مبتلا کریں گے جن کی ملحدانہ زندگی ہوگی۔ وہ دنیا پر گریں گے۔ اور میری پرستش سے ان کو کچھ بھی حصہ نہ ہوگا یعنی ایسی اولاد کا انجام بد ہوگا۔‘‘

(ریویو بر مباحثہ بٹالوی و چکڑالوی روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۲۱۳ حاشیہ)

☆۔ ’’جمعہ کے دن[1] جب میں بیمار تھا تو مجھے یہ الہام ہوا تھا۔ یَمُوْتُ قَبْلَ

[1] یعنی ۵ / دسمبر ۱۹۰۲ء کو۔ خاکسار مرتب

یَوْمِیْ ھٰذَا [1] یعنی یہ میرے اس دن سے پیشتر مرے گا۔ یوم سے مراد جمعہ کا دن ہے جو کہ اصل میں خدا کا دن ہے۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۷ مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۲، ۳۶۳ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆ ۱۹۰۲ء رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ اسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سربستہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین [3] بھینسے آئے ہیں۔ ایک اُن میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اسے بھی ہٹا دیا پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پُر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مَفر نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہُوا تو اس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا میں نے اُس وقت یہ غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں۔ مَیں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا مگر میں نے پھر کر نہ دیکھا۔ اُس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل دعا القا کی گئی۔ رَبِّ [2] کُلُّ شَیْءٍ خَادِمُکَ رَبِّ فَاحْفَظْنِیْ وَانْصُرْنِیْ وَارْحَمْنِیْ [3] اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسمِ اعظم ہے۔ اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو

---

[1] حاشیہ۔ مولوی رُسل بابا امرتسری...... طاعون سے پکڑا گیا اور اس کے عین طاعون کے دنوں میں جمعہ کے روز مجھے الہام ہوا کہ یَمُوْتُ قَبْلَ یَوْمِیْ ھٰذَا یعنی آئندہ جمعہ سے پہلے مر جائے گا۔ چنانچہ وہ آئندہ جمعہ سے پہلے ۸؍دسمبر ۱۹۰۲ء کو ۵½ صبح کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا...... پھر ساتھ ہی مجھے یہ الہام ہوا سَلَامٌ عَلَیْکَ یَا اِبْرَاھِیْمُ۔ سَلَامٌ عَلٰی اَمْرِکَ . صِرْتَ فَائِزًا۔ یعنی اے ابراہیم تیرے پر سلام تو فتح یاب ہو گیا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳)

[2] (ترجمہ از مرتب) اے میرے رب! ہر ایک چیز تیری خدمت گزار ہے۔ اے میرے رب! پس مجھے محفوظ رکھ اور میری مدد فرما اور مجھ پر رحم فرما۔ [3] فرمایا یہ دعا ایک حرز اور تعویذ ہے...... فرمایا میں اس دعا کو اب التزاماً ہر نماز میں پڑھا کروں گا آپ بھی پڑھا کریں۔ فرمایا کہ اس میں بڑی بات جو سچی توحید سکھاتی یعنی اَللّٰہ جَلَّ شَانَہٗ کو ہی ضَارّ اور نَافِع یقین دلاتی ہے یہ ہے کہ اس میں سکھایا گیا ہے کہ ہر شے تیری خادم ہے یعنی کوئی موذی اور مضر شئے تیرے ارادے اور اذن کے بغیر کچھ بھی نقصان نہیں کر سکتی۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰)

اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی...... اِس خواب کے بعد پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوڑے کا سوار ملا جب میں گھر کے قریب آیا تو ایک شخص نے میرے ہاتھ پر پیسے رکھے۔ مَیں نے خیال کیا کہ اس میں دونّی چونّی بھی ہوگی۔ آگے آیا تو دیکھا کہ فجو (فضل نشان) کشمیری عورت بیٹھی ہے۔ پھر جب مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ہزار ہا آدمی بیٹھے ہیں اور کپڑے سب کے پرانے معلوم ہوتے ہیں مسجد میں اور آگے بڑھا تو دیکھا ایک جنازہ رکھا ہوا ہے اس کی بڑی سی چار پائی ہے یہ معلوم نہیں کہ کس کا جنازہ ہے۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۷ مورخہ ۱۲؍ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۴ ۱۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۳، ۳۶۴ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ''اس واقعہ[1] کے دیکھنے کے ساتھ ہی مجھ کو تفہیم ہوئی کہ کوئی دشمن مقدمہ برپا کرے گا اور اس کے تین وکیل ہوں گے...... بعد میں کرم دین نے جہلم میں میرے پر مقدمہ کیا اور میری طلبی ہوئی اور وہ مقدمہ فوجداری اور سخت مقدمہ تھا اور جیسا کہ کشفی حالت میں ظاہر کیا گیا تین وکیل اس کے تھے آخر کار بموجب وعدہ الٰہی وہ مقدمہ اس کا خارج ہوا۔''

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۹۵)

☆۔ ''مَیں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پولی[2] ہے اور اس کے نیچے ایک غار سی چلی آتی ہے۔ میں نے اُس میں پاؤں رکھا تو دھس گیا اور خوب یاد ہے کہ پھر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا۔ پھر ایک جست کر کے میں اوپر آ گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول، اور اس قدر بڑا جیسے یہاں سے نواب صاحب کا گھر اور میں اس پر اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر تیر رہا ہوں۔ سیّد محمد احسن صاحب کنارہ پر تھے میں نے ان کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰؑ تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل اُن

---

[1] یعنی تین بھینسوں والا واقعہ　　[2] یعنی نرم (خاکسار مرتب)

سے بڑھ کر مجھ پر ہے حامد علی میرے ساتھ ہے اور اس گڑھے پر ہم نے کئی پھیرے کئے۔ نہ ہاتھ نہ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور بڑی آسانی سے اِدھر اُدھر تیر رہے ہیں۔ ایک بجنے میں ۲۰ منٹ باقی تھے کہ میں نے یہ خواب دیکھا۔"

(البدر جلد ۱ نمبر ۷ مورخہ ۱۲؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۵۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ "گزشتہ شب کو مجھے یہ الہام ہوا ہے۔ **سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا اِبْرَاهِيْمُ**[1] پھر اس کے بعد الہام ہوا **سَلَامٌ عَلٰى اَمْرِكَ . صِرْتَ فَائِزًا**۔[2]

(البدر جلد ۱ نمبر ۷ مورخہ ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۵۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ فرمایا کہ یہ الہام ہوا ہے اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر فقرہ تھا وہ یاد نہیں رہا۔ **يُنَادِىْ مُنَادٍ مِّنَ السَّمَآءِ**[3]

(البدر جلد ۱ نمبر ۸ مورخہ ۱۹؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۵ مطبوعہ تذکرہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ **اِنِّىْ مَعَ الْاَفْوَاجِ اٰتِىْ**۔[4]

(البدر جلد ۱ نمبر ۹ مورخہ ۲۶ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ "۱۹؍دسمبر ۱۹۰۲ء۔ مغرب وعشاء کی نماز با جماعت ادا کر کے حضرت اقدسؑ تشریف لے گئے اور پھر تشریف لائے تو آپؑ نے اپنی تین رؤیا سنائیں جو کہ آپ نے پے در پے دیکھی تھیں۔

(اوّل) کہ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ چھوارے رؤیا میں دیئے۔ اس کے بعد پھر غنودگی ہوئی تو دیکھا کہ تریاق القلوب کا ایک صفحہ دکھایا گیا ہے جس پر **عَلٰى شُكْرِ**

---

[1] یعنی اے ابراہیم! تجھ پر سلام۔

[2] ترجمہ۔ تیرے کاروبار پر سلامتی ہو اور تو بامراد ہو گیا۔

[3] (حاشیہ) مولوی رسل بابا......۸ دسمبر ۱۹۰۲ء کو ۵½ بجے صبح کے اس جہان فانی سے رخصت ہوا...... پھر ساتھ ہی مجھے یہ الہام ہوا **سَلَامٌ عَلَيْكَ** الخ۔ ابراہیم تیرے پر سلام تو فتح یاب ہو گیا۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۳۱۲، ۳۱۳)

[4] (ترجمہ از مرتب) میں فوجیں لے کر آ رہا ہوں۔

اَلْمَصَائِبِ لکھا ہوا ہے۔ جس کے یہ معنے ہوئے کہ **هٰذِهٖ صِلَةٌ عَلٰى شُكْرِ الْمَصَائِبِ**
گویا یہ روپیہ اور چھوارے شکر المصائب کا صلہ ہے۔
تیسری دفعہ پھر کچھ ورق دکھائے گئے جن پر بیٹوں کے بارے میں کچھ لکھا ہوا تھا اور جو اِس وقت یاد نہیں ہے۔‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۹، مورخہ ۲۶؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۹۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’۲۱؍دسمبر کی رات کو جس کی صبح کو ۲۲؍دسمبر تھی اور جو اخیر عشرہ رمضان کی پہلی رات تھی۔ آپ کو یہ الہام ہوا۔ **يَأْتِيْ عَلَيْكَ زَمَنٌ كَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰى**[1]
فرمایا۔ اس زمانہ میں جو بیس پچیس برس کے قریب ہوتا ہے یہ الہام کبھی نہیں ہوا۔ موسیٰ کا نام تو کئی الہاموں میں رکھا گیا ہے۔‘‘

(الحکم جلد ۶، نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۱، ۱۴۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ **اِنَّهٗ كَرِيْمٌ تَمَشّٰى اَمَامَكَ وَ عَادٰى مَنْ عَادٰى** (یعنی وہ کریم ہے۔ وہ تیرے آگے آگے چلتا ہے۔ جس نے تیری عداوت کی (گویا) اس کی عداوت کی)

فرمایا کل جو الہام ہوا تھا **يَأْتِيْ عَلَيْكَ زَمَنٌ كَمِثْلِ زَمَنِ مُوْسٰى** یہ اُسی الہام کے آگے معلوم ہوتا ہے جہاں ایک الہام کا قافیہ جب دوسرے الہام سے ملتا ہے خواہ وہ الہامات ایک دوسرے سے دس دن کے فاصلہ سے ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کا تعلق آپس میں ضرور ہے۔ یہاں بھی موسیٰ اور عادیٰ کا قافیہ ملتا ہے اور پھر توریت میں اس قسم کا مضمون ہے کہ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو چل میں تیرے آگے چلتا ہوں۔‘‘

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۲؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۶، الحکم جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳۱۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۶ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ’’۲۳ دسمبر ۱۹۰۲ء نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدس نے یہ رؤیا سنائی۔ میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں ایک دو آدمی ساتھ ہیں کسی نے کہا راستہ بند ہے ایک بڑا بحر زخّار چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا کہ واقع میں کوئی دریا نہیں بلکہ ایک

---

[1] (ترجمہ از مرتب) تم پر ایک ایسا زمانہ آنے والا ہے جو موسیٰ کے زمانہ کی طرح ہوگا۔

بڑا سمندر ہے اور پیچیدہ ہو ہو کر چل رہا ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں۔ اور یہ راہ بڑی خوفناک ہے۔''

(البدر جلد ۱، نمبر ۱۰،۲ مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

☆۔ ''اِنِّیْ صَادِقٌ صَادِقٌ وَسَیَشْھَدُ اللّٰہُ لِیْ۔''

ترجمہ۔ میں صادق ہوں، صادق ہوں عنقریب اللہ تعالیٰ میری شہادت دے گا۔

(الحکم مورخہ ۲۴ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۔ البدر جلد ۱، نمبر ۱۰، مورخہ ۲ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۷، ۷۸۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

''اِنِّیْ اَنَا الصَّاعِقَةُ ۔مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے فرمایا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا اسم ہے آج تک کبھی نہیں سنا۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا۔ بے شک۔ اسی طرح طاعون کی نسبت جو الہامات ہیں وہ بھی ہیں۔ جیسے اُفْطِرُ وَ اَصُوْمُ یہ بھی کیسے لطیف الفاظ ہیں گویا خدا فرماتا ہے کہ طاعون کے متعلق میرے دو کام ہوں گے۔ کچھ حصہ چُپ رہوں گا یعنی روزہ رکھوں گا اور کچھ افطار کروں گا۔ اور یہی واقعہ ہم چند سال سے دیکھتے ہیں۔ شدّتِ گرمی اور شدّتِ سردی کے موسم میں طاعون دب جاتی ہے گویا وہ اَصُوْمُ کا وقت ہے اور فروری، مارچ، اکتوبر وغیرہ میں زور کرتی ہے وہ گویا افطار کا وقت ہوتا ہے اور اسی لطیف کلام میں سے ہے۔ اِنِّیْ اَنَا الصَّاعِقَةُ۔''

(البدر جلد ۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۹ جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸۶۔ تذکرہ صفحہ ۳۶۷ مطبوعہ ۲۰۰۴ء)

مخالفت کے سمندر میں طوفان

اور

حضرت اقدس طوفان میں چٹان

جیسا کہ الٰہی سلسلوں کے لئے یہ عادت اللہ ہے کہ ان کے آغاز کے ساتھ ہی مخالفت کا ایک طوفان برپا ہوتا ہے اور کم ہونے کے بجائے اس کی شدت بڑھتی جاتی ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کھڑا ہونے والا ماموراپنے دعویٰ سے پیشتر ساری قوم کا امید گاہ ہوتا ہے اور اس کے کردار کے متعلق متفقہ شہادت یہی ہوتی ہے کہ **وہ راستباز اور پاکیزہ فطرت انسان ہے** اور قوم کی آئندہ ترقی کے متعلق اس کے وجود سے امیدیں وابستہ ہوتی ہیں لیکن باوجود اس کے جونہی وہ اللہ تعالیٰ کے اعلام پر یہ دعویٰ کرتا ہے اس کی اپنی قوم اس کی مخالفت کے لئے کھڑی ہو جاتی ہے اور اپنے زعم باطل میں یہ سمجھتی ہے کہ **اس سلسلہ الٰہی کو نیست و نابود کر دیا جائے گا** اور جہاں تک اسباب ظاہر کا تعلق ہے ان کا یہ قیاس اور اِدّعا صحیح نظر آتا ہے لیکن مخالفت کے اس طوفان عظیم میں مامور من اللہ اپنے رب سے بشارتیں پاتا اور انہیں شائع کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ **میں کامیاب ہو جاؤں گا** اور مخالفت کی اس شدت میں وہ ایک یقین محکم کے ساتھ اعلان کرتا ہے اور یہی ہو کر رہتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی یہی ہوا اور ہونا چاہیے تھا۔ نہ صرف یہی کہ سنت اللہ یہی ہے بلکہ اس لئے بھی کہ اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت ان اٹھنے والے طوفانوں اور ان میں بہر رنگ کامیاب ہونے کی خبر دے دی تھی اور آپ نے اعلام الٰہی کے ماتحت شائع کر دیا تھا یہ **جان آگ میں پڑ کر سلامت آنے والی ہے** اور الٰہی بشارت سلامت بر تو اے مرد سلامت آ رہی تھی۔

آغاز سلسلہ سے مختلف قسم کی تدبیروں کا اہتمام سلسلہ کو مٹانے میں رہا مگر **ہر میدان میں**

کامیابی ہوئی اور ہر حملہ پہلے سے زیادہ شدید اور ہر حملے کے نتیجہ میں کامیابیوں کی شان بلند ہوتی گئی۔

قارئین کرام اسی کتاب میں مختلف حملوں کا ذکر پڑھ چکے ہیں اور یہ کوششیں صرف مسلمانوں کی طرف سے ہی نہیں ہوئیں دوسرے تمام مذاہب نے فرداً فرداً اور باہم مل کر نبرد آزمائی کی اور ناکامی کا منہ دیکھا۔ اب اس جنگِ شیطان نے ایک نیا رنگ اختیار کیا اور وہ **عدالتوں میں مقدمات کا ایک لمبا سلسلہ تھا** ان مقدمات کی آخری کڑی وہ مقدمات تھے جو پیر گولڑوی کے میدانِ جنگ میں آنے سے شروع ہوئے پیر گولڑوی علمی اور روحانی مقابلہ میں شکست فاش کھا چکا تھا۔ اس **ندامت** کے دور کرنے کے لئے اس نے اپنے اعوان وانصار کے ذریعہ مقدمات کی بناڈالی۔

مقدمات کا آغا

قارئین کرام پڑھ آئے ہیں کہ..... محمد حسن فیضی ساکن بھیں ضلع جہلم نے اعجاز المسیح کا جواب لکھنے کے لئے اعجاز المسیح اور محترم مولوی سید محمد احسن صاحب مغفور کی کتاب شمس بازغہ پر نوٹ لکھے تھے اور محمد حسن اس پیشگوئی کے موافق جو **اعجاز المسیح** کا جواب لکھنے والوں کے لئے تھی ہلاک ہوگیا۔ پیر گولڑی نے ان نوٹوں کو کچھ سکے دے کر لیا اور ان کی اساس پر سیف چشتیائی کے نام سے ایک کتاب لکھی ادھر مولوی کرم دین (جو محمد حسن کا عزیز رشتہ دار تھا) ان ایام میں اپنے بعض خوابوں کی بناء پر سلسلہ کی طرف توجہ ظاہر کرتا تھا۔ اس نے اس راز کا انکشاف کر دیا اور تمام معاملہ کا جو اس وقت تک پردۂ راز میں تھا بھانڈا پھوڑ دیا۔ اس انکشاف میں مولوی کرم دین کا ایک شاگرد شہاب الدین نامی بھی شریک تھا اور وہ بھی سلسلہ احمدیہ کی کتابیں پڑھتا تھا۔ اور مولوی کرم دین کی طرح اظہارِ اخلاص کرتا تھا۔

ان دونوں نے فرداً فرداً حضرت اقدس کو انکشاف کے طور پر خطوط لکھے اور نوٹوں والی کتاب کے سودا کرا دینے کا بھی ذکر کیا۔ چنانچہ حضرت حکیم فضل الدین بھیروی رضی اللہ عنہ کو بھیجا گیا اور انہوں نے (؏؎) بائیس روپے پر مولوی محمد حسن فیضی کے لڑکے سے خرید لیا۔ ان خطوط کا

قادیان میں عام چرچا ہوا۔ خاکسار عرفانی نے ان خطوط کو اپنے اخبار الحکم مورخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۲ء میں ایک نوٹ لکھ کر شائع کر دیا جو حسب ذیل ہے۔

پیر گولڑی کی عہد شکنی، پردہ دری اور چوری اور

حضرت مسیح موعودؑ کا عظیم الشان معجزہ

ہمہ کارش زخود کامی بہ بدنامی کشید آخر نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ہا

الحکم کی بعض گزشتہ اشاعتوں میں پیر گولڑی کے متعلق ایک مضمون کی اشاعت کا وعدہ کیا گیا تھا جو حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب سَلَّمَہٗ رَبُّہٗ کی ناسازی طبیعت کی وجہ سے پورا نہ ہو سکا اور اب صحت کے بعد آپ کو بعض ایسے اہم امور درپیش ہیں کہ ابھی ایک عرصہ تک ان سے فرصت ملتی نظر نہیں آتی یعنی **خلافتِ راشدہ** کے تیسرے ایڈیشن کی طبع کے باعث اس کی کسی قدر ترمیم اور ایزادی اس لئے ہم نے مناسب سمجھا کہ ناظرین الحکم کو زیادہ عرصہ تک انتظار میں نہ رکھا جاوے اور اصل واقعات کو تازہ بتازہ پیش کر دیا جاوے۔ پیر گولڑی نے حال میں جو کتاب ''سیف چشتیائی'' شائع کی ہے۔ اس میں اس نادان نقاب پوش فقیر نے اپنے معاہدہ کے خلاف کیا ہے جو لاہور کی شاہی مسجد کے جلسہ میں (جس کو علماء اسلام کا جلسہ کہا جاتا ہے) اقرار کیا تھا اور سب نے متفق ہو کر اقرار کیا تھا کہ آئندہ وہ **حضرت حجۃ اللہ مسیح موعود** کے مقابلہ میں نہ آئیں گے۔ اور آپ کی تحریروں پر کوئی نوٹس نہ لیں گے مگر جب حضرت اقدس کی طرف سے **اعجاز المسیح** پیر گولڑی کی علمی اور عملی قابلیت کے امتحان کی غرض سے شائع ہوئی اور **فاضل امروہی** کی کتاب شمسِ بازغہ نے گولڑی اور اس کے منہ زور غازی رفیق کی علمی پردہ دری کر دی تو یہ لوگ نَعل دَر آتش ہو گئے اور اپنے وعدوں کا جو خدا کے گھر میں علماء کے ایک گروہ میں کیا گیا تھا کچھ پاس نہ کر کے اس فکر میں ہوئے کہ کسی طرح سے ان کتابوں کا جواب لکھا جاوے۔

پیر گولڑی اور اُس کے رفقاء کی اس عہد شکنی کے ضمن میں ہم اس امر کا تذکرہ ضروری سمجھتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اللہ تعالیٰ کے حکم سے انجام آتھم میں آئندہ کے لئے مباحثہ نہ کرنے کا اقرار شائع کر دیا تھا۔ چنانچہ اس آدم آخری کو آدم اول کے دشمن کے مثیلوں نے بار ہا چاہا کہ اس منع کئے ہوئے درخت (اَلشَّجَرُ) کا پھل کھالے مگر کیسی عالی ہمتی اور استقلال اور وفاءِ عہد ہے کہ گالیاں سُننی منظور کیں۔ قسم قسم کے نام رکھوا لینے پسند کئے مگر ناپسند کیا تو خدا کا عہد توڑنا۔ (اے خدا کے مسیح صادق تجھ پر سلام) تو نے سچ کہا ہے۔

و آں روز خود مباد کہ عہد تو بشکنم

پبلک اس امر سے بخوبی واقف ہے کہ لاہور میں جب گولڑی کو اعجازی تفسیر نویسی کی دعوت دی گئی تھی تو اس حیلہ جُو پیر نے اپنے بچاؤ اور پردہ پوشی کے لئے یہ حیلہ تجویز کیا تھا کہ تفسیر سے پہلے مباحثہ کی شرط لگا دی تھی اور اصل غرض یہ تھی کہ اگر مباحثہ منظور کریں گے تو خلاف عہد کرنے والے قرار دیئے جائیں گے اور اگر عہد نبھا نہیں سکیں گے تو مباحثہ میں نہ آئیں گے اور یوں ہماری پردہ پوشی ہوگی۔ خدا کے صادق موعود نے وفاء عہد کو مقدم کیا اور اپنی شرائط کے موافق تفسیر نویسی کی دعوت اور مقابلہ کے لئے طیار رہے۔ جب پیر گولڑی نے حق کو مشتبہ کرنا چاہا تو **اعجاز المسیح** کے ذریعہ اس کی قلعی کھول دی۔ **اعجاز المسیح** ایک ایسا حربہ تھا جس نے گولڑی کی خانہ ساز لیاقت کے بُت کو پاش پاش کر دیا اور عام طور پر معلوم ہو گیا کہ گولڑی محض ایک گوسالہ ہے اور قرآن دانی اور عربیّت سے اسے کوئی بہرہ نہیں دیا گیا اور اگر کچھ دیا گیا ہوتا تو وہ اس میدان میں کیوں پیچھے رہ جاتا جب کہ ۷۰ دن کی میعاد تھی اور پھر گھر میں بیٹھ کر آرام سے لکھنا تھا یا لکھانا تھا اور یہ بھی عام اجازت تھی کہ وہ جس سے چاہے مدد لے مگر ہندوستان، پنجاب میں ایک بھی عالم ایسا نہ نکلا جو **اعجاز المسیح** کا مقابلہ کرتا اور کچھ اناپ شناپ بھی عربی میں لکھ کر دکھا دیتا؟ **اعجاز المسیح** ابدالآباد تک خدا تعالیٰ کا ایک زندہ نشان ہے ان لوگوں کے لئے جو اہل دل ہیں۔

اعجاز المسیح نے گولڑی کی گلیمِ درویشی کو کچھ ایسا پارہ پارہ کیا کہ اس کا رَفُو تو اب ناممکن ہی ہو

گیا مگر گولڑی اس خیال میں رہا کہ کسی نہ کسی طرح اس داغ ندامت کو اپنے فقر و علم کے چہرہ سے دھو دے۔ یہ کہنا کہ **اعجاز المسیح** کے مقابلہ کے لئے کوشش نہیں کی بالکل لغو اور فضول بات ہے اس نے جان توڑ کوشش کی اور جیسا کہ اس واقعہ سے جو ہم ذیل میں لکھیں گے پایا جاتا ہے اس نے ہر چند چاہا کہ کوئی اسے ملے جو اس ندامت کو دھونے میں اس کا مددگار ہو مگر خدائے قادر کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔؟ **اعجاز المسیح** کا مقابلہ نہ ہونا تھا نہ ہوا۔

آخر مہر علی شاہ نے اس ندامت کو دور کرنے کی ایک تجویز سوچی اور وہ یہ کہ اسے معلوم ہو گیا کہ مولوی محمد حسن بھیں نے **اعجاز المسیح** پر کچھ نوٹ لکھے ہیں اس لئے وہ اس فکر میں ہوا کہ ان نوٹوں کو حاصل کیا جاوے۔ محمد حسن کی زندگی میں تو وہ نوٹ اس کو نہ مل سکے۔ اُس کے مرنے کے بعد خدا جانے کن حیلوں اور تدابیر سے اس کی بیوہ سے ان نوٹوں کو حاصل کر لیا۔ اور ان کو ہی ترتیب دے کر سیف چشتیائی کے نام سے ایک رسالہ چھاپ کر شائع کر دیا۔ جو اس نادان فقیر کی پردہ دری کا ذریعہ ہو گیا۔ اور پھر تعجب کی بات ہے کہ ساری کتاب اس کے ہی نوٹوں کی نقل ہے جو صاف اور واضح الفاظ میں چوری ہے اور حضرت حجۃ اللہ کے چند فقرات کو جو توارد کے طور پر آپ کے کلام میں آئے ہیں سرقہ قرار دیا۔ خدا کی شان ہے کہ جو الزام حضرت مسیح موعودؑ کو دیتا تھا خود ہی اُس الزام کے نیچے آ گیا۔ سچ ہے اِنِّیْ مُهِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِهَانَتَکَ مَیں اس کی اہانت کرنے والا ہوں جس نے تیری اہانت کا ارادہ کیا۔‘‘

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱، ۲)

اس امر کا ثبوت ہم واضح طور پر ابھی پیش کریں مگر اس سے پہلے ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ سیف چشتیائی پیر جی کے حق میں بہت ہی مضر ثابت ہوئی جس نے اس کی خیانت اور سرقہ کا راز طشت از بام کر دیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ پیر صاحب ترک حیا سے کام لیں گے یا اپنی غلطی کا اعتراف کر کے نیک نیتی کا یوں دیں گے کہ وہ مسیح موعود کے قدموں میں گر کر کہیں گے۔

یَا وَلِیَّ اللّٰهِ کُنْتُ لَا اَعْرِفُکَ

بہر حال گولڑی صاحب کی اس تمام کارروائی سے خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان ثابت ہوئے ہیں۔ اوّل یہ کہ اعجاز المسیح کے ٹائیٹل پیج کی پیش گوئی **وَمَنْ قَامَ لِلْجَوَابِ وَ تَنَمَّرَ فَسَوْفَ یَرٰی اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ** یعنی جو شخص اعجاز المسیح کا جواب دینے کو کھڑا ہوگا اور پلنگ خوئی دکھائے گا۔ وہ ضرور پشیمان ہوگا اور ناکام و نامراد مر جائے گا، کے موافق مولوی محمد حسن ساکن بھیں کا نامراد اور ناکام رہ کر وفات پا جانا بھی سیف چشتیائی کے ذریعہ ثابت ہوا۔ کیوں کہ جب محمد حسن کے نوٹ ملے تو معلوم ہوا کہ اس نے مقابلہ کے لیے قلم اٹھایا اور ارادہ کیا تھا۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کو نامراد رکھا یہ چھوٹی سے بات نہیں بلکہ عظیم الشان نشان ہے جو خدا کے برگزیدہ مسیح موعود کے ہاتھ پر ظاہر ہوا۔ کیوں کہ محمد حسن نے جب اعجاز المسیح کے مقابلہ کا ارادہ کیا تو **اَنَّهٗ تَنَدَّمَ وَ تَذَمَّرَ** کے موافق خدا تعالیٰ نے اس کا فیصلہ کر دیا۔

اب غور طلب یہ امر ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود اس دعویٰ میں معاذ اللہ جھوٹے تھے اور یہ پیشگوئی پناہ بخدا منجانب اللہ نہ تھی تو محمد حسن نے جس کام کو شروع کیا تھا پھر وہ عام نفع رسانی اور خدا کی نصرت کا کام ہونا چاہیے لہٰذا ضروری تھا کہ عام نفع رساں وجود ہونے کے سبب سے حسب وعدہ الٰہی **وَ اَمَّا مَا یَنْفَعُ النَّاسَ فَیَمْکُثُ فِی الْاَرْضِ** اور **اِنْ تَنْصُرُوا اللّٰهَ یَنْصُرْکُمْ وَ یُثَبِّتْ اَقْدَامَکُمْ** محمد حسن کی پوری تائید ہوتی اور وہ اپنی اس تالیف میں بامراد ہو جاتا مگر خدا نے اس کا فیصلہ کر کے ثابت کر دیا کہ وہ نافع نہ تھا اور اعجاز المسیح کی پیشگوئی سچی نکلی۔

دوسرا نشان یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے محمد حسن کی تحریروں کو ثبوت کے لئے قائم رکھا۔ درآنحالیکہ وہ پیر گولڑی کے ہاتھ میں جا چکی تھی اور پیر گولڑی نے ان نوٹوں کو ترتیب دے کر اپنے نام سے شائع کیا۔ اور یہ اعتراف کہیں نہیں کیا کہ میں نے محمد حسن کی تحریروں کو شائع کیا ہے۔ اگر یہ ذکر کر دیتے تو شاید گولڑی کے ہم خیال مسلمان (برائے نام) کم از کم اس کشتہ اعجاز المسیح کے لئے کوئی دعا ہی کر دیتے۔

بہر حال گولڑی کا ان تحریروں کو اپنی پردہ پوشی کے لئے ضائع نہ کرنا اور قائم رکھنا یہ بھی

حضرت مسیح موعود کی تائید کا ایک نشان ہے۔

اور پھر جیسا کہ تیسرا نشان یہ ہے کہ الہام اِنِّی مُہِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ پورا ہوا سیف چشتیائی (طنبور چشتیائی) میں اس مضمون چور فقیر نے بڑی دلیری اور گستاخی کے ساتھ خدا کے صادق اور برگزیدہ مسیح موعود پر سرقہ کا الزام لگایا تھا۔ ؎ وہ الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اور اس سے غرض یہ تھی کہ تا خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان کی بے حرمتی اور بے وقری کرے مگر خدا نے اپنے وعدہ کے موافق اسی رنگ میں ایک اور نشان اسی پر پورا کر دکھایا کہ محمد حسن نے کشتہ اعجاز المسیح کا سارا مسودہ اپنے نام منسوب کر لیا اور اس کا کہیں ذکر تک نہیں کیا۔ اب دیکھو کہ کیا یہ خدا کا زبردست نشان ہے یا نہیں کہ حضرت مسیح موعود کی طرف دو چار فقروں کا سرقہ منسوب کرنے کے ساتھ ہی خود پوری کتاب کا سارق ثابت ہو گیا اور نہ صرف چور بلکہ کذّاب بھی کیوں کہ اس ساری کتاب میں یہ ذکر نہیں کیا کہ یہ مسودہ میں نے محمد حسن ساکن بھیں کے نوٹوں سے لیا ہے اس سے بڑھ کر اس مضمون چور درویش کی رسوائی کیا ہوگی۔

پھر چوتھا نشان یہ ہے کہ اعجاز المسیح کے صفحہ ۱۹۹ میں حضرت مسیح موعود کی یہ دعا درج ہے رَبِّ إِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنَّ أَعْدَائِیْ ھُمُ الصَّادِقُوْنَ الْمُخْلِصُوْنَ فَأَھْلِکْنِیْ کَمَا تُھْلَکُ الْکَذَّابُوْنَ. وَإِنْ کُنْتَ تَعْلَمُ أَنِّیْ مِنْکَ وَمِنْ حَضْرَتِکَ. فَقُمْ لِنُصْرَتِیْ۔ یعنی اے میرے رب! اگر تو جانتا ہے کہ میرے دشمن سچے ہیں اور مخلص ہیں پس تو مجھے ہلاک کر جیسا کہ جھوٹے ہلاک کئے جاتے ہیں اور اگر تو جانتا ہے کہ میں تیری طرف سے ہوں تو دشمن کے مقابلہ پر میری مدد کے لئے کھڑا ہو جا یعنی میرے دشمن کو ہلاک کر۔

اب صاف ظاہر ہے کہ حضرت حجۃ اللہ کی تائید اور نصرت کس زور و شور سے ہو رہی ہے اور نصرتوں کو شاید ہمارے مخالف نہ دیکھیں مگر یہ کھلا کھلا نشان نصرت کا تو وہ دیکھ سکتے ہیں کہ محمد حسن مقابلہ کے لئے اٹھا اور اس دعا کا نشانہ ہو کر مارا گیا گولڑی نے ان نوٹوں کو شائع کر کے سرقہ کا الزام لگایا خود ساری کتاب کے سارق ہونے کے الزام میں پکڑا گیا اور پھر اس سے بڑھ کر اور نصرت

کیا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ منتقم حقیقی نے وہ نوٹ بجنسہٖ حضرت مسیح موعود کے پاس بھجوا دیئے بحالیکہ وہ سخت مخالف گروپ کے ہاتھ میں تھے۔

پانچواں نشان پیر گولڑی کو عہد شکن ۔ مضمون چور۔ جھوٹ بولنے والا۔ عربی تفسیر نویسی سے بے بہرہ ثابت کردیا۔ یہ خدا کے نشان ہیں پس اے قوم خدارا تُو ان کو حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھ اور سن ؎ بنگر اے قوم نشانہائے خداوند قدیر چشم بکشا کہ بر چشم نشانی است کبیر☆

اب ہم اس مضمون پر لمبی بحث کرنا نہیں چاہتے اور وہ ثبوت پیش کرتے ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گولڑی نے سیف چشتیائی جو لکھی ہے وہ اس کی اپنی محنت اور دماغ کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ ایک کشتہ اعجاز المسیح کے مسودوں کی چوری ہے۔ جس سے اس کی محنت اور دماغ سوزی کی متاع کو چرایا گیا ہے۔ ہماری تو یہ رائے ہے **مضمون کے چور کو بھی حوالات چاہیے** پیر گولڑی اور اس کے طرفدار اب بتائیں کہ ان کی کیا رائے ہے۔

وہ ثبوت جس سے ثابت ہوا کہ گولڑی مضمون چور ہے

نقل خط میاں شہاب الدین ساکن بھیں ۔ پہلے ہم صفائی بیان کے لئے لکھنا چاہتے ہیں کہ میاں شہاب جن کا نام عنوان میں درج ہے یہ میاں محمد حسن متوفی کے دوست ہیں اور علاوہ اس کے یہ اُس بدقسمت وفات یافتہ کے ہمسایہ بھی ہیں اور اُس کے اسرار سے واقف اور انہی کی کوشش سے پیر مہر علی شاہ کے سرقہ کا مقدمہ برآمد ہوا اور بڑی صفائی سے ثابت ہوگیا کہ اُس کی کتاب سیف چشتیائی مال مسروقہ ہے اور اس میں مہر علی کے علم اور عقل کا کچھ بھی دخل نہیں اور بجز اس کے کہ وہ اس کارروائی سے نہ صرف جرم سرقہ کا مرتکب ہوا بلکہ اس نے اس شیخی کو حاصل کرنے کے لئے بہت قابل شرم جھوٹ بولا اور اپنی کتاب سیف چشتیائی میں اُس مردہ بدقسمت کا نام تک نہیں لیا اور بڑے زور آور دعویٰ سے کہا کہ اس کتاب کا مَیں مؤلّف ہوں چنانچہ نقل خطوط یہ ہے۔

☆ترجمہ۔ اے قوم! خداوند قدیر کے نشانون کو دیکھ اور آنکھیں کھول کہ آنکھ کے لئے ایک بہت بڑا نشان ہے۔

پہلے خط کی نقل۔ مرسل یزدانی و مامور رحمانی حضرت اقدس جناب مرزا جی صاحب دَامَ بَرَکَاتُکُمْ وَ فُیُوْضُکُمْ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اَمَّا بَعد۔ آپ کا خط رجسٹری شدہ آیا دل غم ناک کو تازہ کیا۔ روئداد معلوم ہوئی۔ حال یہ ہے کہ محمد حسن کا مسودہ تو خاکسار کو نہیں دکھایا گیا کیونکہ اس کے مرنے کے بعد اس کی کتابیں اور سب کاغذات جمع کر کے مقفّل کئے گئے ہیں۔ شمس بازغہ اور اعجاز المسیح پر جو مذکور نے نوٹ کئے تھے وہ دیکھے ہیں اور وہی نوٹ گولڑی ظالم نے کتابیں منگوا کر درج کر دیئے ہیں، اپنی لیاقت سے کچھ نہیں لکھا اب محمد حسن کا والد وغیرہ میرے تو دشمن جانی بن گئے ہیں کتابیں تو بجائے خود ایک ورقہ نہیں دکھاتے پہلے بھی دیکھنے کا ذریعہ یہ ہوا تھا کہ جب گولڑی نے کتابیں یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح محمد حسن کے والد سے منگوائیں اور فارغ ہو کر واپس روانہ کیں اور چونکہ وہ حامل کتب اجنبی تھا اس لئے بھول کر میرے پاس مسجد میں آیا اور کہنے لگا کہ مولوی محمد حسن کا گھر کدھر ہے میں نے پوچھا کہ کیا کام ہے۔ کہنے لگا کہ مہر علی شاہ نے مجھ کو کتابیں دے کر روانہ کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے والد کو یہ کتابیں شمس بازغہ اور اعجاز المسیح دے آ، پھر کتابیں لے کر دیکھیں تو ہر صفحہ، ہر سطر پر نوٹ لکھے ہوئے تھے۔ میرے پاس سیف چشتیائی بھی موجود تھی عبارت کو ملایا تو بعینہٖ وہ عبارت تھی آپ کا حکم منظور لیکن مولوی محمد حسن کا والد کتابیں نہیں دیتا اور کہتا ہے کہ میرے روبرو بے شک دیکھ لو مگر مہلت کے واسطے نہیں دیتا خاکسار معذور ہے کیا کرے۔ دوسری مجھ سے غلطی ہوگئی کہ ایک خط گولڑی کو بھی لکھا کہ جو کچھ محمد حسن کے نوٹ تھے وہی درج کر دیئے۔ اس واسطے گولڑی نے محمد حسن کے والد کو لکھا ہے کہ ان کو کتابیں مت دکھاو۔ کیونکہ یہ شخص ہمارا مخالف ہے۔ اب مشکل بنی کہ محمد حسن کا والد گولڑی کا مرید ہے اور اس کے کہنے پر چلتا ہے مجھ کو نہایت افسوس ہے کہ میں نے گولڑی کو کیوں خط لکھا جس کے سبب سے سب میرے دشمن بن گئے۔ براہِ عنایت خاکسار کو معاف فرمادیں کیونکہ خالی میرا آنا مفت کا خرچ ہے اور کتابیں وہ نہیں دیتے۔

خاکسار

شہاب الدین از مقام بھیں تحصیل چکوال

دوسرے خط کی نقل۔

مکرمی و معظمی و مولائی جناب مولوی عبدالکریم صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اَمَّابَعد ! خاکسار خیریت سے ہے آپ کی خیریت مطلوب میں آنے سے کچھ انکار نہیں کرتا لیکن کتابیں نہیں دیتے جن پر نوٹ ہیں یعنی شمس بازغہ اور اعجاز المسیح ، اور سیف چشتیائی میں جتنی سخت زبانی ہے اکثر محمد حسن کی ہے اسی وجہ سے اس کی موت کا بُرا نمونہ ہوا کہ تین دن آواز کرتا رہا اور اس کے منہ سے کلمہ طیّبہ ہرگز جاری نہ ہوا جولوگ پاس تھے توبہ توبہ کرتے تھے قریبیوں کے سوا سب لوگ اس وقت اٹھائے گئے تھے گویا اُس کو سزا اس جگہ بھی مل گئی قیامت میں جو ہو سو ہوگا۔ اب میرے خط لکھنے سے گولڑی خود اقراری ہے۔ چنانچہ یہ کارڈ گولڑی کے ہاتھ کا خود لکھا ہوا ہے جو اس نے مولوی کرم دین صاحب کو لکھا ہے۔

غرض گولڑی نے محمد حسن کے والد کو خود تاکید کی ہے ان کو کتابیں مت دکھاؤ یعنی اس راقم خاکسار کو۔ گولڑی کارڈ میں لکھتا ہے کہ مولوی محمد حسن کی اجازت سے لکھا گیا ہے مگر یہ اعتراف راستبازی کے تقاضا سے نہیں بلکہ اس لئے کہ یہ بھید ہم پر کھل گیا۔ اس لئے ناچار شرمندہ ہو کر اقراری ہوا۔ دوسرے خط میں گولڑی کا کارڈ ہے جو اس نے اپنے ہاتھ سے لکھ کر روانہ کیا ہے کہ ملاحظہ ہو۔

خاکسار شہاب الدین از بھیں

مولوی کرم دین صاحب کے خط کی نقل

مکرمنا حضرت اقدس مرزا صاحب مَدَّ ظِلُّہُ الْعَالِیْ ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

میں ایک عرصہ سے آپ کی کتابیں دیکھا کرتا ہوں مجھے آپ کے کلام سے تعشق ہے۔ میں نے کئی دفعہ عالم رؤیا میں بھی آپ کی نسبت اچھے واقعات دیکھے ہیں۔ اکثر آپ کے مخالفین سے بھی جھگڑا کرتا ہوں۔ اگرچہ مجھے ابھی تک جناب سے سلسلہ پیری و مریدی نہیں ہے کیونکہ اس بارہ میں میرے خیال میں بہت احتیاط درکار ہے جب تک بالمشافہ اطمینان نہ کیا جاوے بیعت کرنا مناسب

نہیں ہوتا لیکن تاہم غائبانہ مجھے جناب سے محبت ہے میں نے چار پانچ یوم کا عرصہ ہوا ہے کہ جناب کو خواب میں دیکھا ہے آپ نے مجھے مبارکباد فرمائی ہے اور کچھ شرینی بھی عنایت کی ہے اور اس وقت میرے دل میں دو باتیں تھیں جن کو آپ نے بیان کر دیا ہے اور اسی خواب کے عالم میں مَیں یہ کہتا تھا کہ آپ کے کشف کا تو میں قائل ہو گیا ہوں وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔ بعض باتوں کی سمجھ بھی نہیں آتی ہے اس واسطے میرا خیال ابھی تک جناب کی نسبت ایک رُخہ نہیں ہے گو آپ کے صلاح وتورع کا میں قائل ہوں ۔ مَیں نے اگلے روز آپ کی کتاب سُرمہ چشم آریہ کے ابتدا میں چند اشعار فارسی اور چند اردو پڑھے ہیں اور وہ پڑھ کر مجھے رونا آتا تھا اور کہتا تھا کہ کذّابوں کے کلام میں کبھی بھی ایسا درد نہیں ہوتا۔

کل میرے عزیز دوست میاں شہاب الدین طالب علم کے ذریعہ سے مجھے ایک خط جناب مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف سے ملا جس میں پیر صاحب گولڑی کی سیف چشتیائی کی نسبت ذکر تھا۔ میاں شہاب الدین کو خاکسار نے ہی اس امر کی اطلاع دی تھی کہ پیر صاحب کی کتاب میں اکثر حصہ مولوی محمد حسن صاحب کے اُن نوٹوں کا ہے جو مرحوم نے کتاب اعجاز المسیح اور شمس بازغہ کے حواشی پر اپنے خیالات لکھے تھے ۔ وہ دونوں کتابیں پیر صاحب نے مجھ سے منگوائی تھیں اور اب واپس آ گئیں ہیں مقابلہ کرنے سے وہ نوٹ بِاَصْلِہٖ درج کتاب پائے گئے یہ ایک نہایت سارقانہ کارروائی ہے کہ ایک فوت شدہ شخص کے خیالات لکھ کر اپنی طرف منسوب کر لئے اور اس کا نام تک نہ لیا اور طُرفہ یہ کہ بعض وہ عیوب جو وہ آپ کے کلام کی نسبت پکڑتے ہیں پیر صاحب کی کتاب میں خود اس کی نظیریں موجود ہیں ۔ وہ دونوں کتابیں چونکہ مولوی محمد حسن صاحب کے باپ کی تحویل میں ہیں اس واسطے جناب کی خدمت میں وہ کتابیں بھیجنا مشکل ہے کیونکہ اُن کا خیال آپ کے خلاف میں ہے اور وہ کبھی اس امر کی اجازت نہیں دے سکتے ہاں یہ ہو سکے گا کہ ان نوٹوں کو بِجِنْسِہٖ نقل کر کے آپ کے پاس روانہ کیا جائے اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی خاص آدمی جناب کی جماعت کا خود دیکھ جائے لیکن

جلدی آنے پر دیکھا جائے گا۔ پیر صاحب کا ایک کارڈ جو مجھے پرسوں ہی پہنچا ہے بِـاَصْـلِهَـا جناب کے ملاحظہ کے لئے روانہ کیا جاتا ہے جس میں انہوں نے خود اس بات کا اعتراف کیا ہے کہ مولوی محمد حسن کے نوٹ انہوں نے چرا کر سیف چشتیائی کی رونق بڑھائی ہے؟ لیکن اِن سب باتوں کو میری طرف سے ظاہر فرمایا جانا خلاف مصلحت ہے۔ ہاں اگر میاں شہاب الدین کا نام ظاہر بھی کر دیا جائے تو کچھ مضائقہ نہ ہوگا کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ پیر صاحب کی جماعت مجھ پر سخت ناراض ہو آپ دعا فرمائیں کہ آپ کی نسبت میرا اعتقاد بالکل صاف ہو جائے اور مجھے سمجھ آجاوے کہ واقعی آپ ملہم اور مامور من اللہ ہیں۔

جناب مولوی عبدالکریم صاحب و مولانا نورالدین صاحب کی خدمت میں دست بستہ السلام علیکم عرض ہے۔ زیادہ لکھنے میں ضِیقِ وقت مانع ہے میاں شہاب الدین کی طرف سے بعد السلام علیکم مضمون واحد ہے۔ والسلام

خاکسار محمد کرم الدین عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال

مورخہ ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء

دوسرا خط مولوی کرم دین صاحب کا حکیم فضل الدین صاحب کے نام

مکرم معظم! بندہ جناب حکیم صاحب مَدَّ ظِلُّهُ الْعَالِیْ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۳۱ جولائی کو لڑکا گھر پہنچ گیا اُسی وقت کارِ معلومہ کی نسبت اس سے کوشش شروع کی گئی پہلے تو کتابیں دینے سے اس نے سخت انکار کر دیا اور کہا کہ کتابیں جعفر زٹلی کی ہیں اور وہ مولوی محمد حسن مرحوم کا خط شناخت کرتا ہے اور اس نے بتاکید مجھے کہا ہے کہ فوراً کتابیں لاہور زٹلی کے پاس پہنچا دوں لیکن بہت سی حکمت عملیوں اور طمع دینے کے بعد اس کو تسلیم کرایا گیا۔ مبلغ ۶ روپے معاوضہ پر آخر راضی ہو گیا اور کتاب اعجاز المسیح کے نوٹوں کی نقل دوسرے نسخہ پر کر کے اصل کتاب جس پر مولوی مرحوم کے اپنے

قلم کے نوٹ ہیں ہمدست حامل عریضہ ابلاغ خدمت ہے کتاب وصول کر کے اس کی رسید حامل عریضہ کو مرحمت فرمادیں اور نیز اگر موجود ہوں تو ۶ روپے بھی حامل کو دے دیجیے گا تا کہ لڑکے کو دے دیئے جاویں اور تا کہ دوسری کتاب شمس بازغہ کے حاصل کرنے میں دقت نہ ہو کتاب شمس بازغہ کا جس وقت بے جلد نسخہ آپ روانہ فرمادیں گے فوراً اصل نسخہ جس پر نوٹ ہیں اسی طرح روانہ خدمت ہوگا۔ آپ بالکل تسلی فرماویں۔ انشاء اللہ العزیز ہرگز وعدہ خلافی نہ ہوگی۔ اس لڑکے نے کہا ہے کہ اور بھی مولوی مرحوم کے ہاتھ کے لکھے ہوئے کئی ایک نوٹ ہیں جو تلاش پر مل سکتے ہیں۔ جس وقت ہاتھ لگے تو ان کا معاوضہ علیحدہ مقرر کر کے نوٹ قلمی فیضی کے بشرط ضرورت لے کر ارسال خدمت ہوں گے آپ شمس بازغہ بہت جلدی منگا کر روانہ فرمادیں کیوں کہ لڑکا صرف ایک ماہ کی رخصت پر گھر میں آیا ہے۔ اس عرصہ کے انقضاء پر اس نے کتاب لاہور لے جانی ہے اور پھر کتاب کا ملنا دشوار و متعذر ہو جاوے گا۔ چکوال سے تلاش کریں شاید کوئی نسخہ مل جاوے تو حامل عریضہ کے ہاتھ روانہ فرمادیں اور اپنا آدمی بھی ساتھ بھیج دیں تا کہ کتاب لے جاوے، امید ہے کہ میری یہ ناچیز خدمت حضرت مرزا صاحب اور آپ کی جماعت قبول فرما کر میرے لئے دعائے خیر فرماویں گے لیکن میری التماس ہے کہ میرا نام بالفعل ہرگز ظاہر نہ کیا جاوے تا کہ پھر مجھ سے ایسی مدد مل سکے۔ مولوی شہاب الدین کی جانب سے السلام علیکم۔ والسلام

خاکسار محمد کرم دین صاحب عفی عنہ از بھیں تحصیل چکوال

پیر مہر علی شاہ کے کارڈ کی نقل جس میں وہ اقرار کرتا ہے
کہ کتاب سیف چشتیائی محمد حسن کا مضمون ہے

محبّی و مُخلصی مولوی کرم دین صاحب سلامت باشد و علیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اَمَّـــا بَـعْـد یک نسخہ بذریعہ ڈاک یا کسی آدم معتبر فرستادہ خواہد شد آپ کو واضح ہو کہ

اس کتاب (سیف چشتیائی) میں تردید متعلق تفسیر فاتحہ (یعنی **اعجاز المسیح**) جو فیضی صاحب مرحوم ومغفور کی ہے باجازت ان کے مندرج ہے۔ چنانچہ فِیمَا بَیْنَ تحریراً و نیز مشافۃً جہلم میں قرار پا چکا تھا بلکہ فیضی صاحب مرحوم کی درخواست پر میں نے تحریر جواب شمس بازغہ پر مضامین ضروریہ لاہور میں ان کے پاس بھیج دیئے تھے اور ان کو اجازت دی تھی کہ وہ اپنے نام پر طبع کرادیویں۔ افسوس کہ حیات نے وفا نہ کی اور نہ وہ میرے مضامین مرسلہ لاہور میں مجھے ملے آخر الامر مجھ کو ہی یہ کام کرنا پڑا۔ لہٰذا آپ سے ان کی کتابیں مستعملہ منگوا کر تفسیر کی تردید مندرجہ حسب اجازت سابقہ بتغیر ما کی گئی۔ آئندہ شاید آپ کو یا مولوی غلام محمد صاحب کو تکلیف اٹھانی پڑے گی۔ والسلام

ان خطوط اور آرٹیکل کا شایع ہونا تھا کہ ایک ہنگامہ برپا ہو گیا حضرت اقدس تو نزول المسیح میں اس واقعہ کو شائع کرنا چاہتے تھے۔ مگر میں نے بحیثیت ایک اخبار نویس اپنی ذاتی ذمہ داری پر شائع کر دینا ضروری سمجھا۔ کرم دین سے ان کے رشتہ داروں اور پیر صاحب اور ان کے مریدوں نے تندو تیز لہجہ میں استفسارات شروع کئے اور کچھ شک نہیں اُس پر یہ بڑا امتحان کا وقت تھا کہ وہ ساری مخالفت جو عزیزوں، رشتہ داروں اور گولڑوی اور اس کے مریدوں کی طرف سے ہونے والی تھی اس کے لئے روک بن گئی کہ وہ صداقت کا اظہار کرے۔ اور شہادت حقہ کو ادا کرے چنانچہ اس نے اپنی نجات ان خطوط سے انکار کرنے میں سمجھی اور عواقب الامور پر غور نہ کیا۔ تھوڑی دیر کے لئے وہ فتنہ جو اس کے خلاف گولڑوی جماعت کی طرف سے پیدا ہونے والا تھا رک گیا۔ مگر وہ ایک عذابِ الیم کا باعث ہو گیا۔

الحکم کے مندرجہ بالا مضمون کے جواب میں اس نے سراج الاخبار جہلم ۶؍اور ۱۳؍اکتوبر کی اشاعتوں میں طول طویل آرٹیکل لکھے اور ان میں عذر گناہ بدتر از گناہ کے مصداق یہ لکھا کہ (حضرت) مرزا کی ملہمت آزمانے کے لئے جھوٹے اور خلاف واقعہ خطوط لکھوائے تھے اور فیضی کے نوٹ ایک خام نویس لڑکے سے لکھوا کر اس کی طرف منسوب کرائے تھے اور ایک توہین آمیز قصیدہ بھی شائع کیا اور حضرت اقدس کو ایک دھمکی آمیز خط لکھا۔

اس دھمکی میں دراصل مقدمات کا الٹی میٹم تھا۔ جب حضرت اقدس نے ۷؍اکتوبر ۱۹۰۲ء کی شام کو فرمایا ''مولوی کرم دین صاحب بھیں نے سائیں مہر علی شاہ گولڑوی کے پردہ دری والے مضمون کو پڑھ کر اور سن کر ایک خط لکھا۔ جس میں انہوں نے دھمکی دی تھی کہ اب جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا میں کروں گا۔''

فرمایا۔ ''ان کو لکھ دو کہ تمہاری دھمکی تم پر ہی پڑے گی جو دوسرے مولویوں پر پڑی وہی تم پر پڑے گا۔ ہماری باتیں آسمانی ہیں ہم منصوبہ نہیں سوچتے۔ یہ نامردی ہے کہ تم نے نام تک نہیں لکھا۔''

حضرت اقدس کو اللہ تعالیٰ نے کوہِ وقار قلب دیا تھا۔ وہ گالیاں سنتے اور دعائیں کرتے آخر مولوی کرم دین نے پیر صاحب کی سازش سے بڑے مشوروں کے بعد'' **جہلم میں ازالہ حیثیت عرفی کا مقدمہ دائر کر دیا (زیر دفعہ ۵۰۰، ۵۰۱ تعزیرات ہند)**

یہ مقدمہ حضرت اقدس و راقم الحروف ایڈیٹر الحکم اور حضرت حکیم فضل الدین صاحبؓ کے خلاف دائر کیا گیا۔ رائے سنسکار چند ضلع ہوشیار پور کے رہنے والے پرانے زمانہ کی وضع کے نہایت شریف الطبع اور ذہین جج تھے۔ انہوں نے ۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء تاریخ مقرر کر دی۔

جہلم کا ایک مباحثہ

حضرت مولوی برہان الدین صاحب رضی اللہ عنہ جماعت اہل حدیث کے مشہور اور ممتاز عالم باعمل لیڈر تھے ابتداء میں سلسلہ کی کتب کو نہ دیکھنے کی وجہ سے وہ خاموش تھے یہاں تک کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی ان کے پاس جب فتویٰ کفر لے کر گئے اور اپنے مسلک کی بنا پر مرتبہ فتویٰ کفر پر ان کے دستخط چاہے تو حضرت مولوی صاحب نے رعایت تقویٰ کو مدِّ نظر رکھ کر ایک عبارت لکھ دی جس سے کفر کی تائید نہ ہوتی تھی۔ اس کے بعد انہوں نے خود تحقیقات کی تو آپ نے حضرت اقدس کی بیعت کر لی۔ اور فتویٰ کفر کے متعلق اعلان براءت کیا۔ اور کامل نیاز مندی اور اخلاص سے داخلِ سلسلہ ہو کر تبلیغ و اشاعت کے کام میں مصروف ہو گئے اور اللہ تعالیٰ نے انہیں عظیم الشان کامیابی

بخشی ان کے بیعت میں داخل ہونے کے بعد جہلم میں خصوصیت سے شور پڑ گیا اور وہاں ایک مباحثہ کی بنیاد پڑی۔

اس سے پیشتر حضرت مولوی برہان الدین صاحب سیالکوٹ تشریف لے گئے تھے اور مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی سلسلہ کے خلاف ایک اکھاڑہ مخالفت کا قائم کئے ہوئے تھے اور بڑے زور وشور سے تقریریں کرتے اور مباحثہ کے لئے للکارتے تھے لیکن جب حضرت مولوی صاحب کے ساتھ مناظرہ کی دعوت دی گئی تو انہوں نے یہ ایں عذر انکار کر دیا کہ ''**یہ میرے استاذ الاستاذ ہیں۔**'' مگر وہاں انکار کر کے جہلم آ کر ہنگامہ برپا کر دیا جماعت احمدیہ کی طرف سے ہر چیلنج کا جواب دیا گیا یہ مباحثہ ایک تاریخی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مولوی کرم دین ساکن بھیں کی مخالفت یا منافقت کا ظہور بھی اس مباحثہ سے ہوا۔ جو بالآخر مقدمات کے ایک لمبے سلسلہ کی صورت میں ظاہر ہوا۔ سراج الاخبار جہلم میں بھی اسی وقت سے شدید حملوں کا آغاز ہوا بالآخر اللہ تعالیٰ کی قبل از وقت دی ہوئی بشارتوں کے موافق ان مقدمات کا انجام حضرت اقدس کی فتح اور دشمن کی شکست پر ہوا۔ اس لئے میں اسے سلسلہ احمدیہ کی تاریخ کا ایک جزو یقین کرتے ہوئے یہاں درج کرتا ہوں۔

جہلم کے مباحثہ کے واقعات صحیحہ

اس مباحثہ کی بنا اس وقت سے پڑنی شروع ہوئی جب سے کہ میاں ابراہیم نے سیالکوٹ میں مولوی برہان الدین صاحب سے اس بہانہ سے بحث کرنے سے انکار کیا کہ وہ میرے استاذ الاستاذ ہیں اور پھر ان کے برخلاف جہلم میں جا کر اکھاڑا جمایا اور بہت سے لوگوں کو حضرت اقدس مسیح موعود کی جماعت کے برخلاف جہلم میں برافروختہ کر دیا اور کئی دن تک وعظ کے جلسے کرتے رہے اور عوام کالانعام کو جوش دلاتے رہے۔

ان دنوں جہلم کی جماعت کی طرف سے ایک خط قادیان میں حضرت اقدس کے پاس پہنچا کہ مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب کو مناظرہ کے لئے بھیجا جائے مگر مولوی صاحب موصوف چونکہ

قادیان کے ہائی اسکول میں عربی کے مدرس ہیں اس لئے بوجہ ملازمت آ نہ سکے اور حضرت اقدسؑ نے ان کو بھیجنا ضروری نہ سمجھا۔ موسم گرما کی تعطیلات کی تقریب پر مولوی صاحب موصوف اپنے تھیال میں جاتے ہوئے جو جہلم سے آٹھ دس کوس کے فاصلہ پر جانب شمال دریائے جہلم سے پار علاقہ ریاست جموں میں ہے جہلم میں آ گئے اور مسافرانہ طریق پر مولوی برہان الدین صاحب کے مکان پر اترے۔ جماعت احمدیہ کو اُن کے آنے کی خبر ملی اکثر احباب ملاقات کے لئے ان کے فرودگاہ پر پہنچے۔ مولوی صاحب موصوف سے ملاقات کی اور آپ کی تشریف آوری کی خوشی ظاہر کی اور آپ سے استدعا کی کہ ایک دو روز جہلم میں ٹھہر کر اپنے وعظ وکلام سے احباب کو مستفید فرماویں۔ مولوی صاحب موصوف نے دو ایک روز کا رہنا بطیب خاطر قبول کیا اور ۲۴ راگست کو بوقت عشاء قاری صاحب کی مسجد میں وعظ فرمایا۔ جماعت احمدیہ کے تمام ممبر اور اکثر دوسرے فرقے کے مسلمان بھی آپ کے وعظ میں جمع ہوئے آپ کا بیان علم قرآن اور اس کے حصول کے ذرائع کے متعلق تھا۔ قرآن کریم سے نہایت لطافت بیانی کے ساتھ یہ ثابت کیا کہ علم قرآن سوائے مطہر اور مزکی نفوس کے دوسرے لوگوں کو حاصل نہیں ہوسکتا اور علم قرآن کے حصول کے ذرائع میں سے بڑا ذریعہ تقویٰ وطہارت یعنی تزکیہ نفس اور تطہیر قلب اور اہل اللہ کی صحبت ہے اور یہ باتیں اس زمانہ میں سوائے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صحبت پاک کے حاصل نہیں ہوسکتیں۔ علاوہ ازیں دیگر ضروری مسائل پر بھی اپنے وعظ میں بحث کی جس سے حاضرین نہایت محظوظ اور مطمئن ہوئے۔ اختتام وعظ پر ایک صاحب صوفیانہ صورت بنائے ہوئے محمد الدین نامی اٹھ کھڑے ہوئے اور انہوں نے یہ درخواست کی کہ ہمارے نزدیک آپ کی جماعت کے برخلاف مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی قرآن کو بہت اچھا سمجھنے والے ہیں اور ہمارا اس پر کلی یقین ہے کہ وہ بہت بڑے عالم اور بہمہ صفت موصوف ہیں۔ اس لئے یہ استدعا ہے کہ آپ حضرت مسیح کی وفات وحیات کے مسئلہ میں ان سے مباحثہ کریں اور اس مسئلہ کو طے کریں۔ ہم لوگ سبک نہیں ہیں اور ہمارا مدعا صرف تحقیق حق ہے اگر آپ کے پاس حق ہے تو ہمیں قبول کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔ مولوی صاحب نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم لوگوں

کو اپنے امام کی طرف سے بحث مباحثہ کی اجازت نہیں اور نہ موجودہ زمانہ کے بحث مباحثہ کا کوئی اچھا نتیجہ نکلتا ہے صرف مرغبازی یا بٹیر بازی اور تُو تُو اور مَیں مَیں ہوتی ہے۔اس لئے اس طریق مباحثہ کو مَیں پسند نہیں کرتا اس پر صوفی صاحب مذکور نے فرمایا کہ نہیں یہ ہمارا بھی منشاء نہیں کہ ایسا ہو اور ایک تماشا گاہ قائم کی جاوے بلکہ امن اور عافیت اور صلح کاری اور اچھے لوگوں کی ذمہ داری سے یہ معاملہ طے کیا جائے گا۔اس پر مولوی صاحب نے باتفاق رائے احباب اس امر کو قبول کیا اور صوفی صاحب مذکور کو اجازت دی کہ وہ مولوی ابراہیم صاحب کو بلالیں۔صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ایسا نہ ہو کہ آپ ان کے آنے سے پہلے ہی تشریف لے جاویں مولوی صاحب نے بحلف اس عہد کو مستحکم کیا کہ میں انشاء اللہ العزیز آپ کے مولوی صاحب کے آنے سے پہلے جہلم سے باہر ہرگز نہ جاؤں گا مگر شرط یہ ہے کہ آئندہ جمعہ تک انتظار کیا جائے گا۔اگر اس عرصہ میں وہ نہ آئے تو پھر میرا حق ہوگا کہ میں چلا جاؤں کیونکہ میں مسافرانہ طریق سے آیا ہوں زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔پس صوفی صاحب نے یہ سن کر کہا کہ ہم مولوی محمد ابراہیم صاحب کو ابھی تار دیتے ہیں وہ انشاء اللہ فوراً چلے آویں گے۔اس کے بعد جلسہ وعظ برخاست ہوا اور لوگ اپنے اپنے گھر چلے گئے۔صبح کے وقت مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب اسی مسجد میں تشریف لائے اور صبح کی نماز ادا کرنے کے بعد اسی مسجد میں بیٹھے رہے اور اکثر احباب جمع ہو گئے مختلف مسائل پر بطور خود گفتگو ہوتی رہی۔جب قریباً ۸ بجے تو مستری عبدالکریم صاحب تشریف لائے اور اکثر تماشائی لوگ بھی جمع ہو گئے۔مستری صاحب موصوف نے مولوی صاحب سے حضرت مسیحؑ کی حیات و وفات کے متعلق کچھ گفتگو شروع کی اور پُر جوش الفاظ میں بولنے لگے اور ساتھ ہی یہ عذر بھی کیا کہ میں ایسا ہی بولا کرتا ہوں آپ مجھے معذور رکھیں گے۔مولوی صاحب نے بڑی حسن اخلاقی اور دل جوئی سے مستری صاحب کو بولنے کی اجازت دی اور کہا کہ آپ جس طرح پر چاہیں گفتگو کریں میں بُرا نہ مانوں گا۔اس پر مستری صاحب نے اپنی لیاقت کے مطابق آزادی سے کلام کرتے رہے اور مولوی صاحب بڑی متانت اور حلم سے جواب دیتے رہے۔اتنے میں مولوی کرم دین صاحب ساکن موضع بھیں تحصیل چکوال ضلع جہلم اور آپ کے ہمراہ

میاں ملک صاحب بھی تشریف لائے اور ایک طرف آ کر بیٹھ گئے۔ مستری صاحب سوال پر سوال کرتے جاتے اور جواب باصواب پاتے جاتے تھے جب مستری صاحب نے عربیّت کے کسی مسئلے میں غلطی کھائی تو مولوی صاحب نے فرمایا کہ آپ عربی زبان نہیں جانتے اور نہ اس کے قواعد سے آپ واقفیت رکھتے ہیں اس لئے بہتر ہوگا کہ آپ اپنے کسی مولوی صاحب کو بطور وکیل پیش کریں تب انہوں نے مولوی کرم دین صاحب کو اس مسئلہ کے تصفیہ کے لئے پیش کیا۔ مولوی کرم دین صاحب نے قبل اس کے کہ گفتگو کریں یہ بات پیش کی کہ میں کسی خاص گروہ کا آدمی نہیں، مَیں حضرت میرزا صاحب سے حسن ظنی رکھتا ہوں اور دوسرے فریق سے بھی ابھی تک مجھے تعلق ہے اور میں نے کسی جانب ابھی تک فیصلہ نہیں کیا۔ مولوی کرم الدین کی اس دورنگی گفتگو سے حاضرین کو ایک عجیب حیرت حاصل ہوئی اور جماعت احمدیہ کو تو ان کی نسبت اسی وقت سے سُوءِ ظنّی پیدا ہوگئی کہ یہ شخص لَا اِلٰی ھٰٓؤُ لَآءِ وَلَا اِلٰی ھٰٓؤُ لَآءِ کا مصداق ہے اس کی گفتگو سے کوئی نیک نتیجہ پیدا ہونے کی امید نہیں ہوسکتی۔ الغرض مولوی کرم الدین صاحب موصوف نے مستری صاحب کی وکالت اختیار کر کے مولوی ابو یوسف صاحب سے گفتگو شروع کی اور اپنے استدلالی طریق میں ایسا الٹا مسلک اختیار کیا کہ بات بات میں ملزم ہونے لگے اور قرآن کریم سے دو ایک ایسے استدلال پیش کئے کہ جن سے حاضرین کو علم ہوگیا کہ مولوی کرم الدین صاحب قرآن کریم میں قطعاً دسترس نہیں رکھتے اور علم قرآن سے بالکل بے بہرہ ہیں۔

آخر کار ایک ایسی غلط رائے پر اڑے کہ مستری صاحب نے سیٹھ احمد دین کے کان میں وہیں اس مجلس میں بیٹھے ہوئے کہہ دیا کہ مولوی کرم دین صاحب سخت غلطی پر ہیں اور نہایت غلط راہ چل رہے ہیں۔ آخر مولوی ابو یوسف صاحب نے مولوی کرم دین صاحب کو ایسا ساکت اور لاجواب کیا کہ مولوی صاحب کا رنگ فق ہوگیا اور تیور بدل گئے اور آپ کی طبیعت میں ایک غیر طبعی جوش پیدا ہو گیا اور کچھ نفسانیت کا رنگ آ گیا۔ مگر مارے شرم کے کچھ بول نہ سکتے تھے اور خجالت سے عرق عرق ہو گئے۔ اس وقت گیارہ بج چکے تھے مولوی ابو یوسف صاحب کو کھانا کھانے کے لئے پیغام آیا اور جلسہ

برخاست ہوا لیکن فریق ثانی کی طرف سے مولوی کرم دین صاحب کو زک اٹھانے پر بے طرح جوش دیکھا جاتا تھا اور اسی اثنا میں یہ بھی مشہور ہو گیا تھا کہ مولوی ابراہیم صاحب بذریعہ تار بلا لئے گئے تھے مگر انہوں نے آنے سے انکار کر دیا ہے آخر مجبوراً اسی روز فریق ثانی نے صوفی صاحب کو ایک بجے کی ٹرین پر مولوی ابراہیم صاحب کو ہمراہ لانے کے لئے سیالکوٹ روانہ کیا اور ادھر مولوی کرم دین صاحب نے بخلاف اپنے اس اظہار حسن ظنی کے جو حضرت اقدس مرزا صاحب کی نسبت انہوں نے گفتگو سے پہلے عام جلسے میں کیا تھا بالاعلان حضرت اقدس اور آپ کی جماعت کو بُرا بھلا کہنا شروع کر دیا اور عوام کو خوب بھڑکایا اور ہنگامہ گرم کیا۔ ادھر مولوی ابو یوسف صاحب کو کھانا کھانے کے بعد پیش از نماز ظہر نہایت شدت کے ساتھ تپ ہو گیا (اور یہ ۲۵ راگست کا دن تھا) تمام شب تپ رہا۔ صبح کو تپ اترا اور نماز صبح میں شامل ہوئے (یعنی ۲۶ راگست کی صبح کو تپ اتر گیا) اس وقت شیخ محی الدین صاحب اپیل نویس آئے اور انہوں نے بیان کیا کہ مولوی کرم دین کل مجھے کچہری میں ملے تھے اور فرماتے تھے کہ مجھے تو مرزا صاحب سے بہت کچھ حسن ظنی ہے اور میں وفات مسیح کا بھی قائل ہوں اور یہ بھی کہتے تھے کہ میں مولوی محمد مبارک علی صاحب سے بھی ملنا چاہتا ہوں۔ مگر آج رات میں انہوں نے وعظ میں حضرت مرزا صاحب کے برخلاف بہت کچھ بیان کیا ہے۔ اتنے میں کچھ اور احباب بھی آ گئے اور وہ صوفی صاحب بھی آ پہنچے جو مولوی ابراہیم صاحب کو لانے کے لئے گئے تھے اور چند آدمی ان کے ہمراہ اور بھی تھے اور یہ سب لوگ آ کر مولوی ابو یوسف صاحب کے پاس بیٹھ گئے تب باستدعا حضرت مولوی برہان الدین صاحب میاں نظام الدین صاحب احمدی نے حضرت اقدس مرزا صاحب کی نظم درثمین سے ایک نعتیہ قصیدہ پڑھنا شروع کیا اور ان کے بعد خود مولوی ابو یوسف صاحب نے بھی درثمین میں سے ایک نظم پڑھی اس کے ختم ہونے پر صوفی صاحب نے فرمایا کہ مولوی ابراہیم صاحب تشریف لے آئے ہیں آپ لوگ جلسہ مباحثہ کے لئے مکان تجویز کریں اور وقت مقرر کریں اور اپنی جماعت کے حفظ امن کے ذمہ دار بھی ہوں۔ اُدھر سے عرض کیا گیا کہ ہم لوگ تھوڑے ہیں اور آپ کثرت سے ہیں اور آپ کے شہر میں رسوخ بھی بہت ہیں اور حکّام تک راہ و رسم بھی ہے۔ اس لئے

ان سب امور کا انتظام آپ کے ذمہ ہے ہم اس میں سے کوئی بات بھی اپنے ذمہ نہیں لے سکتے بلکہ اپنی جماعت کا بھی ذمہ نہیں اٹھا سکتے۔ آپ لوگوں کو اختیار ہوگا اگر ہماری جماعت میں سے کوئی شخص بے اعتدالی کرے تو آپ اس کو جلسہ مباحثہ میں سے باہر نکال دیں۔ خیر اس پر بہت کچھ حَیص بَیص اور حجت ہوتی رہی اور فریق ثانی حفظ امن کا ذمہ دار نہ ہوا۔ آخر دونوں طرف کے لوگ شہر کے ایک معزز رئیس مہر بہاول بخش ذیلدار کے پاس گئے انہوں نے اس بات کا ذمہ اٹھا لیا کہ حفظ امن کا انتظام کر دیں گے بلکہ تحصیلدار صاحب اور تھانہ دار صاحب کو بھی عین جلسہ مباحثہ میں لے آویں گے تب ذیلدار صاحب موصوف حسب قرار داد خود تحصیلدار صاحب کے پاس گئے اور حفظ امن اور مکان جلسہ کا کل فیصلہ کر کے آ گئے اور فریقین کے معتبر اشخاص کو علیحدہ علیحدہ مطلع کر دیا کہ عیدگاہ شہر میں ٹھیک 4 بجے سب کو جمع ہونا چاہیے اور دونوں فریق کے علماء اپنے اپنے ساز و سامان سے تیار ہوویں۔ عندالطلب بلا عذر و حیلہ موقع پر حاضر ہو جاویں۔ پس بموجب ارشاد ذیلدار صاحب دونوں فریق تیار ہو گئے اور ٹھیک ۴ بجے بابو غلام حیدر صاحب تحصیلدار و میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر مکان مباحثہ پر تشریف لے آئے۔ اور فریقین کو طلب کیا فریقین کے علماء آ پہنچے اور باہم آمنے سامنے بیٹھ گئے اور باقی مخلوقات میدان عیدگاہ میں مولوی صاحبان کے اردگرد بیٹھ گئی۔ تحصیلدار صاحب نے اعلان فرمایا کہ کسی شخص کو سوائے مناظرین کے بولنے کی اجازت نہیں اور نہ اشارہ اور کنایہ سے کوئی شخص کسی جانب سے کسی قسم کی شرارت کرے جو شخص ایسا کرے گا اس سے قانونی سلوک کیا جاوے گا اور چاروں طرف پولیس کے سپاہی متعیّن کئے گئے۔ تب باجازت تحصیلدار صاحب مولوی ابو یوسف محمد مبارک علی صاحب اٹھے۔ انہوں نے مولوی محمد ابراہیم صاحب کو مخاطب کر کے عربی زبان میں بصورت سوال ایک مختصر سی عبارت پڑھی جو اسی وقت لکھی گئی تھی اس کا ماحصل یہ تھا کہ آپ حضرت مسیحؑ کی حیات جسمانی اور آسمان پر بجسد عنصری مرفوع ہونے کے قائل ہیں اور اس باب میں ہم سے آپ تنازعہ کرتے ہیں اور یہ امر ہمارے نزدیک خدا تعالیٰ کی سنت مستمرہ کے برخلاف اور محالات عادیہ میں سے ہے اس لئے آپ ایک امر محدث اور منکر کے دعویدار ہیں نا کہ ہم لہٰذا آپ پر واجب ہے کہ

آپ نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے اپنے مدعا کو ثابت کریں اور اس سوال کا جواب بھی عربی زبان میں دیں اور حاضرین کو ترجمہ کر کے سنا دیں۔ جیسا کہ میں نے سنا دیا ہے۔ اس کے بعد مولوی ابو یوسف صاحب بیٹھ گئے اور مولوی ابراہیم صاحب نے نقل پرچہ سوال طلب کیا اس پر مولوی کرم دین صاحب اٹھ کھڑے ہوئے اور چند ژولیدہ لفظ عربی زبان میں ایک پرچہ پر لکھ کر آپ نے پڑھے جن کا یہ مطلب تھا کہ اہل جلسہ عربی دان نہیں ہیں اس لئے عربی زبان میں تکلّم فائدہ مند نہیں اور اس کے بعد یہ اعتراض بھی پیش کیا کہ آپ نے باب قَالَ یَقُوْلُ کے بعد بجائے اِنْ مذکورہ کے اِنْ مفتوحہ پڑھا ہے اور یہ از روئے قاعدہ نحو غلط ہے۔ اس پر مولوی ابو یوسف صاحب نے جواب دیا کہ اس مجلس میں بہت سے عربی دان موجود ہیں کسی اور نے بھی میری لغزش سنی ہے یا صرف آپ ہی نے۔ اس کا اہل جلسہ میں سے سب نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نے یہ غلطی نہیں سنی حتیٰ کہ مولوی ابراہیم صاحب نے نکتہ چیں صاحب کی تائید نہ کی اور ان کی اس حرکت کو ناپسند کیا پھر مولوی ابو یوسف صاحب نے فرمایا کہ آپ ہمارے مخاطب نہیں۔ آپ نے یہ دخل در معقولات کیا ہے آپ بولنے کے قطعاً مجاز نہیں۔ ہاں اگر مولوی ابراہیم صاحب کی اعانت کرنا چاہتے ہیں تو صرف ان سے آہستگی کے ساتھ کلام کریں۔ تب میر مجلس صاحب کی رائے سے یہ بات قرار پائی کہ سوائے مولوی ابراہیم صاحب کے اور دوسری جانب سوائے مولوی ابو یوسف صاحب کے دوسرے شخص کو بولنے کی اجازت نہیں اور باتفاق رائے یہ بھی قرار پایا کہ مضمون مباحثہ اردو زبان میں ہی لکھا جاوے تا کہ عام لوگ فائدہ اٹھائیں اور مولوی کرم الدین صاحب خاموش ہوئے۔ اور مولوی ابراہیم صاحب جواب دینے کے لئے اٹھے اور کتاب کی صورت میں ایک بڑی لمبی لکھی ہوئی تحریر پڑھنی شروع کی اس پر مولوی ابو یوسف صاحب نے کہا کہ ہم اس کو کہاں تک لکھتے جائیں گے۔ انہوں نے تو بجائے تقریر کے ایک کتاب پڑھنی شروع کر دی ہے۔ تب بحکم میر مجلس صاحب مولوی ابراہیم صاحب نے وعدہ کیا کہ میں جو کچھ سناؤں گا جواب کے لئے اس کی حرف بحرف نقل دیدوں گا۔ اور کل ۱۰ بجے سے پہلے پہلے نقل مولوی ابو یوسف صاحب کے پاس پہنچ جاوے گی اور یہ بھی کہا کہ مجھے اپنی تقریر کے لئے کم سے کم

چھ گھنٹے ملنے چاہییں ۔تب میر مجلس صاحب نے فرمایا کہ شام تک جو قریباً ۳،۴ گھنٹے ہوتے ہیں آپ تقریر کر سکتے ہیں تب آپ نے اپنا وہ سارا اندوختہ اور آموختہ جو آپ کی کئی سال کی جانفشانی کا نتیجہ تھا جستہ جستہ مقامات سے پڑھ کر سنا دیا اور بجائے چھ گھنٹے کے ایک ہی گھنٹہ مین ختم کر دیا۔آپ کے سارے مضمون کا لُبِّ لُباب یہ تھا کہ سنت اللہ کا لفظ قرآن کریم میں صرف عذاب پر بولا گیا ہے اور انہیں معنے میں مقید ہے انسان جب ایک وزنی پتھر اٹھا کر اوپر پھینکتا ہے اور وہ اوپر چلا جاتا ہے تو کیا خدا تعالیٰ مسیح کو آسمان پر نہیں لے جا سکتا پرندے جو ہوا میں اڑتے ہیں تو کیا مسیح اوپر نہیں چڑھ سکتا۔مسیح کی حیات جسمانی کا ثبوت وجدانی ہے بیان میں نہیں آسکتا۔ تَـوَ فِّـی کے معنے پورا بھر لینا ہے یعنی معہ جسم کے اُٹھا لینا اس پر بعض تفاسیر کے متناقض اقوال کو بطور ثبوت اور شہادت کے پیش کیا اور بعض تراجم اردو کا بھی حوالہ دیا۔مسیح کو آیت اللہ قرار دے کر اور مُتـکـلّـم فِي الْمَهد مان کر اس کے خواص کو اور نبیوں سے الگ پانا اور اس وجہ سے اس کو انسانی ضوابط اور خواص سے مستثنٰی قرار دیا۔ آپ کی تقریر اوّل سے آخر تک مختلط الترتیب اور آپ کے الفاظ سلاست سے خالی اور بالکل بے جوڑ تھے اور آپ کے استدلالات ایسے کمزور اور غریبہ تھے جن میں آپ دیگر مفسرین سے متفرد پائے جاتے تھے۔اور آپ کا طرز بیان نہایت کرخت اور آواز تھرائی ہوئی تھی اور آپ کو بُحَّةُ الْصَوت کی بیماری ہے۔ بااین ہمہ ایک گھبراہٹ دامن گیر تھی جس نے آپ کو حواس باختہ بنایا ہوا تھا۔غرض جوں توں کر کے آپ کا مضمون ختم ہوا تو میر مجلس نے فرمایا کہ ابھی آپ کا بہت سا وقت باقی ہے کچھ تو اور کہیے مگر آپ نے فرمایا کہ میں نے جو کچھ کہنا تھا کہہ چکا تب میر مجلس صاحب نے مولوی ابو یوسف صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ کیا آپ اس تقریر کا آج اور اسی وقت ہی جواب دینا چاہتے ہیں؟ کیوں کہ ابھی آپ کے لئے کافی وقت ہے۔مولوی ابو یوسف صاحب نے کہا کہ میں تحریر کا تحریر سے ہی جواب دینا چاہتا ہوں۔میرے پاس اس وقت کوئی لکھی ہوئی کتاب موجود نہیں جس کو میں سنادوں اور اس طرح پر میری تقریر بھی محفوظ نہیں رہ سکتی مجھے مولوی ابراہیم صاحب کے مضمون کی کاپی مل جاوے تو میں انشاء اللہ تعالیٰ کل جواب دوں گا۔

اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا یہ ۲۶؍اگست کا دن تھا۔

اب صبح ۲۷؍اگست ۱۹۰۲ء کو مولوی ابو یوسف صاحب نے ۶ بجے صبح ہی سے اپنا جواب لکھنا شروع کر دیا اور اپنی یادداشت اور نوٹوں کی بناء پر بارہ بجے تک جواب لکھ کر تیار کر لیا جب مضمون پورا ہو چکا تو مولوی ابراہیم صاحب کا بھی پرچہ پہنچا اور ساتھ ہی مولوی ابو یوسف صاحب کے عربی پرچہ کا مطالبہ تھا۔ مولوی ابو یوسف نے اپنا عربی پرچہ اس شخص کے ہاتھ بھیج دیا جو مولوی ابراہیم صاحب کا پرچہ لایا تھا مگر اُدھر سے بھی مولوی کرم دین صاحب کے عربی پرچہ کا بالمقابل مطالبہ کیا گیا۔ لیکن انہوں نے اپنا عربی پرچہ دینے سے انکار کیا اور شدّتِ تقاضا پر بھی نہ بھیجا اس سے مولوی کرم دین صاحب کی عربی دانی کا ایک منصف طبع انسان کو پتہ لگ سکتا ہے کہ مولوی کرم دین صاحب کو اپنی عربی کی صحت کی نسبت کچھ تو دھڑ کا تھا کہ بار بار مطالبہ پر بھی پرچہ نہ دیا اور خلافِ معاہدہ کیا کیوں کہ بالمقابل تحریروں کے دینے کا معاہدہ ہو چکا تھا۔

مولوی ابو یوسف صاحب کو اپنا جواب مکمل کرنے کے بعد یہ خیال پیدا ہوا کہ مولوی ابراہیم صاحب کے پرچے کو اوّل سے آخر تک پڑھ لینا چاہیے جب مضمون مرسلہ مولوی ابراہیم صاحب حرف بحرف پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ اس میں اکثر حصہ ان مضامین کا نہیں جو آپ نے اپنی تقریر میں بیان کئے تھے اور نہ وہ نوٹ درج ہیں جو ان کی تقریر سے لئے گئے تھے۔ اور وہ نوٹ اور مضامین جو مضمون سے عمداً خارج کئے گئے ایسے اہم اور ضروری تھے جس سے مولوی ابراہیم صاحب کی ساری قلعی کھل جاتی تھی اور آپ کے علم کی پوری پردہ دری ہوتی تھی اور اس مضمون کے پڑھنے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کچھ زائد مضامین اور سوال بھی اس پرچہ میں درج کئے گئے ہیں تب فوراً تحصیلدار صاحب کی طرف ایک خط لکھا گیا اور مولوی صاحب کی دیانت داری کا سارا حال منکشف کیا گیا لیکن تحصیلدار صاحب کی طرف سے اس خط کا کوئی تسلی بخش جواب نہ آیا۔

اس کے بعد مولوی ابو یوسف صاحب کو تپ کے آثار شروع ہو گئے اور ظہر کی نماز سے پہلے تپ کی شدت ہو گئی اور بکثرت استفراغ ہونے شروع ہو گئے اور تپ کا اس قدر زور ہوا کہ

ٹمپریچر (۱۰۷) درجہ پر ہو گیا اور ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب آپ کی تیمارداری کرنے لگے ڈاکٹر صاحب موصوف بڑی خوبی اور جانفشانی سے خدا تعالیٰ اُن کو جزائے خیر دے علاج کرتے رہے اور دم بدم بخار کا اندازہ لیتے رہے یہاں تک کہ کثرت پسینہ کے سبب بخار دھیما ہو کر ۱۰۲ درجہ پر پہنچا اس وقت ڈاکٹر صاحب موصوف نے ۱۶ گرین کونین اور فناسٹین کا مکسچر بنا کر مولوی صاحب کو پلایا ۶ بجے بخار اس قدر ہلکا ہو گیا کہ مولوی صاحب نے چارپائی پر بیٹھ کر ظہر اور عصر کی نماز جمع کر کے گزاری یہ ۲۷ /اگست کا دن تھا اور وہی دن تھا جس میں مولوی ابو یوسف صاحب نے جواب سنانا تھا۔ اُدھر عیدگاہ میں چار بجے سے پہلے ہی ایک طوفان عظیم برپا ہوا تھا۔ قاصد پر قاصد اور بلاوے پر بلاوا آتا تھا اور مولوی برہان الدین صاحب نے کہا کہ پہلے مولوی صاحبان سے کمی بیشی مضمون کی نسبت فیصلہ کر لینا چاہیے اور ہماری جماعت کے لوگ مولوی صاحبان کی اس حرکت بے جا کا عام طور پر اعلان کر دیں۔ شاید اگر اس امر کے فیصلہ تک مولوی ابو یوسف صاحب کو کچھ صحت ہو جائے تو وہ خود جا کر مضمون سناویں گے ورنہ کسی اور شخص کو سنانے کے لئے کھڑا کر دیا جائے گا۔ مگر پہلے اس خیانت کا تصفیہ ہونا چاہیے اور تحصیلدار صاحب کو بھی دوبارہ اس پر مطلع کیا گیا۔ تحصیلدار صاحب نے مولوی ابراہیم صاحب سے ان کی اس تبدیل و تحریف کے بارے میں باز پُرس کی تو آپ نے **طَوْعًا وَ كَرْهًا** مان لیا کہ ہاں ضرور کچھ مضمون جلدی کے سبب درج نہ ہو سکا۔ تب تحصیلدار صاحب نے آپ کو بہت کچھ نادم کیا اور آپ کی اس حرکت ناشائستہ پر آپ کو ملزم ٹھہرایا مگر عوام تک ابھی یہ بات نہیں پہنچی تھی اس لئے جماعت احمدیہ کے چند تعلیم یافتہ لوگوں کو جلسہ میں بھیجا گیا اور مولوی ابراہیم صاحب سے عام لوگوں میں سے کچھ ردّ و بدل کے بعد تسلیم کرایا گیا کہ آپ نے کل کے سنائے ہوئے مضمون میں سے اس قدر مضامین خیانت کے طور چھپا لئے ہیں اور ان تمام نوٹوں پر جو آپ کی تقریر سے لئے گئے تھے اور آپ کے مرسلہ مضمون سے خارج تھے تحصیلدار صاحب کی فہمائش سے اور عام لوگوں کے سامنے تسلیمی صاد کرائے گئے اور اعلان کیا گیا کہ یہ آپ کی خیانت ہے تب تو مولوی ابراہیم صاحب کو مارے خجالت کے موت کا سامنا ہو گیا اس قدر آپ عرقِ شرم میں ڈوبے کہ پانی پانی ہو گئے مگر اس

خجالت کا آپ پر فوری ایک اثر تھا بعد میں پھر آپ نے اپنا سر جھاڑ کر صافہ باندھ لیا اور اس خیانت کے اظہار کی یہ بھی وجہ تھی کہ اس چھپائے ہوئے مضمون کا جواب مولوی ابو یوسف صاحب لکھ چکے تھے۔ پس اس کا اظہار اگر اس وقت نہ کیا جاتا تو مولوی ابراہیم صاحب کو اس عذر کی گنجائش ہو جاتی کہ یہ میری باتوں کا جواب نہیں ہے اور نہ یہ باتیں میرے اس تحریری مضمون میں درج ہیں مگر اس کارروائی کے اثناء میں مولوی ابو یوسف صاحب کی طبیعت ابھی تک نڈھال تھی اور بخار میں کوئی بھی خفت پیدا نہ ہوئی تھی اس لئے پہلے مہر بہاول بخش صاحب ذیلدار کو مولوی صاحب کا معائنہ کرایا گیا تب انہوں نے تحصیلدار صاحب کی خدمت میں عرض کیا کہ مولوی ابو یوسف صاحب بعارضہ تپ شدید بیمار ہیں اور مضمون سنانے کے لئے آ نہیں سکتے لیکن مضمون تیار ہے اس پر تحصیلدار صاحب نے میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر اور چوہدری غلام قادر صاحب سب رجسٹرار اور راجہ خان بہادر خاں صاحب کو مولوی ابو یوسف صاحب کی بیماری کی تصدیق کے لئے بھیجا اوّل الذکر صاحب نے تو مولوی صاحب کی حالت دیکھ کر نہایت ہمدردی ظاہر کی اور کہا کہ واقعی اس وقت مولوی صاحب کی حالت شدت تپ کی وجہ سے دِگر گُوں ہے اور ضعف اور ناتوانی حد سے زائد ہے مگر آخر الذکر ہر دو صاحبان نے بہت تیز زبانی کی اور راجہ خان بہادر خاں صاحب نے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر کہا کہ آپ کو اور بیماری تو کوئی نہیں آپ صرف جواب نہیں دے سکتے اس لئے بیمار بن بیٹھے اس وقت مولوی صاحب کے تمام کپڑے پسینہ میں تر تھے اور لحاف کے سہارے سے چارپائی پر بیٹھے ہوئے تھے راجہ خان بہادر خاں صاحب کی بات کا آپ نے صرف اس قدر جواب دیا کہ میں آپ کی زبان کو نہیں تھام سکتا۔ اور میرا حال میرا خدا ہی جانتا ہے تب راجہ صاحب نے کہا کہ ایک معمولی تپ ہے اس میں آپ اس قدر نڈھال کیوں ہو گئے ہیں چل کر مضمون سنا دیجئے اس کے جواب میں شیخ معراج الدین صاحب نے راجہ صاحب موصوف کو یہ کہا کہ آپ تھوڑی دیر گھوڑے پر چڑھنے سے دو دو گھنٹہ تک اپنے نوکروں سے دبواتے اور چاپی کرایا کرتے ہیں یہ تو تپ شدید ہے اس کی کیفیت اسے ہی معلوم ہوتی ہے جسے چڑھتا ہے اس پر چودھری غلام نبی صاحب نے کہا کہ مولوی صاحب کو

اس وقت بخار نہیں آپ کا بدن سرد ہے اور پسینہ آیا ہوا ہے میں ڈاکٹر صاحب کو لاتا ہوں اور فیس بھی دوں گا۔ اگر مولوی صاحب کو بخار بھی ہوا تو (۱۰۰) روپے حرجانہ دوں گا۔ تب ڈاکٹر شیخ عبداللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ ضرور ڈاکٹر صاحب کو لائیں اور مولوی صاحب کا ملاحظہ کرائیں اور کچھ جیب سے بھی نکالیں اور جس طرح پر چاہیں بیماری کی تصدیق کرائیں اس ردو بدل کے بعد دوبارہ میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر نے فرمایا کہ مولوی صاحب کو ضرور بخار ہے اور ان کی حالت کہہ رہی ہے کہ وہ اس وقت سخت ناتواں ہیں مجبور نہیں کرنا چاہیے۔ تب یہ لوگ جلسہ میں گئے اور سب سے پہلے جیسا کہ سراج الاخبار بیان کرتا ہے چودھری غلام قادر صاحب نے خلاف بیانی کا ثواب لیا اور پھر شاید راجہ خان بہادر خاں صاحب نے بھی ان کی تائید کر کے اپنے عقبیٰ کو سنوارا ہاں میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر نے جو کچھ دیکھا تھا صاف صاف بیان کر دیا اسی لئے سراج الاخبار نے ان کی شہادت کو اپنے حق میں غیر مفید سمجھ کر اپنے بیان میں درج نہیں کیا اور چودھری غلام قادر صاحب مع ڈاکٹر ایک سو روپیہ حرجانہ کے ابھی تک تشریف لا رہے ہیں افسوس کہ ان کی فضول گوئی کا نتیجہ کیا ہوا۔ اس کے بعد ہر دو مولوی صاحبان یعنی ابراہیم و کرم دین نوبت بہ نوبت ممبر پر چڑھے اور اس موقعہ کو غنیمت سمجھ کر وہ وہ ہفوات اور ہزلیات اور الزامات اور خرافات منہ سے نکالے کہ الامان! الامان! ان کی بکواس کے سبب سے کوئی جماعت احمدیہ کا ممبر وہاں پر نہ بیٹھ سکا کیونکہ حضرت اقدس امام الزمان علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کی پاک جماعت کی نسبت اہانت اور تحقیر کا کوئی دقیقہ اس وقت مولوی صاحبان نے اٹھا نہ رکھا تھا اور یہ بھی شرم نہ کی کہ تعلیم یافتہ لوگ اور خصوصاً حکّامِ انتظام ہماری نسبت کیا رائے لگائیں گے اور ہماری تہذیب اور شائستگی پر کس قدر نفرت کریں گے۔ غرض مولوی صاحبان ایک ہی دُھن پر لگے رہے اور ممبر پر چڑھ کر جہاں قَالَ اللّٰہ اور قَالَ الرَّسُول کا ذکر ہونا چاہیے تھا، ہجو قبیح اور کذب صریح کے گیت گاتے اور قصیدے پڑھتے رہے اور اپنی طرف سے اس ایک طرفہ کارروائی پر اپنی ظفر کا ڈنکا بجا دیا ادھر مولوی ابو یوسف صاحب نے یہ صورتحال سن کر اپنی غیرت اور حمیّت دینی کو کام فرمایا اور اِسی ضُعف و ناتوانی کی حالت میں اُفتاں و خیزاں اس مجلس میں جا پہنچے آپ کے

ساتھ جماعت احمدیہ کے کئی ایک اشخاص تھے اور آپ کو تھامے ہوئے لے گئے تب آپ تحصیلدار صاحب کے پاس جا بیٹھے۔ اس وقت منافق طبع مولوی کرم دین کچھ ہجو کے اشعار مولوی ابو یوسف صاحب کی شان میں پڑھ رہا تھا۔ مولوی صاحب نے بڑی متانت سے اس کی بے حیائی کو نظر انداز کیا اور اس کی طرف سے اپنی دریا دلی سے عفو اور درگزر کو عمل میں لا کر اعراض کیا اور تحصیلدار صاحب سے کہا کہ میرا مضمون تیار ہے اگر آپ چاہیں تو اس وقت سن لیں میں تو خود سنا نہیں سکتا مگر دوسرا شخص سنا دے گا۔ چنانچہ منشی احمد حسن صاحب رہتاسی احمدی کو مضمون پڑھنے کے لئے پیش کیا اور یہ وقت شام کے قریب تھا تب مولوی ابراہیم صاحب نے فرمایا کہ ہاں مضمون سن لیا جائے آپ کا مدعا صرف یہ تھا کہ وقت تو گزر رہی چکا ہے اس لئے مضمون کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ تحصیلدار صاحب نے اس امر کو ارکان مجلس پر پیش کیا تو انہوں نے باتفاق رائے یہ بات منظور کی کہ کل ۴ بجے ۲۸ راگست کو مولوی ابو یوسف صاحب کا مضمون سنا جائے اس پر مولوی ابراہیم صاحب نے چناں چنیں بہت کی کہ مجھے فرصت نہیں میں آج چلا جاؤں گا مگر تحصیلدار صاحب و دیگر ارکان مجلس نے آپ کی ایک نہ مانی اور آپ کو اس پر مجبور کیا کہ ضرور آپ کو مضمون سن کر جانا ہوگا۔ اس کے بعد جلسہ برخاست ہوا۔

(جلسہ ۲۸ راگست ۱۹۰۲ء) آج وقت مقررہ سے پہلے اس قدر مخلوق خدا کا ہجوم پایا گیا کہ میدان عیدگاہ پر ہو گیا اور مضافات کے لوگ بھی کثرت سے جمع ہو گئے۔ مولوی ابو یوسف صاحب کے مضمون کو سننے کے لئے لوگوں میں حد سے زیادہ خواہش اور آرزو پائی جاتی تھی۔ ٹھیک ۴ بجے حُکّامِ انتظام اور پولیس کانسٹیبلان بھی آپہنچے اور مولوی ابو یوسف صاحب معہ جماعت احمدیہ جلسہ میں تشریف لے آئے اور بحکم میر مجلس صاحب ممبر پر بیٹھ گئے اور مضمون پڑھنا شروع کر دیا شروع میں بوجہ ضعف اور دھیمی آواز اور آہستگی سے مضمون پڑھنے لگے مگر رفتہ رفتہ آواز میں بلندی اور تلفظ میں برجستگی ہوتی گئی اور ضعف بیماری کا کُل اثر جاتا رہا غرض آواز کی خوبی اور الفاظ کی شُستگی اور مضامین کی ترتیب اور معانی کی دلچسپی اور عبارت کی سلاست اور استدلالات کی قوت اور استشہادات کی ثقاہت اور خصم کے دلائل پر قدح و جرح کی مضبوطی اور مضمون خواں کی متانت اور وقار نے لوگوں کے دلوں

پر وہ خارق عادت اثر کیا کہ اتنے بڑے مجمع کثیر میں عالم سکوت ہوگیا اور مضمون کی قوت اور شجاعت نے مخالفین پر وہ استیلا پایا کہ گویا وہ دریائے حیرت میں ڈوب گئے اور مخالف مولوی صاحبان پر تو موت وارد ہوگئی کاٹو تو خون نہیں حس وحرکت ندارد خاموشی کے عالم میں مولوی ابو یوسف صاحب کے چہرے پر ٹکٹکی لگائے بیٹھے ہیں اور حکّام انتظام اور فہیم لوگوں کے چہرہ پر آثار مسرت پائے جاتے ہیں مضمون کا ابتدائی حصہ سنت اللہ کی تشریح اور تعریف اور ان کے مسائل طبعی کی تحقیقات میں تھا جن سے مولوی ابراہیم صاحب نے حضرت مسیح ابن مریم کے رفع جسمانی پر پتھر اور پرندوں کی مثال دے کر استدلال کیا تھا اور مولوی ابو یوسف صاحب نے اس استدلال کو ان کے علم طبعی سے ناواقفی پر مبنی قرار دے کر ایسا باطل کیا کہ آئندہ مولوی صاحب کو اس قسم کے استدلال کی جرأت بھی نہ ہوگی خدا تعالیٰ کی وہ تمام قانونی آیتیں پیش کیں جو اس کی مخلوقات کے لئے علیحدہ علیحدہ حد بندی رکھتی ہیں اور سنت اللہ کے اصل مفہوم کو لوگوں کے ذہن نشین کر دیا۔ پھر نوع انسان کے متعلق خدا تعالیٰ کی عادت اور سنت کو بڑے بسط سے بیان کیا اور نصوص قطعیہ قرآنیہ اور حدیثیہ سے ثابت کر دیا کہ حضرت مسیح بنی نوع کے متعلق الٰہی قوانین اور ضوابط اور خواص کے لوازم سے کسی طرح بھی مستثنیٰ نہیں ہو سکتے پھر لفظ آیت اللہ کی تشریح کی اور اس سے مولوی ابراہیم صاحب کا اپنے دعویٰ پر استدلال کرنا باطل ٹھہرایا اور آیت اللہ اور آیۃٌ لِلنّاس میں قرآن ہی کی رو سے ایسے لوگوں کو بھی داخل کر دیا جو نبی تو کیا بلکہ کافر اور اکفر تھے پھر مولوی صاحب کا حضرت مسیحؑ کے تکلّم فی المہد سے اپنے دعویٰ پر استدلال کرنا باطل قرار دیا اور قرآن اور حدیث کی رو سے تکلّم فی المہد کو حضرت مسیح کا ہی خاصہ ہونا غلط ٹھہرایا اور نقل صحیح سے یہ ثابت کر دیا کہ کئی ایک اور اشخاص انبیاء وغیرہ میں بہت سے اس صفت سے موصوف ہیں۔ پھر لفظ تــوفّــی پر بحث کی اور لغت اور قرآن اور حدیث کی رو سے ثابت کر دیا کہ جب اللہ تعالیٰ فاعل ہو اور انسان مفعول تو اس لفظ کے سوائے قبض روح اور موت کے اور کچھ معنے نہیں اور یہ بھی بالا علان کہا کہ اگر مولوی ابراہیم صاحب اس قاعدہ کا خلاف ثابت کر دیں تو ایک ہزار روپیہ انعام ان کو دیا جائے گا خواہ پہلے ہی سے کسی بنک میں جمع کرا لیں اس کے بعد تــوفّــی کے متعلق معتبر تفاسیر سے شہادتیں

پیش کیں اور یہ بھی کہا کہ تفاسیر کے متناقض اقوال ہمارے لئے اور ہم پر حجت نہیں اس کے بعد مولوی ابراہیم صاحب کے دیگر متفرق دلائل کو اپنی لطیف جرح قدح سے باطل اور خلاف مقصود ثابت کیا۔ اس تقریر کی بڑی خوبی یہ تھی کہ جن دلائل سے خصم پر جرح قدح کیا گیا وہی دلائل اپنے مقصود کے بھی مثبت تھے گویا خصم کی نفی اور اپنا اثبات تھا اور پھر مولوی ابراہیم صاحب کے اس سوال کا جواب دینا چاہا جو انہوں نے اپنے پرچہ میں زائد کر دیا تھا اور وہ نصوص قطعیہ قرآنیہ سے حضرت مسیحؑ کے صلیب پر چڑھائے جانے کے ثبوت کا مطالبہ تھا۔ جس کے جواب میں مولوی ابو یوسف صاحب نے اپنا تحریری مضمون ختم کر کے اپنا ایک مطبوعہ رسالہ جو خاص اسی سوال کا جواب تھا اور مولوی ابراہیم صاحب کے ہی مقابلہ میں لکھا ہوا تھا ماسٹر ہدایت اللہ صاحب سے ان کو اپنی جگہ بٹھا کر پڑھوانا شروع کیا اوّل تو پڑھنے سے پہلے ہی مولوی صاحبان کی طرف سے اعتراض شروع ہوا کہ یہ چھپا ہوا مضمون ہے اور یہ ہے اور وہ ہے پھر اس کے پڑھے جانے پر خفیف سے خفیف لفظ پر بھی مولوی صاحبان بگڑنے لگے اور خواہ مخواہ شور مچانا شروع کیا۔ میر مجلس صاحب نے فرمایا کہ اس تحریر میں ابھی تک کوئی لفظ بھی خلاف تہذیب اور ہتک کا نہیں آیا۔ آپ کیوں بات بات پر بگڑتے ہیں کیا آپ اپنی کل کی کارروائی بھول گئے ہیں شرم کرنی چاہیے۔ اس پر مولوی کرم دین صاحب بڑی گستاخی سے بول اٹھے کہ آپ فریق ثانی کی طرف داری کرتے ہیں اس پر میر مجلس صاحب بَرافروختہ ہو گئے اور جو کچھ اس وقت مولوی کرم دین صاحب کی خاطر ہوئی اس کو ہم اس مقام پر ظاہر کرنا نہیں چاہتے اور پھر راجہ خان بہادر خان صاحب بھی کچھ بولے اور کچھ سراج الاخبار کے ایڈیٹر بھی بڑبڑائے اور کچھ چوہدری غلام قادر صاحب نے بھی اپنے مولوی صاحبان کے بَرخلاف غصہ ظاہر کیا۔ غرض یہ سب لوگ اپنے مولویوں کے برخلاف بول رہے تھے۔ جب دیکھا کہ حکّام انتظام کو ناراضگی پیدا ہو گئی ہے تو پھر بمصداق شعر ؎

اگر شہ روز را گوید شب است ایں☆
بباید گفت اینک ماہ و پروین

☆ترجمہ۔ اگر بادشاہ دن کو رات کہے تو وہ فوراً کہہ اٹھے وہ رہے چاند ستارے۔

سب کے سب حکّام انتظام ہم آہنگ ہو کر ایک ہی آواز سے بولنے لگے اور اپنے مولوی صاحبان کی تعظیم بجالاتے رہے۔ آخر میر مجلس صاحب نے جلسہ برخاست کر دیا اور احمدی جماعت کو فرمایا کہ آپ لوگ ایک جانب ہو جائیں اور دوسرے فریق کو پہلے نکل جانے کا حکم دے دیا۔ مگر مولوی صاحبان کی خاطر ہوتی دیکھ کر کچھ دوسرے لوگ رکنے لگے اور جا کر پھر رخ پھیرا تب حکام انتظام کے ہنٹروں نے وہ حاکمانہ کارروائی دکھلائی کہ جس کا نمونہ آگے تمام عمر میں نہ دیکھا گیا تھا۔ پھر مولوی صاحبان بھی جاتے نظر نہ آئے اور میدان عیدگاہ میں سے یوں گئے جیسے گدھے کے سر سے سینگ اور عام لوگ بجائے دروازے میں سے نکلنے کے دیوار پر سے پھاند پھاند کر گئے۔

جب میدان صاف ہو گیا تو مولوی ابو یوسف صاحب معہ اپنی جماعت کے باہر نکلے آگے دروازے میں جناب تحصیلدار صاحب اور میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر معہ دیگر اہل کاران کھڑے ہوئے تھے تحصیلدار صاحب نے مولوی صاحب کو دیکھ کر جَزَاکُمُ اللّٰہ کہا اور ڈپٹی صاحب نے بَشّاش بَشّاش چہرہ سے مولوی صاحب سے ہاتھ ملایا اور فرمایا۔ کہ اب آپ امن اور چین سے بیٹھے رہیے تب مولوی ابو یوسف صاحب بگھی پر سوار ہو کر اپنے فروکش پر تشریف لے گئے اور شہر میں احمدی جماعت کو ہر طرف سے مبارکبادی کی صدائیں آنے لگیں اور تنوروں پر عورتوں میں بھی یہ تذکرہ تھا کہ مرزائی جیت گئے۔ فَالْحَمْدُ لِلّٰہِ عَلٰی ذَالِکَ یہ ہے انجام اس مباحثہ کا۔

عشاء کے وقت کچھ رات گزری مولوی ابراہیم کی زبانی تحصیلدار صاحب کی وساطت سے ایک شخص نے وہ مضمون جو مولوی ابو یوسف صاحب نے سنایا تھا آ کر طلب کیا جواب میں کہا گیا کہ وہ مضمون چھپ کر شائع ہو گا۔ تب مولوی صاحب کو ایک کاپی بھیج دی جاوے گی۔ اور اس وقت مضمون مولوی ابو یوسف صاحب کے پاس موجود بھی نہیں۔ کسی اور شخص کے پاس رکھا گیا ہے اس کے بعد پھر مضمون کا کوئی مطالبہ نہیں ہوا۔ اور مولوی ابراہیم صاحب اسی شب کو رخصت ہو گئے۔ دوسرے روز ۲۹ /اگست ۱۹۰۲ء کو معتبر ذرائع سے سنا گیا کہ مولوی کرم دین صاحب میر مجلس صاحب کے دولت خانہ پر عذرخواہی اور اعتراف قصور کے لئے تشریف لے گئے اور ملاقات کی درخواست کی مگر اُدھر سے سوکھا

جواب ملا۔ کا سامنہ لے کر واپس چلے آئے۔ صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْم. اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ اے مسیح میں تیری اہانت کا ارادہ کرنے والے کی اہانت کروں گا۔ اس روز تو مولوی کرم دین صاحب نے اپنے جوش نفس سے بخانہ ایڈیٹر سراج الاخبار وعظ بھی کیا اور اپنے اندر کے بخار بھی نکالے مگر دوسرے روز یعنی ۳۰ راگست کی شام کو شیخ محی الدین اپیل نویس کو ہمراہ لئے ہوئے سیٹھ احمد دین صاحب کے مکان پر جہاں مولوی ابو یوسف صاحب فروکش تھے آپ تشریف لائے اور یعنی تمام حرکات ناشائستہ کی وجہ اپنا جوش نفس بتلایا اور اپنے قصوروں کے معترف ہو کر مولوی ابو یوسف صاحب سے معافی کے لئے خواستگار ہوئے اور یہ بھی بیان کیا کہ پیر مہر علی شاہ کی کتاب سیف چشتیائی کے متعلق جو کچھ کارروائی ہوئی ہے وہ میرے توسط سے ہوئی ہے اور میں نے ہی اصل کتاب مولوی محمد حسن مرحوم ساکن بھیں کی جس کے نوٹوں سے پیر صاحب نے اپنی سیف چشتیائی لکھی ہے حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں بھیجی ہے۔ تب مولوی ابو یوسف نے کہا کہ مولوی صاحب اَللّٰہُ حَسِیْبُنَا وَحَسِیْبُکُمْ ہمارا تمہارا اللہ کے ہاں حساب ہے ہم نے تو اپنی عزت خدا کے دین کے لئے وقف کر رکھی ہے اور اپنی ذلت کا ہمارے دل پر کوئی بار نہیں۔ ہماری عزت تو سب اسی میں ہے کہ خدا اور رسول اور ان کے پاک نائب حضرت مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عزت ظاہر ہو۔ پس ہم سے معاف کرانا یا نہ کرانا مساوی ہے آپ خدا سے معافی مانگیں اور یہ دورنگی چھوڑ دیں۔ خدا تعالیٰ کو راضی کرنے کی کوشش کریں تب مولوی کرم دین صاحب نے دوبارہ کہا کہ آپ تو معاف کریں اس پر مولوی ابو یوسف صاحب نے فرمایا کہ ہماری طرف سے تو معافی ہے اور یہ بھی کہا کہ پیر مہر علی شاہ صاحب کے متعلق جو کچھ آپ کی خط و کتابت حضرت اقدس سے ہوئی ہے میں نے سب پڑھی ہے تب مولوی کرم دین صاحب یہ کہتے ہوئے مولوی نورالدین صاحب اور حکیم فضل دین صاحب اور حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں میرا السلام علیکم عرض کر دیں۔ رخصت ہوئے اور مولوی ابو یوسف صاحب اپنی علالت طبع کی وجہ سے جلدی نماز خفتن (عشاء) ادا کر کے سو گئے اور علی الصبح اٹھ کر اپنے ننہیال کو چلے گئے اور تیسرے دن واپس ہو کر دو ایک روز جہلم میں رہے اور دو ایک وعظ بھی

فرمائے اور جمعہ کے دن جمعہ پڑھا کر رات کی ٹرین پر سیالکوٹ واپس ہو گئے۔ اب خدا کے فضل سے اس مباحثہ کے اثر سے مخالف فریق کی شورا شوری اور غیر طبعی جوش قطعاً جاتا رہا ہے اور ایک سکوت کا عالم ہے بالآخر ناظرین اور خصوصاً ایڈیٹر سراج الاخبار انصاف کرے کہ کیا مولوی کرم دین صاحب جن کی بات بات میں نفاق کا رنگ ظاہر ہوتا رہا ہے اور جن کا خاتمہ اور جہلم سے روانگی نفاق پر ہی ہوئی ہے ایسے مولوی قابل اعتبار اور قابل وثوق ہیں اور کیا ان کے بھی کسی قول اور فعل کا اعتبار ہو سکتا ہے۔ اب ذیل میں ہم تحصیلدار صاحب و میاں دیوی سنگھ صاحب ڈپٹی انسپکٹر و مہر بہاول بخش صاحب ذیلدار کا تہِ دل سے شکریہ ادا کرتے ہیں جن کے حسن انتظام اور حفظ امن سے یہ مباحثہ نتیجہ خیز اور فائدہ بخش اہل انصاف ہوا۔ اور دیگر اراکین مجلس کا بھی شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے اس دینی مجلس کو نیک نیتی کے ساتھ رونق افروز فرمایا۔ **وَالْحَمْدُلِلّٰہِ اَوَّلًا وَ آخِرًا۔**

المشتھر جماعت احمدیہ جہلم

نوٹ: میں نے اصل مسودہ حالات مباحثہ کو اس لئے درج کرنا ضروری سمجھا کہ بعض حق ناشناس حق پوشی کا الزام دینے لگتے ہیں۔

عرفانی الاسدی

الہ دین بلڈنگ

سکندرآباد

اپریل ۱۹۵۶ء

اعتذار و استدعا

میں (جیسا کہ تفہیم القرآن کی اشاعت کے وقت اعلان کیا تھا) کچھ عرصہ سے مریض اور فریش ہوں۔ میں خود تو اپنے آپ کو ایسا مریض نہیں سمجھتا مگر ڈاکٹروں کی رائے ہے ابتدائی شکایت تو بلڈ پریشر کی تھی پھر کچھ اور عوارض لاحق ہوئے اور ڈاکٹری مشورہ نے مجھے کامل آرام کا حکم دیا اور میں ایک متحرک لاش کی طرح ہو گیا۔ اسی اثناء میں ڈاکٹروں کے مشورہ کے خلاف حیاتِ احمد کا کچھ کام بے اطمینانی کی حالت میں بھی کرتا رہا اور جیسا میں چاہتا تھا پوری توجہ نہ کر سکا۔ میں نے حضرت ربّ کریم سے یہ دعا کی تھی کہ اس کی تکمیل کی توفیق مل جاوے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے تو ۱۸۹۷ء تک تکمیل کرنے کو فرمایا تھا مگر میں ۱۹۰۸ء تک ہی مکمل کرنے کی آرزو رکھتا ہوں۔ یہ نمبر ۱۹۰۲ء تک کا شائع ہو رہا ہے جن حالات میں لکھا گیا ہے اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے مجھے افسوس ہے کہ نہ تو صحت کا پورا التزام ہو سکا اور نہ نگرانی کا۔ مکرم مولوی محمد عبداللہ صاحب بی۔اے ایل ایل بی باوجود مصروفیت کے پوری توجہ کرتے رہے مگر پریس اور مُصَحّح کی نگرانی نہ ہو سکی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس قدر شائع ہو سکا۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ آخری نمبر ہو گا اور اس کے ساتھ یہ عظیم الشان کام بظاہر ختم ہو جائے گا۔ مگر میرا دل پُر امید ہے کہ مولیٰ کریم مجھے آخر تک پہنچانے کی توفیق عطا فرماویں گے۔ بایں میں یہ مسرت محسوس کرتا ہوں کہ

گر نَباشد بہ دوست رہ بُردن☆
شرطِ عشق است دَر طلب مُردن

احباب علی الخصوص حضرات صحابہ کرام سے **دعا** کا ملتجی ہوں کہ وہی اس کے قدر شناس خصوصی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس سراپا تقصیر کو تکمیل ''**حیاتِ احمد**'' کی توفیق روزی فرمائے۔ آمین ثم آمین

خاکسار **عرفانی الاسدی**

اپریل ۱۹۵۶ء

☆ترجمہ۔ اگر چہ محبوب تک رسائی پانے کا کوئی ذریعہ نہ ہو پھر بھی عشق کا تقاضا یہ ہے کہ اس کی تلاش میں جان لڑا دی جائے۔

انڈیکس

حیات احمد جلد پنجم حصہ دوم

(مرتبہ: مکرم ظفر علی طاہر صاحب، مکرم مقصود احمد صاحب قمر مربیان سلسلہ)

آیات قرآنیہ

الہامات

الہامات (عربی)

ا

ت۔ج۔خ۔ر۔س۔ع۔غ

ف۔ق۔ک

الہامات (اردو، فارسی، انگریزی)

آ۔ا۔ت۔خ۔د

س۔ف۔ق۔ل۔ن۔ہ۔ی

اسماء

آ۔ا۔ب۔پ۔ت۔ٹ۔ث

ج۔چ۔ح۔خ

ف۔ق۔ک۔گ

مقامات

ا۔ب۔پ

ج۔چ۔ح۔د۔ر

س۔ش۔ع۔ف۔ق

کتابیات